پیر را بگزین کہ بے پیر ایں سفر ہست بس پُر آفت و خوف و خطر
ہر کہ او بے مرشدے در رہ شد او ز غولاں گمرہ و در چاہ شد
(رومیؒ)

غوثِ اعظمؒ

شہنشاہِ اقلیم مشائخ، سُلطانِ سندِ طریقت۔ امامِ سجّادۂ شریعت، محبُوبِ ربّانی، قطبِ صمدانی، سردارِ عارفانِ زمانہ، سرِ حلقۂ محبّانِ یگانہ، شرفِ زہاد و فخرِ عباد، غوث الثّقلین، سیّدی مولائی ملجائی، و ماوی حضرت سیّد محی الدین ابو محمّد

شیخ عبدُ القادر جیلانیؒ

کے

سوانحِ حیات

مرتّبہ

امان اللہ خان ارمانؔ سرحدی

ناشرین

شیخ غلام علی اینڈ سنز، پبلشرز، کشمیری بازار، لاہور

برانچیں:- لاہور -- کراچی -- پشاور -- حیدر آباد،

پیر را بگزین کہ بے پیر ایں سفر ہست بس پُر آفت و خوف و خطر
ہر کہ او بے مرشدے در رہ شد او ز غولاں گمرہ و در چاہ شد
(رومی رح)

غوثِ اعظم رح

شہنشاہِ اقلیم مشائخ، سُلطانِ مسندِ طریقت، اِمامِ سجّادۂ شریعت، محبُوبِ ربّانی، قطبِ صمدانی، سردارِ عارفانِ زمانہ، سر حلقۂ محبّانِ یگانہ، شرفِ زہاد و فخرِ عباد، غوث الثّقلین، سیّدی، مولائی ملجائی، و ماوٰی حضرت سیّد محی الدین ابو محمّد

شیخ عبدُالقادر جیلانی رح

کے

سوانحِ حیات

مرتّبہ

امان اللہ خان ارمان سرحدی

ناشرین
شیخ غلام علی اینڈ سنز، پبلشرز، کشمیری بازار، لاہور
برانچیں:- لاہور — کراچی — پشاور — حیدرآباد،

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر — ہست بس پُر آفت و خوف و خطر
ہر کہ او بے مرشدے در راہ شد — او ز غولاں گمرہ و در چاہ شد
(رومی)

غوثِ اعظم رح

شہنشاہِ اقلیم مشائخ، سلطانِ مسندِ طریقت، امام سجادۂ شریعت، محبوبِ ربانی قطبِ صمدانی، سردارِ عارفانِ زمانہ، سرحلقہ محبانِ یگانہ، فخرِ زہاد و فخرِ عباد غوث الثقلین، سیدی، مولائی ملجائی، و ماوٰی حضرت سید محی الدین ابو محمد

شیخ عبد القادر جیلانی رح

کے
سوانح حیات

مرتبہ

امان اللہ خان ارمان سرحدی

ناشرین

شیخ غلام علی اینڈ سنز کتاب منزل کشمیری بازار۔ لاہور

سلسلہ مطبوعات .... نمبر ۲۷۰
اشاعت .... اول ۱۹۶۱ء

شیخ نیاز احمد پرنٹر و پبلشر نے اپنے علمی پرنٹنگ پریس
ہسپتال روڈ لاہور سے چھپوا کر شیخ غلام علی اینڈ سنز کشمیری بازار
لاہور سے شائع کی

فہرست

پیشِ لفظ

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ مسلمانوں نے خلفائے راشدین کے زمانہ میں جو جبروت و جلالت حاصل کرلی تھی وہ زیادہ سے زیادہ تیسری صدی ہجری تک قائم رہ سکی' اس کے بعد تمام دنیائے اسلام پر ایک عام اضمحلال کی کیفیت طاری ہوئی' اسلام کی دیرینہ عظمت ایک قصہ پارینہ بن کر رہ گئی۔ صحیح اور سچے اسلامی عقائد اور اقوال مسخ کیے جانے لگے یا ان سے انحراف ہونے لگا اور ان کی جگہ ذاتی مصالح کی بنا پر نئی تراکیب جنم لینے لگیں۔ خلافت عباسیہ کا دور اپنی دینوی شان وشوکت کے لحاظ سے مسلمانوں کے سابقہ جاہ وجلال کا درخشندہ ثبوت اور یادگار ضرور تھا اس کی سطوت وہیبت کی ہر طرف دھوم مچی ہوئی تھی مگر اس کی یہ عظمت بھی قصہ پارینہ بن چکی تھی اسلامی خلافت میں دینی اور اخلاقی اقدار کا سراغ مشکل سے ملتا تھا، البتہ سیاسی لحاظ سے اس کا ایک وجود ضرور باقی رہ گیا تھا۔ اس وجود کی حقیقت یہ تھی کہ مختلف قوموں کے بعض منچلے، ہوشیار اور خود غرض افراد اٹھ کر اس کی آڑ میں حکمرانی کا کھیل شروع کردیتے تھے، نام خلیفہ کا ہوتا تھا مگر حکومت کی باگ ڈور دوسروں کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔

ہندوستان کے مختلف علاقوں میں مسلمانوں کی جو سلطنتیں قائم تھیں وہ قریب قریب ناپید ہوتی جارہی تھیں۔ منصورہ اور ملتان کی اسلامی ریاستوں کا صرف وجود باقی تھا روح فنا ہو چکی تھی گویا ان کا ہونا نہ ہونا برابر تھا۔ ہسپانیہ کی اموی حکومت بھی اپنا جاہ و جلال کھو کر زندگی کے دن پورے کر رہی تھی۔ وسعت کے لحاظ سے اسلامی علاقوں اور ان کی آبادی میں کوئی فرق نہ آیا تھا یعنی مراکش سے بخارا تک مسلمان ہی مسلمان دکھائی دیتے تھے۔ اور ہر جگہ حکومت کے نشانات بھی ملتے تھے۔ مگر اسے حکومت کہا ہی نہیں جا سکتا تھا اس لیے کہ ہر طرف جنگ و جدال اور رزم و پیکار کا سلسلہ جاری تھا مسلمانوں میں باہم سخت نااتفاقی پھیل چکی تھی۔ عقائد کے لحاظ سے وہ کئی گروہوں میں تقسیم ہوتے جارہے تھے۔ اور عقائد ہی کی بنا پر آپس میں قتل و قتال نکلے جاری تھے۔ فرزندانِ توحید کی مرکزی قوت فنا ہو چکی تھی وہ ملک کے مختلف حصوں میں پھیلے ہوئے اور مذہبی تفرقہ کا شکار ہو چکے تھے۔ کینہ، حسد، بغض، عداوت، شر و فساد، حرص و ہوا، غفلت اور تساہل جیسے عیوب عام ہو گئے تھے۔ نت نئی لڑائیوں سے ملک اجڑتے جارہے تھے۔

قرامطہ کی عالمگیر تحریک خوب زوروں پر تھی، اس تحریک نے دنیائے اسلام میں آگ لگا رکھی تھی۔ اور یہ فتنہ روز بروز قوت پکڑتا جارہا تھا مسلمان باہمی نفاق کے باعث اس فتنہ کا استیصال کرنے سے عاجز تھے۔ صحیح دینی جوش ویسے ہی سرد پڑ چکا تھا، عقائد میں ضعف پیدا ہو گیا تھا، چنانچہ یہ تحریک رہے سہے خرمنِ ایمان کے لیے برق بن گئی۔ امراء عیش پرستیوں میں مصروف تھے اور غرباء جہالت اور غفلت کا شکار تھے، اس پر طرہ یہ کہ خلفاء کی کمزوریوں اور بے پروائیوں کے باعث غیر مسلم حکومتوں کی نظریں مسلمانوں پر لگی ہوئی تھیں کہ موقع پا کر اسلام اور اسلامی سلطنت کو بالکل ہی فنا کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے اسلامی سلطنت کی حدود پر یلغاریں شروع کر دی تھیں جب چاہتے مسلمانوں کی بستیوں پر ٹوٹ پڑتے اور انہیں لوٹ لیتے۔ مسلمانوں کو خاک و خون میں نہلا کر چلے جاتے۔

وقت آگیا تھا کہ غیر مسلم قومیں اپنے منصوبوں کے مطابق فاتحانہ یلغاریں شروع کر کے

اسلام اور اسلامی حکومت کا چراغ ہمیشہ کے لیے گل کر دیں کہ عین اس وقت حضرت غوث اعظم محی الدین عبد القادر جیلانیؒ مسلمانوں کی رہبری اور دینی و دنیوی رہنمائی کے لیے میدانِ عمل میں تشریف لے آئے جنہوں نے سالہا سال کے مسلسل جہد و عمل اور مواعظ و ارشادات سے مسلمانوں کی گئی گزری قوم میں پھر سے زندگی کی ایک نئی لہر دوڑا دی، مسلمانوں کے تاریک اور مردہ قلوب کو ضیائے اسلام سے منور کر کے ان کی رگوں میں جوشِ ایمان کا خون دوڑا دیا مسلمان قوم اور دین اسلام کو حیاتِ نو بخشی یہی وہ عظیم کارنامہ ہے جس کے طفیل دنیا انہیں محی الدین کے لقب سے یاد کرتی ہے۔ آپ کی سیرت، آپ کی مجاہدانہ زندگی، آپ کی علمی اور دینی کارگزاریاں، غرض آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اپنے اندر سینکڑوں اسباق کے پہلو رکھتا ہے ارباب فکر و نظر اور طالبانِ علم و عرفان کے لیے ایسی عظیم المرتبت اور برگزیدہ ہستی کے سوانح حیات سے بڑھ کر بصیرت افروز کیا چیز ہو سکتی ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں غوث پاک کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر بالتفصیل روشنی ڈالی گئی ہے جس میں زیادہ تر ان کی عملی زندگی کا واضح اور جامع نقشہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ خوارق و کرامات سے زیادہ بحث نہیں کی گئی نہ ہی عام اور غیر مصدقہ روایتوں کو جزوِ کتاب بنایا گیا ہے بلکہ مستند اور معتبر کتابوں اور بیانات پر بھروسہ کیا گیا ہے۔ اور حسب ضرورت و محل کتابوں یا مصنفوں کے نام بھی ساتھ دے دیئے گئے ہیں۔

ارمان سرحدی

خلاصۂ حالات

نام	شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
ولادت	سنہ ۴۷۰ھ
مولد	گیلان
قیام گیلان	۱۸ برس
ورودِ بغداد	۴۸۸ھ بعمر ۱۸ سال
مسلم طریقت	شیخ ابوالخیر حماد بن مسلم دباس (متوفی ۵۲۵ھ)
مدت مجاہدہ و ریاضت	۴۰ برس
مقام مجاہدہ و ریاضت	عراق کے جنگلات
پیر خرقہ	ابو سعید مبارک بن علی بن حسین مخزومی
مصاحبِ خاص	شیخ نجیب الدین سہروردی (۴۹۰ - ۵۶۳ھ)
مذہب	مطابق امام شافعیؒ و امام احمد بن حنبلؒ
تصانیف	غنیۃ الطالبین، فتح الغیب، فتح ربانی، قصیدہ غوثیہ (بزبان عربی)
ازواج (تعداد)	چار
اولاد	۲۰ لڑکے ۲۹ لڑکیاں
فرزند رشید	حضرت شیخ عبدالوہابؒ
وفات	۱۱ ربیع الاول ۵۶۱ھ
مدفن	بغداد
نام سلسلہ	قادریہ

باب ۱

خاندان اور بچپن

تمہید شیخ المشائخ، خواجۂ خواجگان، بادشاہ طریقت امام شریعت شرفِ زہاد و فخر عباد محبوب سبحانی حضرت غوثِ اعظم[1] شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اولیائے عالم کے سردار اور وہ مقدس و مطہر ہستی ہیں جنھوں نے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی پھیلائی ہوئی شریعت کو زندہ اور روشن کر کے آپ کی نیابت کا پورا حق ادا کیا۔

غوثِ اعظم نے اپنی روحانی قوت، اپنی ہمت، اپنے استقلال اور اپنے قلب کی نورانیت کو دین اسلام کی خدمت اور محبوب رب العالمین کی شریعت کی توسیع اور اشاعت کے لیے وقف کر کے دنیائے اسلام پر احسان عظیم فرمایا۔ آپ نے رات اور دن بیداری میں گذار کر اپنے ارشادات و فیوضات سے انسانی قلوب کی ظلمتوں کو ضیا بخشی۔ آپ آسمان ولایت پر ابدال و اقطاب کے ستاروں کے درمیان آفتاب بن کر چمکے آپ کے نور ایمان سے بھٹکے ہوؤں نے راہ پائی، آپ کے زبان و قلم کے کمالات نے انسان کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر خواب غفلت سے جگایا۔ بگڑے ہوئے دلوں کو سنوارا، بیمار دلوں کا علاج کیا اور مردہ دلوں میں زندگی کی نئی روح دوڑائی۔ غرض آپ کے کارنامے ایسے ہیں جو رہتی دنیا تک یادگار رہیں گے۔ آپ کی بے مثال زندگی اور حیرت انگیز سیرت بنی نوع انسان کے لیے ایک قابل تقلید نمونہ ہے

نام و نسب آپ کا نام نامی اور اسم گرامی عبد القادر اور لقب محی الدین[1] کنیت ابو محمد اور عرف غوثِ اعظم

---

[1] یہ لقب کیوں پڑا آئندہ اوراق میں اس کی تفصیل بیان کی جائے گی۔

تھا ۴۷۰ھ[۱] میں ایک چھوٹے سے زرخیز قصبہ گیلان[۲] میں پیدا ہوئے۔ اسی قصبہ کی نسبت سے آپ کو گیلانی یا جیلانی کہا جاتا ہے۔ آپ کے والد بزرگوار سید ابو صالح کو جنگ سے بہت رغبت تھی اس لیے انھیں "جنگی دوست"[۳] کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ وہ نہایت نیک اور صالح بزرگ تھے غوث اعظم کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ ایک بہت بڑے بزرگ عبد اللہ صومعی کی دختر تھیں۔

پدری نسب نامہ والد بزرگوار کی طرف سے آپ کا شجرۂ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے۔

سید عبد القادرؒ بن سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوستؒ بن سید ابی عبد اللہ بن سید یحییٰ الزاہد بن سید محمد بن سید داؤد بن سید موسیٰ ثانی بن سید عبد اللہ ثانی بن سید موسیٰ الجون بن سید عبد اللہ المحض بن سید حسن المثنیٰ ابن سیدنا امیر المومنین امام حسن علیہ السلام بن سیدنا امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ

مادری نسب نامہ آپ کی والدہ ماجدہ ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ کی طرف سے آپکا نسب نامہ یہ ہے

فاطمہ بنت سید عبد اللہ الصومعی الزاہد بن سید ابو جمال بن سید محمد بن سید محمود بن سید ابو العطا عبد اللہ بن سید کمال الدین عیسیٰ بن سید ابو علاؤ الدین محمد الجواد بن سید علی الرضا بن سید موسیٰ الکاظمؑ بن سیدنا امام جعفر صادقؑ بن سیدنا امام باقرؑ بن سیدنا امام زین العابدین بن سیدنا امیر المومنین حضرت حسینؑ بن سیدنا امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

ان ہر دو نسب ناموں کے بموجب آپ حسنی و حسینی سید ہیں۔

۱؎ سنِ ولادت میں مورخین نے اختلاف کیا ہے۔ بعض ۴۷۱ھ بیان کرتے ہیں۔ المنتظم (ابن جوزی) البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) اور ذیل طبقات الحنابلہ (ابن رجب) میں ۴۷۱ھ لکھی ہے۔

۲؎ سفینۃ الاولیا کے بیان کے مطابق یہ قصبہ طبرستان کے ماوراء تھا مگر انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں لکھا ہے کہ ساحل کیسپین کے کنارے ایران کے ایک بڑے صوبہ کا نام گیلان تھا۔ اس کے مغرب میں آذربیجان، مشرق میں مازندران، جنوب میں قزوین اور شمال میں ایک دریا ہے بعض کو آپ کے مولد کے بارے میں اختلاف ہے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ آپ موضع نیف میں پیدا ہوئے جو گیلان کے مضافات میں تھا گیلان کو جیلان بھی کہتے ہیں دونوں طرح صحیح ہے الروض الظاہر کے مصنف نے اسکا ایک تیسرا نام "گیل" بھی بتایا ہے۔

۳؎ حافظ ذہبی اور حافظ ابن رجب نے ابو صالح عبد اللہ بن جنگی دوست لکھا ہے اس میں "بن" کا لفظ غالباً غلطی سے آگیا ہے

گھریلو ماحول

آپ کے بچپن کے حالات بیان کرنے سے قبل آپ کے خاندانی ماحول کا ایک ہلکا سا نقشہ پیش کیا جاتا ہے یوں تو آپ کے تمام لواحقین اونچے مرتبہ کے لوگ تھے تاہم آپ کے والد بزرگوار اور پھوپھی روحانیت میں خاص پایہ رکھتے تھے ان کی صحبت کا بچپن میں آپ پر خاص اثر پڑا۔

آپکے والد اور نانا

آپ کے والد بزرگوار نہایت متقی، پرہیزگار، بلند اخلاق اور رموز حقیقت سے واقفیت رکھتے تھے۔ ریاضت و مجاہدہ میں خاص شہرت کے مالک تھے کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ آپکو فاقے کا تیسرا دن تھا دریا کے کنارے تشریف رکھتے تھے اتفاق سے دریا میں ایک سیب بہتا ہوا نظر آیا آپنے نکال کر کھا لیا تھوڑی دیر بعد خیال گزرا کہ خدا جانے یہ سیب میرے لیے حلال تھا یا حرام چنانچہ فکرمند ہو گئے اور سیب کے مالک کا پتہ لگانے کیلیے دریا کے کنارے کنارے اس رخ چلے جدھر سے سیب بہتا ہوا چلا آیا تھا۔ اس فکر میں کئی دن تک سفر کرتے رہے بالآخر دریا کے کنارے ایک بڑی عمارت دکھائی دی جس میں ایک وسیع باغ تھا آپ نے باغ کے اندر نظر دوڑائی تو اس میں دوسرے درختوں کے علاوہ سیب کا درخت بھی دکھائی دیا جس کی شاخیں میووں سے لدی تھیں اور دریا کے کنارے تک پہنچی ہوئی تھیں سیب اس درخت سے ٹوٹ کر پانی میں گر سکتے تھے۔

اب آپکو یقین ہو گیا کہ وہ سیب اسی درخت سے ٹوٹا تھا آپنے باغ کے مالک کا پتہ لگایا باغ اجمل سید عبداللہ صومعی نام ایک بزرگ کی ملکیت تھے۔ آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ماجرا کہہ سنایا پھر معافی کے خواستگار ہوئے۔

عبداللہ خود بھی باخدا بزرگ تھے سمجھ گئے کہ یہ شخص بھی بندگان خدا میں سے ایک ہے کہنے لگے بارہ سال تم میری خدمت میں رہو تب سیب معاف کیا جائیگا سید ابو صالح نے قبول کر لیا اور ان کی خدمت میں رہنے لگے۔ بارہ سال کی مدت ختم ہونے پر عبداللہ نے کہا ایک خدمت اور ہے اسے بھی انجام دینا ہو گا تب سیب معاف کرونگا آپ نے پوچھا بتایئے وہ کہنے لگے میری ایک لڑکی ہے جس میں چار عیب ہیں وہ اندھی ہے کچھ دیکھ نہیں سکتی بہری ہے اسے سنائی نہیں دیتا ہاتھوں سے لنجی اور پاؤں سے لنگڑی ہے۔ اس عاجزہ لڑکی کو نکاح میں قبول کر لو نکاح کے بعد مزید دو سال تک میرے پاس رہو تاکہ میں اس کی اولاد کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں پھر جہاں تمہارا جی چاہے چلے جانا۔

سید ابو صالح نے اسے منظور کر لیا چنانچہ نکاح کے بعد جونہی اپنی بیوی پر نظر ڈالی حیران رہ گئے اس میں کوئی عیب نہ تھا بلکہ وہ ایسی حسین و جمیل تھی کہ اسے دیکھ کر چودھویں رات کا چاند بھی شرماتا تھا سید ابو صالح نے یہ ماجرا دیکھا تو شادی کی پہلی

رات بیوی سے الگ رہے۔ صبح کے وقت عبداللہ صومعی کے سامنے آئے تو متحیر سے تھے عبداللہ صومعی سید ابوصالح سے کہنے لگے میں نے اپنی لڑکی کی جو صفات تم سے بیان کی تھیں وہ غلط نہیں بلکہ حرف بہ حرف درست ہیں نامحرم کے لئے اس کی آنکھیں اندھی ہیں، حق کے سوا کسی اور بات کے سُننے سے اس کے کان بہرے ہیں، نامحرم کو چھُونے سے اس کے ہاتھ لنجے ہیں اور تمہارے حکم کے خلاف قدم اٹھانے کے لئے اس کے پاؤں لنگڑے ہیں۔

ابوصالح یہ عجیب وغریب بات سُن کر متعجب ہوئے اور دل میں خوشی بھی ہوئی اپنی بیوی کی قدرومنزلت ان کے دل میں اور زیادہ بڑھ گئی چنانچہ دونوں خوشی خوشی رہنے لگے۔ ایک مدت تک آپ کے ہاں اولاد نہ ہوئی آخر عمر میں اولاد ہونے لگی حضرت غوث اعظم اسی نیک بخت خاتون کے بطن سے تھے۔

سید عبداللہ صومعی (غوث اعظمؒ کے نانا) جیلان کے بڑے شیخ اور رئیس تھے عبادت وزہد میں بے مثال تھے۔ نہایت صابر، شاکر، منکسر المزاج اور صاحب کرامت ولی اللہ تھے۔ آخر عمر میں بڑھاپے کے باعث بہت کمزور ہو گئے تھے تب بھی عبادت الٰہی کا یہ عالم تھا کہ ساری ساری رات اللہ کی یاد میں گزار دیتے۔ اس زمانے کے بعض بڑے بڑے مشائخ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیوض وبرکات حاصل کیا کرتے تھے۔

آپ کی سیکڑوں کرامات لوگوں میں مشہور تھیں منجملہ ان کے ایک کرامت یوں بیان کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ ایک قافلہ سمرقند کو چلا جا رہا تھا۔ ایک صحرا میں سے گزرا تو بہت سے مسلح ڈاکوؤں نے انہیں آگھیرا۔ وہ لوگ حیرانی کے عالم میں شیخ عبداللہ صومعیؒ کو پکار اٹھے اس پکار کے ساتھ ہی کیا دیکھتے ہیں کہ شیخ عبداللہ ان کے درمیان کھڑے بلند آواز سے فرما رہے ہیں "ہمارا رب پاک اور بے عیب ہے، اے سوارو ہم سے دور ہو جاؤ۔"

ڈاکوؤں نے یہ بات سنتے ہی اپنے گھوڑوں کا رُخ دوسری جانب کر دیا اور قافلے کو

چھوڑ کر بے تحاشا ایسے بھاگے کہ پھر دکھائی نہ دیے۔ قافلہ ان کی غارتگری سے محفوظ رہا۔ اس کے بعد قافلہ والوں نے شیخ عبداللہ صومعی کو ڈھونڈا مگر ان کا کچھ سراغ نہ ملا۔ وہ بہت حیران ہوئے۔ بہرحال جب قافلہ والے جیلان واپس ہوئے تو وہاں لوگوں سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو پتہ چلا کہ جس روز جنگل میں انہیں یہ واقعہ پیش آیا اُس روز شیخ عبداللہ تو جیلان ہی میں موجود تھے۔

آپ کی پھوپھی

حضرت غوثِ اعظمؒ کی پھوپھی کا نام سیدہ عائشہ تھا۔ اُم محمد اُن کی کنیت تھی۔ یہ بہت نیک، پارسا اور عابدہ خاتون تھیں۔ جیلان ہی میں وفات پائی۔ ان کی بزرگی کی داستانیں مشہور ہیں۔ ان کی ایک کرامت بھی بیان کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ جیلان میں بارش نہ ہونے کے باعث سخت قحط پڑا۔ لوگوں نے دعائیں مانگیں، بارش کے لیے نمازیں پڑھیں مگر قحط نہ گیا، چونکہ سیدہ عائشہ کے کمالات کا دُور دُور تک شُہرہ تھا اس لیے بعض لوگ آپ کی خدمت میں آئے کہ بارش کے لیے اللہ کے حضور دعا کریں چنانچہ آپ نے اپنے مکان کے صحن میں جھاڑو دی پھر اس میں بیٹھ کر بارگاہ میں یہ دعا مانگی کہ اے اللہ جھاڑو میں نے دے دی۔ اب چھڑکاؤ تو کر دے یہ کہنا تھا کہ ابر چھا گیا اور موسلا دھار مینہ شروع ہو گیا۔

غوثِ اعظمؒ کے خاندان کے چند بزرگوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ کس پائے کے لوگ تھے۔ اور جس خاندان میں ایسے اوصاف کی شخصیتیں موجود ہوں ان کے زیرِ سایہ پرورش اور تربیت پانے والے درجہ کمال کو کیوں نہ پہنچیں، پھر غوثِ اعظمؒ کے بارے میں تو یہ ثابت ہے کہ آپ مادر زاد ولی تھے بچپن ہی سے آپ سے باطنی کمالات ظاہر ہونے لگے تھے، گویا آپ کی روحانی تربیت قدرت ہی کی طرف سے ہو رہی تھی تاہم دنیوی اسباب نے آپ کے کمالات کو اور زیادہ زینت بخشی اور آپ نے معرفت اور روحانیت میں وہ مرتبہ حاصل کیا کہ افقِ غوثیت پہ آفتاب بن کر چمکے اور ایک دنیا نے آپ سے تابندگی حاصل کی۔

ولادت کی نشاندہی

جس طرح پیغمبرانِ عظام کے متعلق یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں علم کا خاص حصہ دیا جاتا ہے اور وہ وحیِ الٰہی کے ذریعہ سے بعض آئندہ ظہور میں آنے والے واقعات کی نشاندہی کر سکتے ہیں اسی طرح وہ عظیم ہستیاں جنہیں روحانی قوت کا وافر حصہ نصیب ہوجاتا ہے اپنے نورِ باطن کے ذریعہ پیش آئندہ باتوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ظاہر کر سکتے ہیں۔ پیش گوئیاں یا بشارتیں اسی ضمن میں آتی ہیں۔ چنانچہ اولیائے کرام کی زبان سے بعض ایسی باتوں کی قبل از وقت خبر مل سکتی ہے جو کسی نہ کسی وقت پردۂ دنیا میں ظاہر ہونے والی ہوتی ہیں۔

حضرت غوثِ پاک کی ولادت سے قبل بعض بزرگوں نے جن کی روحانی حیثیت مسلمہ ہے ان کی ولادت کے بارے میں مختلف صورتوں سے بشارتیں دی تھیں بعض کتابوں[1] میں ان بشارتوں کا ذکر آیا ہے مثلاً خلیل بلخیؒ اپنے وقت کے ممتاز اولیاء اللہ میں سے تھے انہوں نے اپنے کشف کے ذریعہ سے غوثِ پاک کی ولادت سے قبل اطلاع دی تھی کہ پانچویں صدی کے آخر میں عراق کے اندر محی الدین لقب سے ایک بزرگ کا ظہور ہوگا جو اپنے وقت کا قطب۔ غوث اور عظیم المرتبت ولی اللہ ہوگا۔ بہت سے لوگ اس کی پیروی کریں گے اور جس طرح زندگی میں ایک دنیا اس سے فیض حاصل کرے گی اسی طرح اس کی وفات کے بعد بھی دنیا اس کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوتی رہے گی۔

شیخ المشائخ ابوعبداللہ علیؒ نے بھی آپ کی ولادت کی طرف اشارہ کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ عنقریب سرزمینِ عراق میں ایک بہت بڑے بزرگ کا ظہور ہوگا۔ ان کا نام عبدالقادر ہوگا۔ اور تمام اولیاء کے سرتاج ہوں گے۔

شیخ ابو محمد بطاحی سے روایت ہے کہ شیخ ابوبکر حمادؒ نے غوثِ پاکؒ کی ولادت سے تقریباً تینتیس۳۳ سال قبل ایک مجلس میں فرمایا تھا کہ عنقریب عراق میں ایک بہت بڑے

---

[1] بہجۃ الاسرار" "اذکار الابرار" "اسرار المعانی وغیرہ

اولیاء اللہ پیدا ہوں گے جن کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلیں گے "قدمی ھذہٖ علی رقبۃ کل ولی اللہ" (میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے) مطلب یہ کہ میں تمام اولیا اللہ کا سرتاج ہوں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شیخ ابو بکر حرازؒ نے بشارت دیتے وقت غوث پاک کا نام بھی بتایا تھا۔

شیخ ابو بکر بن ہوار بطائحیؒ بڑے جلیل القدر بزرگ اور اولیا اللہ تھے۔ مشہور قبیلہ ہوار سے تعلق رکھتے تھے۔ بطائح کے علاقہ میں سکونت رکھتے تھے۔ جو بصرہ اور واسط کے درمیان ایک مقام تھا۔ آپ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ عراق کے اولیائے کرام آٹھ ہیں معروف کرخی، احمد بن حنبلؒ، بشر حافی، منصور بن عمار، جنید بغدادی، سری سقطی، سہیل بن عبداللہ تستری اور عبدالقادر جیلانی۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کے بارے میں لوگوں نے شیخ سے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ شیخ نے جواب دیا کہ اس بزرگ کا ظہور پانچویں صدی میں ہوگا یہ بغداد میں سکونت کریں گے اور وقت کے تمام اقطاب کے سردار ہوں گے۔

عراق کے مشائخ میں شیخ منصور بطائحی بہت اونچا درجہ رکھتے ہیں آپ مادر زاد ولی بیان کیے جاتے ہیں۔ صاحب کرامت بزرگ تھے اور بڑے عزت کے مالک تھے بہجۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ آپ نے ایک روز اپنی مجلس میں بیان فرمایا کہ عنقریب عبدالقادر نام ایک شخص کا ظہور ہوگا جو عارفوں میں بلند درجہ کا مالک ہوگا۔ وہ اپنے زمانہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے نزدیک سب سے عزیز ہوگا۔ شیخ نے اس بشارت کے موقعہ پر اپنے مریدوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر تم سے کوئی شخص اس وقت زندہ ہو تو اس بزرگ کی عزت و حرمت کو ملحوظ رکھے۔

شیخ ابو احمد عبداللہ بن احمد بن موسیٰ بڑے پائے کے بزرگ تھے۔ انہوں نے غوث پاکؒ کی ولادت سے تین چار سال قبل ان کے ظہور کی بشارت دی تھی فرمایا تھا کہ

عنقریب عجم کی سرزمین میں ایک شخص پیدا ہوگا جسے اپنے زمانے کے سب اولیاء اللہ میں اونچا درجہ نصیب ہوگا۔ وہ اپنی کرامات کی کثرت کے سبب ساری دنیا میں شہرت حاصل کریگا اور وہ کہے گا کہ "میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے"۔

شام کے مشائخ میں شیخ بنجی کا نام بہت مشہور ہے۔ بنج ایک مشہور اور پرانا قصبہ ہے جو غالباً اب موجود نہیں آپنے اپنی زندگی کے قریباً پچاس سال اسی جگہ بسر کیے اور یہیں وفات پائی۔ بنج کی نسبت سے آپ بنجی[1] کہلاتے ہیں آپ سے بعض لوگوں نے پوچھا کہ اس زمانے کا قطب کونسا ہے آپ نے فرمایا عنقریب عراق میں ایک جوان کا ظہور ہوگا جو بغداد میں لوگوں کو رشد وہدایت کی تلقین کرے گا اور کہے گا کہ "میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے" چنانچہ تمام اولیا اللہ اپنی گردنیں اس کے سامنے جھکا دیں گے اگر میں اس زمانہ تک زندہ رہا تو میں بھی اپنا سر اس کے سامنے جھکا دوں گا۔ اور جو شخص اس کی کرامات کی تصدیق کرے گا اور اس پر اپنا اعتقاد رکھے گا، اللہ تعالیٰ اسے نفع پہنچائے گا۔

شیخ المشائخ جنید بغدادی کے متعلق بیان کیا جاتا ہے[2] کہ ایک روز حالت مکاشفہ میں انہوں نے فرمایا "قدمہٗ علیٰ رقبتی۔ قدمہٗ علیٰ رقبتی" (اُن کا قدم میری گردن پر اُن کا قدم میری گردن پر) یہ فرمانے کے بعد آپ نے سر جھکا لیا اور دیر تک حالتِ استغراق میں رہے جب اس حالت سے باہر آئے تو پوچھا گیا کہ جو کچھ آپ نے فرمایا اس کا کیا مطلب تھا آپ نے جواب دیا پانچویں صدی ہجری کے اواخر میں عبدالقادر نام ایک بزرگ دنیا میں تشریف لائیں گے ان کا لقب محی الدین اور مولد گیلان ہے بغداد میں سکونت فرمائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرماویں گے "قدمی ھذہٖ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" میرا یہ قدم

[1] آپ کو "طیار" بھی کہتے ہیں اس لقب کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب آپ نے مشرقی ملکوں کی طرف جانا چاہا تو ایک منارہ پر چڑھ کر لوگوں کو اکٹھا کیا پھر آپ ہوا میں اُڑنے لگے اس کرامت کو دیکھ کر لوگوں نے آپکو طیار کہنا شروع کر دیا۔ ایک واقعہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے ایک دریا کو سجادہ پر بیٹھ کر بند کر دیا تھا چنانچہ آپ کو "غواص" بھی کہنے لگے۔ [2] مکاشفاتِ اولیا" میں شیخ موسیٰ سہروردی نے نقل کیا

تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے، چنانچہ مکاشفہ میں مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ ان کا قدم میری گردن پر ہو۔ چنانچہ اس خیال کے آتے ہی بے ساختہ میری زبان سے یہ الفاظ نکلے یعنی "ان کا قدم میری گردن پر ہے۔

بعض کتابوں[1] میں لکھا ہے کہ جب امام حسن عسکریؒ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنا سجادہ ایک معتمد بزرگ کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا کہ پانچویں صدی ہجری کے آخر میں ایک بزرگ کا ظہور ہوگا جن کا نام سید عبدالقادر ہوگا۔ یہ سجادہ دراصل اُن کے لیے ہے لہذا ایک دوسرے سے منتقل ہو کر ان تک پہنچنا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ سجادہ اسی طرح ایک دوسرے سے منتقل ہوتا ہوا آخر شوال ۴۹۷ھ میں ایک بزرگ نے اسے غوث اعظمؒ کی خدمت میں پیش کیا۔

ولادت

غوث اعظمؒ کی والدہ ماجدہ کی عمر ساٹھ سال کی تھی جب آپ تولد ہوئے آپ کی ولادت کو بھی آپ کی کرامت پر محمول کیا جاتا ہے اس لیے کہ اطباء کے نزدیک اس عمر میں اولاد کا ہونا غیر ممکن ہے مگر اللہ جل شانہٗ نے اپنی قدرت کاملہ سے اس ناممکن کو بھی آپ کی وساطت سے ممکن کر دکھایا۔ علاوہ ازیں آپ کی ولادت کے بارے میں دو دلچسپ واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ ولادت کی رات آپ کے والد بزرگوار نے خواب میں آنحضرتؐ کی زیارت کی۔ انہوں نے دیکھا کہ آنحضرتؐ اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں اے ابو صالح تجھے اللہ تعالیٰ نے نیک بچہ عطا فرمایا ہے جو میرے بچہ کے مانند ہے وہ میرا اور اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوگا اولیاء اللہ میں اس کا مرتبہ بہت بلند ہوگا۔

ایک اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ آپ کی ولادت کے روز گیلان کے سارے صوبے میں اور بھی کئی بچے پیدا ہوئے اور وہ بھی سب کے سب لڑکے ہی تھے۔ ایک بھی لڑکی

---

[1] مناقب غوثیہ اور تفریح الخاطر۔

پیدا نہ ہوئی۔ اس روز پیدا ہونے والے لڑکوں کی تعداد گیارہ سو کے قریب بیان کی جاتی ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس روز جتنے لڑکے پیدا ہوئے وہ قریباً سب اپنے زمانہ کے اولیا اور صالح مرد تھے اور اس واقعہ کو بھی حضرت غوثِ پاک کی کرامت یا برکت خیال کیا جاتا ہے۔[1]

ایامِ شیر خواری

آپ کو ایامِ شیر خوارگی کے زمانہ کا ایک حیرت انگیز واقعہ آپ کی والدہ ماجدہ کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے وہ فرماتی ہیں کہ عبدالقادر کی پیدائش کے وقت رمضان المبارک کا مہینہ شروع تھا۔ خدا کی قدرت کہ اس ماہ میں دن میں میری چھاتی سے دن کے وقت دودھ نہیں پیا کرتے تھے اور سارے علاقے میں اس بات کی شہرت ہوگئی تھی کہ فلاں بچہ رمضان المبارک کے باعث دن میں دودھ نہیں پیتا۔ ایک دفعہ آسمان ابر آلود تھا اس لیے لوگوں کو رمضان کا چاند دکھائی نہ دیتا تھا چنانچہ رمضان کے بارے میں لوگوں کو شبہ پڑ گیا کچھ لوگ میرے پاس آئے اور پوچھا کہ کیا تمہارے عبدالقادر نے آج دن میں دُودھ پیا؟ میں نے جواب دیا کہ نہیں پیا تب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ .... آج رمضان کی پہلی تاریخ ہے اگلے روز معتبر ذرائع سے اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ اس روز رمضان کا چاند نظر آ گیا تھا۔ تب یہ بات دُور دُور تک مشہور ہوگئی کہا جانے لگا کہ ایک مبارک بچہ پیدا ہوا ہے جو رمضان میں دن کے وقت دُودھ نہیں پیتا۔[2]

لڑکپن

ابھی آپ نے ہوش نہیں سنبھالا تھا اور سن تمیز کو نہ پہنچے تھے کہ آپ کے والد ماجد کو پیامِ اجل آ پہنچا اور آپ آغوشِ پدری سے محروم ہو گئے یتیمی کا داغ

[1] مناقب غوثیہ صہ [2] بہجۃ الاسرار صف ۸۹، اذکار الابرار صف ۳۳، ترغیب المناظر صف ۸۔ اسی ضمن میں حضرت غوث اعظم کا اپنا ایک شعر بھی پیش کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ۔

بدایتہ امری ذکرہا ملاءُ الفضا   وصومی فی مہدی بہ کان۔

(یعنی میرے ابتدائی حالات کے ذکر سے سارا عالم بھرا پڑا ہے اور گہوارہ میں میرا روزہ رکھنا مشہور ہے۔)

اٹھانا پڑا چنانچہ آپ کے بزرگ نانا نے اپنے کنارِ عاطفت میں لے لیا اور بڑی شفقت اور توجہ سے آپ کی پرورش کی۔ آپ اپنے ہم عمروں کے ساتھ نہیں کھیلا کرتے تھے۔ جب کبھی کھیلنے کا خیال آتا تو غیب سے ایک ہدایت آپ کے کانوں میں سنائی دیتی۔ آپ کے فرزند عبد الرزاق کا بیان ہے کہ ایک دن غوثِ اعظم نے فرمایا کہ جب کبھی میں دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلنے کا ارادہ کرتا تو ایک آواز مجھے سنائی دیتی "الیَّ مبارک" (اے خدا کے برکت دیئے ہوئے میری طرف آ)[1] یہ آواز سنتے ہی میں ڈر جاتا اور کھیل کود کا خیال ترک کر کے دوڑ کر اپنی والدہ کی گود میں جا بیٹھتا۔ آواز دینے والا مجھے کہیں نظر نہ آتا۔ اب بھی کبھی کبھی جب میں عالم استغراق میں ہوتا ہوں یہ آواز مجھے سنائی دیتی ہے[2]۔

ابتدائی تعلیم آپ کی والدہ محترمہ نے بھی اپنی تمام تر توجہات آپ کی عمدہ تربیت پر مرکوز کر دیں۔ پانچویں سال میں قدم رکھتے ہی آپ مکتب میں بٹھا دیئے گئے دس سال کی عمر میں آپ نے ابتدائی تعلیم میں بہت کچھ مشق حاصل کر لی۔ اور سترہ سال کی عمر تک جیلان ہی میں رہ کر تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اس دوران میں علم کی تشنگی برابر بڑھتی گئی ترقی اور حصول کمال کی اُمنگ زوروں پر تھی۔

سفرِ بغداد اس عہد میں بغداد علم و فضل کا مرکز تھا تہذیب و تمدن کے لحاظ سے بھی بغداد کو بہت شہرت حاصل تھی وہاں اعلیٰ درجہ کی درس گاہیں موجود تھیں۔ آپ کے دل میں بھی خواہش پیدا ہوئی کہ وہاں جا کر علم حاصل کریں چنانچہ والدہ محترمہ سے اجازت طلب کی کوئی اور عورت ہوتی تو شاید اپنے بچے کو اتنی دور دراز جگہ پر بھیجنے کے لیے کبھی راضی نہ ہوتی کیونکہ اس زمانہ میں آج کل کی طرح آمد و رفت کے ذرائع نہ تھے۔ دور کا سفر کرنا خطرے سے خالی نہ ہوتا تھا حضرت غوث پاک کی والدہ انہیں تنہا بھیجنے پر راضی تو نہ ہوئیں مگر یہ جان کر کہ بچے کا فائدہ اسی میں ہے انہیں بخوشی اجازت دے دی۔

---

[1] یعنی میں نے تجھے اپنے لیے پیدا کیا ہے کھیل کود کے لیے پیدا نہیں کیا۔ [2] اخبار الاخیار

حضرت غوثِ پاک یہ واقعہ خود بیان کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے مجھے سفر کی اجازت دے دی۔ میرے والد نے ترکہ میں اسّی دینار چھوڑے تھے۔ والدہ یہ رقم میرے پاس لے آئیں۔ میں نے اُس میں سے چالیس دینار اپنے بھائی کے لیے علیحدہ کر دیے اور باقی چالیس میں نے سفر کے لیے رکھ لیے۔ یہ چالیس دینار میری والدہ نے میری گدڑی میں بغل کے نیچے سی دیے اور میرے حق میں دعا کی۔ بعد ازاں نصیحت کی کہ بیٹا ہمیشہ سچ بولنا کبھی جھوٹ بات منہ سے نہ نکالنا، اس کے بعد مجھے رخصت کرنے کے لیے گھر سے باہر آئیں جب میں جانے لگا تو والدہ نے ایک سرد آہ بھری اور کہا بیٹا! میں تجھے اللہ کے سپرد کرتی ہوں وہی تیرا محافظ اور تیرا نگہبان ہے۔

قزاق باخدا بن گئے

والدہ سے رخصت ہو کر میں ایک قافلہ کے ساتھ ہو گیا جو بغداد کو جا رہا تھا جب قافلہ ہمدان سے آگے بڑھا تو اچانک ساٹھ ڈاکو ہم پر حملہ آور ہوئے۔ انہوں نے قافلہ کا سارا مال و اسباب لوٹ لیا مگر مجھ سے کسی ڈاکو نے کچھ نہ پوچھا۔ بالآخر کچھ دیر بعد ایک ڈاکو میرے قریب آ ہی گیا، پوچھا کیا تیرے پاس کچھ ہے؟ میں نے سچ سچ کہہ دیا کہ ہاں میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ ڈاکو سمجھا کہ میں اس سے مذاق کر رہا ہوں چنانچہ وہ چلا گیا۔ اس کے بعد ایک اور ڈاکو میرے پاس آیا اور وہی بات پوچھی میں نے اس کو بھی یہی جواب دیا وہ بھی میری بات کو مذاق سمجھ کر چلا گیا

وہ دونوں ڈاکو اپنے سردار کے پاس گئے تو میرے متعلق اسے بتایا۔ سردار نے اُن سے کہا کہ اس لڑکے کو میرے پاس لاؤ چنانچہ وہ دونوں بھاگے بھاگے آئے اور مجھے پکڑ کر اپنے سردار کے پاس لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ وہ لوگ ایک ٹیلے پر بیٹھے آپس میں لوٹ کا مال تقسیم کر رہے تھے۔

مجھے دیکھتے ہی سردار بولا تمھارے پاس کیا ہے؟ سچ سچ بتاؤ۔ میں نے کہا میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ اس نے پوچھا کہاں ہیں؟ میں نے جواب دیا بغل کے نیچے گدڑی میں سلے

ہوئے ہیں۔ اُس نے گدڑی کو ادھیڑ کر دیکھا تو چالیس دینار برآمد ہوئے۔

سردار نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا اے لڑکے! تم اچھی طرح جانتے ہو کہ ہم ڈاکو ہیں۔ جو کچھ ہمیں ملتا ہے ہم لوٹ لیتے ہیں۔ پھر تم نے ہم سے خوف کھا کر اس بھید کو پوشیدہ کیوں نہ رہنے دیا۔ سچ بتانے کی کیا ضرورت تھی میں نے جواب دیا میری والدہ نے سفر کرنے سے پہلے مجھے نصیحت کی تھی کہ ہمیشہ سچ بولنا، کبھی جھوٹ کے قریب تک نہ جانا میں والدہ کی نصیحت کو چھوڑ کر محض چالیس دیناروں کے لیے کیوں جھوٹ بولتا۔

وہ سردار میری بات سن کر اس قدر متاثر ہوا کہ آنکھوں میں آنسو بھر آئے اس نے ایک آہ کھینچی اور کہا ایک تم ہو کہ اپنی والدہ کا عہد نہیں توڑتے اور ایک میں ہوں کہ اتنے سالوں سے اپنے رب کا عہد توڑ رہا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ ڈاکو میرے قدموں پر گر پڑا اور میرے ہاتھ پر توبہ کی، قافلے کا سارا مال و اسباب اہل قافلہ کو واپس کر دیا۔

غوثِ اعظمؒ فرماتے ہیں کہ یہ پہلا موقعہ تھا کہ لوگوں نے میرے ہاتھ پر توبہ کی۔ ڈاکوؤں کے سردار کا نام احمد بدوی بیان کیا جاتا ہے۔

عبرت و بصیرت

یہ واقعہ اپنے اندر عبرت و بصیرت کا پہلو لیے ہوئے ہے وہ ڈاکو جن کی مردم آزاری اور دہشت خیزی نے نہ جانے کتنے بے گناہوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا اور کس قدر تباہی مچا رکھی تھی۔ آج اپنی زبان سے اپنے ظلم کا اعتراف کر کے خدا کے حضور توبہ و استغفار کر رہے تھے سب ڈاکو زار و قطار رو رہے تھے۔ احمد بدوی ایک نامور خوفناک اور بڑا خونخوار ڈاکو تھا، لوگ اس کے نام سے لرزتے تھے مگر ایک کم سن بچے کی صداقت اور اللہ کی مہربانی سے اس کی کایا ہی پلٹ گئی۔ وہ اور اس کے دوسرے ساتھی مقرب بارگاہ بنے اور ولایت کے منصب پر فائز ہوئے۔ غوث پاک کی زندگی کا یہ پہلا واقعہ تھا کہ نادانستہ اور غیر ارادی طور پر دنیا کو آپ کے ہاتھ سے ہدایت ملی اور ایک گروہ کا گروہ آپ کے ہاتھ پر تائب ہوا

تحصیل علم ابتدائی تعلیم آپ اپنے وطن ہی میں حاصل کر چکے تھے چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذہن رسا عطا فرمایا تھا اس لیے آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی صلاحیتیں دیکھ کر آپ کو بڑی توجہ سے پڑھانا شروع کر دیا تھا پھر نانا نے آپ کی تعلیم میں اسی طرح دلچسپی لی چنانچہ آپ نے چند درسی کتابیں پڑھ لی تھیں اور تھوڑا سا قرآنِ کریم بھی حفظ کر لیا تھا۔ بغداد پہنچنے پر علمائے کرام و ائمۂ عظام سے علم شریعت میں استفادہ فرمانے لگے۔

باب ۲

ورودِ بغداد

بغداد میں چار سو میل سے زائد کا خطرناک اور بے حد تکلیف دہ سفر طے کرنے کے بعد آپ صفر ۴۸۸ھ میں بغداد پہنچے[۱] اور ابوطالب بن یوسف سے قرآن کریم حفظ کرنے لگے۔

علم فقہ اور اصول آپ نے مختلف علمائے کرام کی خدمت میں رہ کر سیکھا اور طویل مدت تک ان سے استفادہ کرتے رہے۔ آپ کے بعض اساتذہ کے نام یہ ہیں۔

ابوالوفا علی بن عقیل حنبلی، ابوالحسن محمد بن قاضی ابویعلٰے، ابوالخطاب محفوظ الکلوذانی الحنبلی، محمد بن حسین بن محمد فرا حنبلی اور قاضی ابوسعید مبارک بن علی مخرمی حنبلی[۲]۔

جن اساتذہ کرام سے آپ نے علم حدیث میں استفادہ کیا ان میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

ابوطالب عبدالقادر بن محمد بن یوسف، ابوالحسن بن مبارک[۳]، ابوطاہر عبدالرحمٰن بن احمد، ابوالبرکات ہبتہ اللہ بن المبارک[۴]، ابوغالب محمد بن حسن الباقلانی، محمد بن علی بن ہیمون انوسی، ابوعنان

۱؎ تاریخ علامہ ذہبی ہیں سند اولیاء ابومحمد شیبانی نے آپ کے وُرودِ بغداد کی یہی تاریخ تحریر کی ہے۔ اس سال خلیفہ بغداد مقتدی بامر اللہ کی وفات ہوئی اور مستظہر باللہ اٹھارہ سال کی عمر میں مسندِ خلافت پر بیٹھا۔

۲؎ قلائد الجواہر و بہجۃ الاسرار ۳؎ یہ بزرگ ابن الطیوری کے نام سے بھی مشہور ہیں ۴؎ حضرت غوث پاک نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں متعدد مقامات پر ہبتہ اللہ بن مبارک کے اسناد کے حوالے دیے ہیں۔

اسماعیل بن محمد الاصبہانی، ابوالقاسم علی بن احمد بن بنان الکرخی، ابوبکر احمد بن المظفر، ابو محمد جعفر بن احمد الحسین القاری السراج، ابوسعید محمد بن عبد الکریم ابو العنبر محمد بن مختار الہاشمی، ابو غالب احمد، ابوسفور عبد الرحمٰن القنزاز، ابو البرکات طلحہ العاقولی ابو عبد اللہ یحییٰ اولاد النباء۔[1]

علامہ ابوزکریا یحییٰ بن علی تبریزی سے آپ نے علم ادب میں استفادہ فرمایا۔ ابوزکریا بہت بلند پایہ ادیب اور انشاء پرداز تھے۔ بغداد کے "مدرسہ نظامیہ" میں علم ادب کے مدرس اعلیٰ تھے۔ آپ بہت سی کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ کی بعض کتابوں کے نام یہ ہیں:۔

شرح القصائد العشر، تفسیر القرآن والاعراب، شرح اللمع، الکافی فی علمی العروض والقوافی، شرح دیوانِ حماسہ، شرح دیوانِ متنبیؔ، شرح دیوان ابی تمام، شرح الدریدیہ، شرح المفضلیات، تہذیب الاصلاح۔

مصائب و آلام گیلان سے بغداد تک کا سفر آپ نے جن مصیبتوں سے طے کیا ہوگا انہیں بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ چار سو میل سے زائد کا فاصلہ پیادہ پا طے کرنا پھر جنگلوں بیابانوں اور پہاڑوں پر سے گزر کر جانا کوئی آسان کام نہیں مگر اعلیٰ تعلیم کے شوق میں آپ نے ان مشکلات کی کچھ پروا نہ کی اور قسم قسم کی تکالیف و مصائب برداشت کرتے ہوئے وارد بغداد ہوئے۔ روانگی کے وقت جو رقم پاس تھی ظاہر ہے کہ اس طویل سفر میں وہ صرف ہو گئی ہو گی۔ چنانچہ بغداد پہنچنے پر آپ کو فقر و فاقہ سے بسر کرنا پڑا۔ بغداد آئے بیس روز گزر چکے تھے اس دوران میں کچھ کھانے کو نہ ملا۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ میں تنگ آکر ایوانِ کسریٰ کے ویرانے کی طرف نکل گیا۔ یہ وہی ایوان ہے جس کے چودہ کنگرے آنحضرتؐ کی وفات کے روز متزلزل ہو کر گر گیے تھے۔ غوثِ اعظم فرماتے ہیں کہ اس مقام پر میں نے ستر

---

[1] قلائد الجواہر

اولیاء کو دیکھا جو میری ہی طرح مباحات کی تلاش میں پھر رہے تھے میں نے دل میں خیال کیا کہ ان کے کام میں دخل دینا اچھا نہیں چنانچہ میں بغداد کو واپس ہو گیا۔

جب آپ واپس آرہے تھے تو راستہ میں آپ کے وطن کا ایک شخص ملا جسے آپ اچھی طرح پہچانتے نہ تھے۔ اس نے سونے کی ایک ڈلی آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ یہ آپ کی والدہ نے آپ کے لیے بھیجی ہے۔ آپ نے ڈلی لے لی۔ اور واپس اسی ویرانے کو چلے گیے۔ ڈلی میں سے تھوڑا سا ٹکڑا اپنے لیے رکھ لیا اور باقی ان ستر اولیاء اللہ میں تقسیم کر دیا جو قوت لایموت کے لیے پریشان حال پھر رہے تھے۔ انہوں نے آپ سے پوچھا کہ یہ کہاں سے لائے ہیں آپ نے جواب دیا کہ میری والدہ نے میرے لیے بھیجی تھی میں نے پسند نہ کیا کہ سب خود رکھ لوں اور تم لوگوں کو اس میں سے حصّہ نہ دوں۔

اس کے بعد آپ بغداد تشریف لے آئے۔ سونے کے ٹکڑے سے کھانا خریدا کچھ اور فقراء کو بھی بلا کر ساتھ بٹھایا اور سب نے مل کر کھایا۔

آپ نے اپنی قدرتی اور انسانی ضروریات، خواہشات اور لذّات پر کس طرح قابو پایا اور کیا کیا تکلیفیں جھیلیں، ذیل کے واقعات سے اس کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

پہلا واقعہ شیخ عبداللہ سلمیٰ اپنے وقت کے عالم تھے۔ غوث پاک سے اکثر صحبت رہی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ عبدالقادرؒ کی زبان سے سنا کہ ایک مرتبہ میں کئی روز سے فاقوں سے تھا اور بھوک کی شدت نے بیتاب کر رکھا تھا کہ اتفاق سے میں ایک محلہ میں جا نکلا۔ وہاں ایک شخص نے ایک ملفوف کاغذ میرے ہاتھ میں دیا میں اسے لے کر ایک دکان پر گیا اور اس کے عوض روٹی اور حلوہ لے کر مسجد میں اسی جگہ جا بیٹھا جہاں میں تنہا بیٹھ کر سبق یاد کر رہا تھا۔

میں نے کھانا سامنے رکھ لیا اور سوچنے لگا کہ اسے کھاؤں یا نہ کھاؤں اتنے میں میری نظر سامنے دیوار کے سایہ پر پڑی جہاں ایک ملفوف کاغذ رکھا تھا میں نے کاغذ اٹھا کر پڑھا اس میں لکھا تھا کہ اللہ تعالےٰ نے سابقہ کتابوں میں سے کسی ایک کتاب میں فرمایا ہے کہ خدا کے شیروں کو لذتوں اور خواہشوں سے کیا مطلب، یہ چیزیں تو صرف ضعیف اور کمزور لوگوں کے لیے ہیں تاکہ وہ ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت کر سکیں۔

غوث اعظم نے فرمایا یہ عبارت پڑھتے ہی میرے بدن پر لرزہ طاری ہو گیا۔ خوف الٰہی سے میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میرا ہر عضو کانپنے لگا۔ میں نے روٹی کے نیچے سے اپنا رومال نکال لیا۔ روٹی کو وہیں چھوڑا اور مسجد کے دوسرے گوشے میں چلا گیا۔ وہاں میں نے دو رکعت نماز ادا کی پھر وہاں سے چلا آیا۔

دوسرا واقعہ اسی طرح کا ایک اور واقعہ خود غوث اعظمؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ بغداد میں سخت قحط پڑا۔ کھانے کو کچھ نہ ملتا تھا مجھے بھی تنگدستی اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ کئی روز تک فاقے کرنے پڑے۔ ایک روز جب بھوک نے سخت غلبہ کیا اور مجھ سے برداشت نہ ہو سکا تو میں دوڑتا ہوا دریائے دجلہ کی جانب گیا تاکہ وہاں درختوں کے پتے یا سبزہ وغیرہ جو کچھ ملے کھا کر بھوک کو کم کر سکوں۔ مگر جہاں جاتا وہاں پہلے ہی سے بہت سے لوگ موجود ہوتے۔ انہیں بھی میری طرح ایسی ہی چیزوں کی تلاش تھی۔ اگر کہیں کوئی شئے مجھے مل جاتی تو دوسرے لوگ وہاں ہجوم کر آجاتے بالآخر میں شہر واپس آ گیا۔

بھوک کا غلبہ بڑھتا جا رہا تھا اور میں کھانے کی تلاش میں گلیوں میں مارا مارا پھرتا تھا ایک مسجد کے قریب پہنچا۔ اس وقت میں بھوک سے بہت بے حال ہو رہا تھا یہاں تک کہ میرے اوسان خطا ہونے لگے تھے۔ میں دوڑ کر مسجد کے ایک گوشے

میں جا بیٹھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد ایک جوان مسجد میں آیا اس کے پاس نان اور بھنا ہوا گوشت تھا۔ وہ بیٹھ کر کھانے لگا بھوک میں بے اختیاری سے میرا یہ حال تھا کہ جب وہ شخص لقمہ لینے کے لیے منہ کھولتا تو میں بھی بے اختیار ہو کر اپنا منہ کھول دیتا میں نے اپنے آپ کو اس حرکت پر ملامت کی اور دل میں کہا اے نفس کچھ تو خیال کر، اپنے آپ پر بھروسہ کر آخر توکل بھی تو کوئی چیز ہے، اس قدر بے صبر کیوں ہوتا ہے۔

اس نوجوان نے مجھے دیکھ لیا اور کہا آؤ تم بھی میرے ساتھ کھاؤ میں نے انکار کیا مگر وہ اصرار کرتا رہا جب اس کا اصرار حد سے بڑھا تو میں اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا۔ اور تھوڑا سا کھا لیا پھر وہ شخص مجھ سے میرے حالات دریافت کرنے لگا کہ تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو، یہاں کیا کرتے ہو میں نے جواب دیا کہ جیلان کا باشندہ ہوں یہاں پر فقہ کا علم سیکھتا ہوں۔ میری باتیں سن کر وہ نوجوان بہت خوش ہوا کہنے لگا میں بھی جیلان کا رہنے والا ہوں۔ پھر مجھ سے کہنے لگا کیا تم جیلان کے ایک شخص عبدالقادر کو جانتے ہو۔ میں نے کہا وہ تو میں ہی ہوں یہ سن کر وہ گھبرایا، اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا اچانک اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور سخت بے چینی کے عالم میں بولا، بھائی میں کئی دن سے تمہیں ہی تلاش کر رہا ہوں۔ مگر تمہارا کچھ پتہ نہ ملا جب میں گیلان سے چلا تو تمہاری والدہ نے تمہارے لیے آٹھ دینار میرے ہاتھ بھیجے۔ میں بغداد پہنچا تو تمہاری تلاش کرنے لگا اس دوران میں میرا اپنا روپیہ خرچ ہو گیا اور فاقوں تک نوبت جا پہنچی۔ جب بھوک نے نڈھال کر دیا تو میں نے سوچا پے در پے فاقہ ہونے کی حالت میں تیسرے روز مردار کھانے کی اجازت ہے، چونکہ آج مجھے تیسرا فاقہ تھا اس لیے میں نے امانت میں سے کھانا خریدا اور یہ کھانا جو ہم نے کھایا ہے تمہارے ہی پیسوں سے خریدا ہوا ہے یہ اب تمہاری ملکیت ہے

میری ملکیت نہیں۔ میں نے تمہاری امانت میں خیانت کی ہے اور اس ارتکاب پر تم سے معافی کا خواستگار ہوں۔

میں نے اس شخص کو تسلی دی اور کہا کہ فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہم دونوں سے جو کھانا بچ گیا تھا۔ وہ کھانا میں نے اس شخص کو دے دیا اس کے علاوہ اپنی رقم میں سے اُسے کچھ رقم بھی دی اور رخصت کر دیا۔

یہ تھا حضرت غوثِ اعظم کا توکل کہ مل گیا تو کھایا ورنہ صبر و شکر کر کے برداشت کیا۔ نہ کسی سے گلہ نہ شکوہ۔

تیسرا واقعہ غوثِ پاکؓ کے زمانہ میں شیخ عبد اللہؒ جبائی بغداد کے اکابر مشائخ میں سے تھے بڑے صاحبِ کرامت ولی تھے۔ آپ کی عمر کا بہت سا حصہ غوثِ اعظم کی صحبت میں گزرا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن شیخ عبد القادر نے مجھے بتایا کہ میں ایک روز کسی جنگل میں بیٹھا سبق یاد کر رہا تھا۔ فاقہ اور تنگ دستی سے میری بُری حالت تھی۔ بھوک نے بے حد پریشان کر رکھا تھا۔ اسی اثنا میں ہاتفِ غیبی نے آواز دی اے عبد القادر کسی سے قرض مانگ لے تاکہ علم حاصل کرنے میں تجھے دقت پیش نہ آئے میں نے جواب میں کہا کہ میں کنگال اور مفلس آدمی ہوں میرے پاس ایک حبہ تک نہیں اس لیے کس منہ سے قرض مانگوں۔ اگر کسی سے قرض لے بھی لوں تو ادا کیسے کروں گا۔ ہاتف نے آواز دی، تم اطمینان رکھو، تمہارے قرض کی ادائیگی ہمارے ذمہ ہے۔

فرماتے ہیں یہ آواز سن کر ایک نانبائی کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے اس شرط پر روزانہ ڈیڑھ روٹی دے دیا کرو کہ اگر مجھے کہیں سے کچھ مل گیا تو میں تمہارا قرض ادا کر دیا کروں گا اور اگر میں مر گیا تو تم اپنا قرضہ مجھے معاف کر دینا۔ نانبائی میری یہ بات سن کر رو دیا اور کہنے لگا میری طرف سے اجازت ہے جو تمہارا جی چاہے میرے دکان سے لے جایا کرو۔ چنانچہ میں روزانہ ڈیڑھ روٹی اس کی دکان سے لے آتا۔

۱؎ یہ واقعہ قلائد الجواہر میں درج ہے اور یہ روایت ابو بکر تیمی سے منسوب کی گئی ہے۔

ایک طویل عرصے تک میں یہی کرتا رہا روزانہ ڈیڑھ روٹی اس کی دکان سے لاکر کھاتا رہا مگر اس دوران میں اسے کچھ ادا نہ کیا۔ میں نے دل میں سوچا یہ بہت نامناسب بات ہے کہ کھائے تو جاتا ہوں مگر اسے ادا کچھ نہیں کرتا۔ یہ خیال آتے ہی ہاتف غیبی کی آواز سنائی دی کہ اے عبدالقادر فلاں دکان پر جاکر جو کچھ وہاں نظر آئے اٹھاکر نانبائی کو دے دو۔ میں اس دکان پر گیا۔ وہاں سونے کا ایک ٹکڑا رکھا تھا میں نے اسے اٹھالیا اور جاکر اس نانبائی کو دیدیا۔

چوتھا واقعہ شیخ ابو محمد عبداللہ جبائی[1] ہی ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر نے ایک بار مجھ سے کہا کہ بغداد کے کچھ لوگ علم فقہ سیکھنے میں مصروف تھے۔ جب فصل پکنے کے دن آتے تو یہ لوگ ایک گاؤں میں چلے جاتے وہاں سے کچھ اناج مانگ کر لے آتے اور اس پر گزارا کرتے۔ ایک مرتبہ انہوں نے مجھے بھی اپنے ساتھ چلنے کو کہا میں اس وقت کم عمر تھا ان کے ساتھ چلا گیا جس گاؤں میں یہ لوگ پہنچے اس کا نام یعقوبا تھا۔ وہاں ایک متقی اور پرہیزگار شخص رہتا تھا جس کا نام شریف تھا۔ اور شریف یعقوبی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ میں اسے ملنے کے لیے گیا۔ کچھ دیر تک باتیں ہوئیں گفتگو کے دوران اس نے مجھ سے کہا کہ طالبانِ حق کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا کرتے۔ یہ کہنے کے بعد اُس نے مجھے خاص طور پر تاکید کی کہ کسی سے سوال نہ کیا کرو۔ چنانچہ میں نے اُن کی نصیحت پر عمل کیا اور کبھی کسی سے کچھ نہ مانگا۔

بے پناہ شدائد غوثِ اعظم نے غریب الوطنی میں تحصیل علم کی خاطر جو بے پناہ شدائد اور سختیاں جھیلیں ان کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ اگر وہ

---

[1] شیخ عبداللہ جبائی ملک شام میں پیدا ہوئے آپ کا والد نصرانی تھا۔ آپ بچے ہی تھے کہ والد وفات پاگئے چنانچہ گیارہ سال کی عمر میں آپ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ ۵۴۰ھ میں تحصیل علم کے لیے بغداد آئے۔ غوثِ اعظم کی وفات کے بعد آپ اصفہان چلے گئے اور وہیں ۵۰۵ھ میں وفات پائی۔ (قلائد الجواہر)

سختیاں پہاڑ پر گزرتیں تو وہ بھی پھٹ جاتا۔ آپ فرماتے ہیں جب چاروں طرف سے مصیبتیں مجھے گھیر لیتیں اور میں بے حد پریشان ہو جاتا تو زمین پر لیٹ کر بار بار یہ آیت کریمہ تلاوت کرتا: فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا "بیشک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔ بیشک تنگی کے ساتھ آسانی ہے" اس کے بعد میں زمین سے اٹھ کھڑا ہوتا تو یوں محسوس کرتا جیسے میری سب تکلیفیں دور ہو گئیں۔

فرماتے ہیں طالب علمی کے زمانہ میں جب میں مشائخ کرام سے علم فقہ پڑھا کرتا تھا تو سبق پڑھ کر بغداد سے نکل جایا کرتا تھا۔ اس دوران میں آندھی، جھکڑ، بارش اولے غرض سب کچھ برداشت کرتا۔ میرا لباس یہ تھا کہ صوف کا ایک جبہ پہنے ہوتا تھا سر پر چھوٹا سا عمامہ بندھا رہتا، پاؤں برہنہ ہوتے اس حالت میں پتھروں اور اینٹوں پر بے کھٹکے پھرتا رہتا، درختوں کے پتے، ساگ کونپلیں کاہو وغیرہ دریائے دجلہ کے کنارے مل جاتے اور انہیں پکا کر پیٹ بھر لیتا غرض کوئی مصیبت ایسی نہ تھی جسے میں برداشت نہ کر لیتا۔

حصول تعلیم کے سلسلہ میں غوثِ پاک کو اس قدر دشواریاں پیش آئیں اور ایسی تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا کہ کوئی اور شخص ہوتا تو شاید اس کا ذہنی توازن ہی برقرار نہ رہ سکتا مگر غوثِ پاک نے ان کی مطلق پروا نہ کی۔ وہ اللہ پر توکل کیے ہر بات کو صبر و شکر کے ساتھ برداشت کرتے رہے اور نہ صرف علم فقہ میں کمال حاصل کیا بلکہ علم قرأت، علم تفسیر، علم حدیث، علم کلام، علم فراست، علم تاریخ، علم انساب، علم لغت، علم ادب، علم نحو، علم عروض، علم مناظرہ میں بھی ایسا ملکہ حاصل کیا اور وہ شہرت اور ناموری پائی کہ نہ صرف علمائے بغداد بلکہ وقت کے تمام عالموں سے سبقت لے گئے ۴۹۶ھ میں ان تمام علوم کی سند تکمیل حاصل کی۔[۱]

---

[۱] اذکار الابرار۔

آثارِ ولایت

آپ کی ایامِ شیر خوارگی کا واقعہ ابتدا میں بیان کیا جاچکا ہے کہ آپ رمضان کے مہینہ میں دن کے وقت والدہ کی چھاتی سے دودھ نہیں پیتے تھے۔ آپ کے مادر زاد ولی ہونے کی علامتوں میں سے یہ بھی ایک علامت تھی۔ اس کے علاوہ آپ کے بچپن کی بعض اور کرامتیں بھی کتابوں میں درج ہیں۔

بچپن ہی میں آپ کی پیشانی سے تقدس اور پاکیزگی کی علامات ظاہر تھیں آپ کے عادات و اطوار بھی اس بات کے مظہر تھے کہ یہ بچہ بڑا ہو کر یقیناً کسی اونچے درجے کو پہنچے گا پھر عالم شباب میں بغداد کے اندر آپ نے تحصیل علم کے سلسلہ میں جو مشقتیں اٹھائیں ان کا ذکر بھی اوپر آچکا ہے۔ یہ سب امور اس بات کی شہادت دے رہے تھے کہ یہ ہلالِ اقطاب عالم پر بدر بن کر چمکے گا۔

آپ کے آثارِ ولایت کے بارے میں ایک واقعہ آپ ہی کی زبان سے اس طرح نقل کیا گیا ہے[1] کہ "جب میں پہلی دفعہ حجِ بیت اللہ کو گیا اس وقت میں عین عالم شباب میں تھا جب میں منارہ ام القرون[2] کے قریب پہنچا تو یہاں پر شیخ عدیؒ[3] بن مسافر سے میری ملاقات ہوئی آپ بھی اس وقت عین عالم شباب میں تھے۔ آپ نے مجھ سے پوچھا

---

[1] سیرتِ غوثِ اعظم از مولانا محمد داؤد ص۵۲ [2] یہ منارہ مکہ معظمہ کے راستے میں واقع ہے سلطان جلال الدولہ ملک شاہ بن الپ ارسلان (متوفی ۴۸۵ھ) ایک سال بطور مشایعت حاجیوں کے ساتھ نکلا واپس آتے ہوئے اس نے شکار کے لیے ایک حلقہ بنایا اور بہت سے جانور شکار کیے پھر ان کے سینگوں اور کھروں سے ایک منار بنایا جو منارہ القرون (سینگوں کا منارہ) کے نام سے مشہور ہوا امام یاقوت حموی کہتے ہیں کہ یہ منارہ اب تک موجود ہے۔ کذا فی معجم البلدان۔ [3] آپ طائفہ عدویہ کے امام ہیں، دمشق کے مغرب میں قریہ "بیت الفار" کے اندر تولد ہوئے۔ بغداد میں حضرت غوث پاک شیخ حماد دباس اور شیخ عقیل منبجی وغیرہ اولیاء اللہ کی صحبت سے مشرف ہوئے پھر کوہ ہکار میں گوشہ نشین ہوگئے اور وہیں نوے سال کی عمر میں ۵۵۷ھ میں وصال فرمایا دیکھیں قلائد ص۵ و بہجۃ الاسرار ص۱۵۰۔

کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا کہ معظمہ جا رہا ہوں پھر آپ نے پوچھا کیا میرا اور آپ کا ساتھ ہو سکتا ہے، میں نے کہا کیوں نہیں، ہزار مرتبہ۔

غرض پھر دونوں چل پڑے۔ اثنائے راہ میں ہمیں ایک برقعہ پوش نحیف البدن نوعمر حبشیہ لڑکی ملی۔ یہ لڑکی میرے بالمقابل کھڑی ہو گئی اور میرے چہرے کی طرف تیز نگاہ سے دیکھ کر کہنے لگی آپ کہاں کے رہنے والے ہیں میں نے کہا میں بغداد کا رہنے والا ہوں پھر کہنے لگی آپ نے آج مجھے بہت تھکایا ہے میں نے کہا وہ کس طرح بولی میں بلاد حبشہ میں تھی مجھے اس وقت مشاہدہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے دل پر تجلی کی اور آپ کو اپنا وہ فضل و کرم عطا کیا جو زمانہ حال میں کسی کو عطا نہیں ہوا اس لیے بے اختیار ہو کر میرے دل نے چاہا کہ میں آپ سے ملاقات کروں پھر اس نے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ آج دن بھر میں آپ دونوں صاحبوں کے ہمراہ رہوں آپ ہی کے ساتھ روزہ افطار کروں میں نے کہا سر آنکھوں پر۔

اس کے بعد وہ وادی کے ایک طرف چلنے لگی اور ہم دونوں دوسری طرف جب مغرب کا وقت آیا اور افطار کا وقت ہو چکا تو آسمان سے ہماری طرف ایک طباق اترا جس میں روٹیاں، سرکہ اور کچھ ترکاری تھی۔ یہ دیکھ کر اس حبشیہ نے کہا۔

الحمد للہ الذی اکرمنی واکرم ضیفی انہ لذالک اھل فی کل لیلۃ یزال علی رغیفان واللیلۃ ستۃ اکرام لا ضیافی۔	اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے میری اور میرے مہمانوں کی عزت کی کیونکہ ہر رات میرے لیے دو روٹیاں اترا کرتی تھیں اور آج چھ اتریں۔

پھر ہم تینوں نے دو دو روٹیاں کھائیں۔ اس کے بعد پانی کے کوزے اترے ان میں سے ہم نے پانی پیا۔ یہ پانی حلاوت اور لذت میں دنیا کے پانی سے مشابہ نہ تھا۔

پھر وہ حبشیہ ہم سے رخصت ہو کر چلی گئی اور ہم مسافت طے کر ا کے مکہ معظمہ پہنچ گیے۔

ایک روز ہم طواف کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے افاضۂ انوار سے شیخ عدی پر احسان کیا۔ شیخ عدی پر غشی طاری ہو گئی اور وہ ایسے بے ہوش ہوئے کہ دیکھنے والا خیال کرتا تھا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت میں نے پھر اس لڑکی کو ان کے سرہانے کھڑا دیکھا۔ یہ ان کو الٹ پلٹ کر کہنے لگی کہ "تمہیں وہی زندہ کرے گا جس نے تمہیں مار ڈالا ہے۔ پاک ہے وہ ذات کہ حادث اشیاء اس کے جلالی نور کی تجلی کے آگے بجز اس کی تائید کے برقرار نہیں رہ سکتی۔ بلکہ اس کے جلال کے انوار اور اس کی تقدیس کی شعاؤں نے عقلمندوں کی آنکھیں چندھیا دی ہیں"۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد مجھ پر الطاف و کرم کی نظر کی اور باطن میں میں نے دیکھا کہ مجھ سے کوئی کہہ رہا ہے کہ اے عبد القادر ظاہری تجرید چھوڑ دے اور تفرید توحید اور تجرید تفرید اختیار کر۔ ہم عنقریب تجھے اپنی نشانیوں سے عجائبات دکھائیں گے تو مراد کو ہماری مراد سے خلط ملط نہ کرتا کہ تو ہمارے سامنے ثابت قدم رہے۔ تو وجود میں ہمارے سوا کسی کا تصرف نہ ہونے دے تاکہ تو ہمیشہ ہمارے مشاہدے میں رہے اور لوگوں کو نفع پہنچانے کے لیے ایک جگہ بیٹھ جا کیوں کہ ہمارے بہت سے بندے ہیں جن کو ہم تیری برکت سے اپنا مقرب بنائیں گے۔

اس وقت اس حبشیہ نے مجھ سے کہا کہ اے جوان! میں نہیں جانتی کہ آج تیرا کیا رتبہ ہے۔ تجھ پر ایک نورانی خیمہ لگا ہوا ہے اور آسمان تک فرشتوں نے تجھے گھیرا ہوا ہے اور اولیا اللہ کی نگاہیں اپنے اپنے مقاموں پر تیری طرف لگی ہوئی ہیں اور متمنی ہیں کہ تجھ سے ان کو فیوض و برکات پہنچیں۔

یہ کہہ کر وہ چلی گئی پھر میں نے اسے نہیں دیکھا۔ یہ واقعات بتاتے ہیں کہ اوائل عمر ہی سے آپ علم طریقت میں قدم رکھتے تھے اب علم شریعت سے فارغ

ہونے کے بعد آپ باقاعدہ علم طریقت کی طرف ہمہ تن مشغول ہو گئے

علمِ طریقت

مختلف علوم کی تکمیل کے بعد آپ نے علم طریقت کی طرف پوری توجہ فرمائی۔ یہ علم آپ نے زیادہ تر حضرت ابوالخیر حماد بن مسلم دباس سے حاصل کیا جو بغداد کے بہت بڑے شیخ[1] تھے۔ غوثِ اعظم[2] اپنے پیر طریقت کے ساتھ اپنی ملاقات کا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ بغداد میں فتنہ فساد کی ایسی کثرت ہو گئی کہ میں نے بغداد چھوڑ کر کہیں اور جانے کا فیصلہ کر لیا چنانچہ قرآن کریم بغل میں دبایا اور جنگل کی طرف جانے لگا۔ اچانک ہاتف غیبی نے مجھے پکارا کہ کہاں جاتے ہو؟ پھر اس زور کا دھکا لگا کہ میں گر گیا۔ ہاتف نے پھر آواز دی کہ واپس جاؤ تم سے خلق خدا کو پہنچے گا۔ میں نے جواب دیا میں تو اپنے دین کی حفاظت کرنا چاہتا ہوں مجھے خلقِ خدا سے کیا کام۔ میں صرف اپنے دین کی حفاظت کے لیے جاتا ہوں اس پر ہاتف نے پھر آواز دی کہ تم کہیں مت جاؤ۔ اسی جگہ رہو۔ تمہارا دین محفوظ رہے گا۔

اس کے بعد مجھ پر چند ایسے حالات وارد ہوئے جن میں کچھ التباس تھا۔ میں نے ان کے لیے خدائے تعالیٰ سے آرزو کی۔ اے اللہ کوئی ایسا بندہ ملا دے جو ازالۂ التباس کر سکے۔

جب دوسرا دن ہوا تو میں مظفریہ میں سے گزرا۔ ایک شخص نے دروازہ کھول کر مجھ سے کہا کیوں عبدالقادر! کل تم نے اللہ تعالےٰ سے کیا مانگا تھا۔ یہ سن کر میں خاموش رہا اور کچھ نہ بول سکا۔ پھر اس شخص نے سخت غضبناک ہو کر اس زور سے دروازہ بند کیا کہ اطراف دروازہ سے گرد و غبار اڑ کر میرے چہرے پر پڑی۔ میں پریشانی کے عالم میں واپس ہوا جب کچھ دور نکل گیا تو مجھے رات کا سوال یاد آ گیا

---

[1] ابوالخیر حماد بن مسلم دباس کے حالات آگے بیان ہوں گے۔

اور خیال گزرا کہ ضرور بالضرور یہ شخص صالحین یا اولیاء اللہ میں سے ہے۔ اس لیے میں اس دروازہ کو ڈھونڈنے کے لیے لوٹا مگر باوجود تلاش کے نہ پایا مجھے سخت رنج ہوا۔

پھر مدت کے بعد میں نے انہیں پہچانا اور ان کی خدمت میں آتا جاتا رہا۔ ان سے اپنے اشکال حل کرا کے علم طریقت حاصل کیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ بزرگ شیخ حماد بن مسلم دباس رحمۃ اللہ علیہ تھے[1]

---

[1] "سیرۃ غوث اعظم" از مولوی محمد داؤد۔

باب ۳

قیامِ بغداد

مجاہدات

علوم شریعت اور دیگر علوم کی تکمیل کے بعد آپ علوم طریقت میں حصول کمال کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت شیخ حماد بن مسلم دباس کی خدمت میں حاضر ہونے لگے کیوں کہ رہنمائی عالم کے لیے اس کی بھی ضرورت تھی۔ آپ کو غوثِ وقت اور قطب دوراں بننا تھا اس لیے مجاہدات و ریاضات میں مشغول ہو گئے۔ حال طاری ہوا اور آپ جنگلوں اور بیابانوں میں دن رات عبادتوں اور مجاہدوں میں مصروف رہنے لگے۔ یہ مجاہدات نہایت سخت اور ہولناک تھے۔ کامل پچیس ۲۵ سال اس عالم میں گزرے تب کہیں جاکر آپ کو درجہ ملا اور شیخ ابوسعید مخزومی کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے بیعت کر لی۔

عراق کے بیابانوں میں

آپ کے ریاضات و مجاہدات کے بارے میں حیرت انگیز واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔ اس بارے میں آپ کا اپنا ایک بیان نقل کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں[1] کہ میں پچیس ۲۵ سال تک تنہا عراق کے ویرانوں، جنگلوں، بیابانوں اور خراب و خستہ مقامات پر پھرتا رہا۔ نہ میں کسی کو جانتا تھا اور نہ ہی مجھے کوئی پہچانتا تھا۔ ان ایام میں میرے پاس رجال الغیب اور جنات آیا کرتے تھے۔ انہیں میں علم طریقت اور وصول الی اللہ کی تعلیم دیا کرتا تھا۔

---

[1] بہجۃ الاسرار مطبوعہ مصر ص۸۵ شیخ ابو السود احمد بن ابی بکر حریمی کا بیان۔

جب پہلے پہل میں نے عراق میں قدم رکھا تو حضرت خضر علیہ السلام میرے پاس آئے اور میرا ساتھ دیا۔ میں انہیں پہچانتا نہیں تھا۔ انہوں نے مجھ سے عہد کیا کہ میں کبھی آپ کی مخالفت نہ کروں گا۔ پھر فرمایا میرے آنے تک یہیں ٹھہرے رہو۔ میں نے ٹھہرنے کا وعدہ کر لیا۔ وہ چلے گئے اور میں اپنے عہد کے مطابق متواتر تین سال تک اسی جگہ ٹھہرا رہا۔

آپ فرماتے ہیں اسی اثنا میں دنیا اور اس کی خواہشات مختلف شکلوں میں مجھ پر وارد ہوتی رہیں۔ مگر اللہ تعالےٰ نے مجھے ان کی طرف راغب ہونے اور ان کی جانب التفات کرنے سے بچایا۔ مختلف قسم کی بھیانک اور ڈراؤنی شکلوں میں شیاطین بھی میرے پاس آیا کرتے تھے۔ وہ مجھ سے لڑا کرتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ہمیشہ ان پر غالب رکھا۔ میرا نفس متشکل ہو کر اپنی خواہش کے لیے بھی مجھ سے عاجزی کرتا اور کبھی لڑنے کے لیے آمادہ ہو جاتا مگر اللہ تعالےٰ نے ہر دو حالتوں میں مجھے اس پر غالب رکھا۔

ابتدا میں یہ کیفیت تھی کہ میرا نفس مجاہدہ کا جو طریقہ اختیار کرتا اس پر ہمیشہ قائم رہتا۔ چنانچہ عرصہ تک میں بنجر، ویران، غیر آباد اور خراب مقامات میں پھرتا رہا۔ اپنے نفس کو طرح طرح کی مشقتوں، ریاضتوں اور مجاہدوں میں مصروف رکھا۔ میں نے یہ بھی کیا کہ ایک سال سبزی یا گری پڑی چیزیں کھاتا مگر پانی نہ پیتا، اور ایک سال ایسا کرتا کہ سبزی یا گری پڑی چیزیں نہ کھاتا، ایک سال نہ کھاتا نہ پیتا اور نہ سوتا۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں کئی برس تک بغداد کے محلہ کرخ کے ویران اور غیر آباد مکانوں میں مقیم رہا ہوں۔ اس دوران میں کوندل[۱] کے سوا میں کچھ نہ کھاتا۔ ہر سال کے شروع میں کوئی شخص مجھے صوف کا ایک جبہ لا دیتا اور میں اسے پہن کر سارا سال گزار دیتا۔

---

[۱] مولوی محمد داؤد اپنی کتاب سیرۃ غوثِ اعظم میں کوندل کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ ایک بوٹی کا نام ہے جو پانی میں بکثرت اگتی ہے پیازنہ کے پتوں کی طرح گول مگر ان سے بڑی اور ٹھوس ہوتی ہے

(باقی اگلے صفحہ پر)

آپ فرماتے ہیں "میں نے ایک ہزار تک علوم فنون محض اس لیے حاصل کیے کہ دنیا کے جھگڑوں مخمصوں سے نجات حاصل کروں اور حقیقی راحت میسر ہو۔ لوگ مجھے مجنون بتاتے، میں جنگلوں اور بیابانوں میں نکل جاتا، برہنہ جسم کانٹوں پر لوٹتا شور وغوغا کرتا، تمام بدن سے خون جاری ہو جاتا، لوگ مجھے شفاخانے میں لے جاتے مگر میری حالت اور بھی ابتر ہو جاتی۔ یہاں تک کہ مجھ میں اور مردہ میں کوئی بین کوئی تمیز نہ رہی۔ لوگ کفن لے آتے اور نہلانے والے بلوا کر مجھے غسل دینے کے لیے تختہ پر رکھ دیتے۔ مگر معاً میری حالت درست ہو جاتی۔

شب بیداری شیخ ابو العباس احمد بن یحییٰ البغدادی معروف بہ ابن الابیہقی کا بیان[1] ہے کہ میں نے حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ میں چالیس سال عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتا رہا۔ اور پندرہ سال ساری ساری رات ایک پاؤں پر کھڑا ہو کر صبح تک فی شب ایک قرآن شریف ختم کرتا رہا۔

ایک رات میں سیڑھی پر چڑھ رہا تھا کہ میرے نفس نے کہا کاش تو ایک گھڑی سو جائے پھر تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد اٹھ کر عبادت کرے جونہی یہ خطرہ میرے دل میں آیا میں وہیں ٹھہر گیا اور ایک پاؤں پر کھڑا ہو گیا، پھر قرآن شریف شروع کیا یہاں تک کہ اسی حالت میں ختم کر دیا۔

بقیہ حاشیہ:۔ اسے عربی میں "بردی" ہے اور فارسی میں "لخ" کہتے ہیں۔ منتخب میں اس کی تعریف یوں لکھی ہے کہ "بردی بالفتح گیاہ ہست کہ از شاخ و برگ آں بوریا بافند و آں را بفارسی لخ گویند" الخ" یہ ملک مالوہ میں بکثرت ہوتی ہے چونکہ اس کے نچلے حصے میں کسی قدر مٹھاس ہوتی ہے اس لیے دیہات کے بچے اسے گنے کی طرح چوستے ہیں۔

[1] بہجۃ الاسرار مطبوعہ مصر صفحہ ۱۱۶

نفس کُشی شیخ ابوالعباس ہی کا بیان ہے کہ میں نے آپ سے سنا آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں بُرج عجمی[1] میں گیارہ برس رہا۔ میں نے اس میں خدا سے عہد کیا کہ جب تک میرے منہ میں لقمہ دے کر مجھے کھانا نہ کھلایا جائے گا۔ اس وقت تک میں کھانا نہ کھاؤں گا اور جب تک مجھے پانی نہ پلایا جائے گا تب تک نہ پیوؤں گا۔ چنانچہ متواتر چالیس روز تک نہ میں نے کچھ کھایا نہ پیا۔ اس کے بعد ایک شخص کھانا لایا اور میرے آگے رکھ کر چلا گیا۔ بھوک کی شدت سے میرا نفس کھانے ہی کو تھا کہ میں نے کہا واللہ! میں ہرگز اس عہد کو نہ توڑوں گا۔ یہ خیال کرتے ہی میں نے اپنے باطن سے ایک چلّانے والے کی آواز سُنی کہ ہائے بھوک! ہائے بھوک! میں نے اس کی کچھ پروا نہ کی۔

اس اثنا میں شیخ ابوسعید مخزومی رحمۃ اللہ علیہ مجھ پر گذرے، انہوں نے جو چلانے کی آواز سنی تو میرے پاس آکر کہا کہ عبدالقادر! یہ کیا ہے؟ میں نے کہا یہ نفس کا قلق و اضطراب ہے۔ روح تو اپنے مولا کے خیال میں مشغول حالتِ سکون و قرار میں ہے۔ آپ مجھے اپنے گھر لے گئے اور کھانا کھلانے لگے یہاں تک کہ میں خوب سیر ہو گیا۔

ایک خاص حالت شیخ ابوالقاسم عمر بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا۔ آپ نے فرمایا کہ ابتدائے سیاحت میں مجھ پر بہت سے احوال طاری ہوتے تھے۔ میں ان میں اپنے وجود سے غائب ہو جاتا اور اکثر اوقات بے ہوشی کے عالم میں دوڑا کرتا تھا جب وہ حالت مجھ سے دور ہو جاتی تو میں اپنے آپ کو ایک دور دراز مقام میں پاتا۔ چنانچہ بغداد کے ویرانے میں یہی حالت مجھ پر طاری ہوئی، میں تقریباً ایک گھنٹہ بے ہوشی کے عالم میں پھرتا رہا۔ پھر وہ حالت مجھ سے دُور ہو گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میں بغداد سے بارہ دن کی مسافت پر بلاد شستر میں کھڑا ہوں۔ میں

---

[1] اس برج کا نام حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے طویل قیام کی وجہ سے برج عجمی ہو گیا تھا۔ آپ عجم کے باشندے تھے اس لئے عجمی کہلاتے تھے" ملاحظہ ہو بہجۃ الاسرار۔ ٹ بہجۃ الاسرار ۳ قلائد"

اپنی اس حالت پر غور کر رہا تھا کہ ایک عورت نے مجھ سے کہا کہ تم شیخ عبدالقادر ہو کر اپنی اس حالت پر تعجب کر رہے ہو۔

وجدانہ کیفیت

اسی طرح شیخ محمد عبداللہؒ جبائی کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ایک رات مجھ پر ایک خاص وجدانہ کیفیت طاری ہوئی۔ اس وقت بے ساختہ میں نے زور سے ایک چیخ ماری جس سے ڈاکو لوگ گھبرا اُٹھے۔ انھوں نے جانا کہ شاید پولیس آن پہنچی۔ یہ لوگ نکلے اور میرے پاس آئے مجھے زمین پر بے ہوش پڑا دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ تو عبدالقادر مجنون ہے۔ اس بھلے آدمی نے ہمیں ڈرا دیا۔

شیاطین سے جنگ اور حیرت انگیز غلبہ

شیخ عثمان صیرفی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا آپ نے فرمایا کہ میں رات دن بنجر، میدان اور خراب مقامات میں رہا کرتا تھا۔ بغداد کی طرف بالکل نہیں آتا تھا۔ شیاطین میرے پاس مسلح ہو کر ہیبت ناک صورتوں میں صف بہ صف آتے، مجھ پر آگ پھینکتے اور مجھ سے لڑا کرتے تھے مگر میں اپنے دل میں وہ ہمت، استقلال، شجاعت، اولوالعزمی اور ثابت قدمی پاتا جو بیان سے باہر ہے اور ہاتف غیبی کو یہ کہتے ہوئے سنتا کہ اے عبدالقادر! اٹھو، میدان میں نکل کر ان کا مقابلہ کرو ہم تمھاری مدد کریں گے اور تمھیں ثابت قدم رکھیں گے۔

پھر جب میں ان کے مقابلہ کے لئے اٹھتا تو وہ سب کے سب دفعۃً چکمہ ہو جاتے۔ گاہے گاہے ان میں سے صرف ایک شیطان کھڑا رہتا اور مجھے طرح طرح سے ڈرا کر کہتا کہ یہاں سے چلے جاؤ میں جرأت کر کے اس کے منہ پر ایک طمانچہ مارتا تو وہ الٹے پاؤں بھاگ جاتا پھر میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھتا تو وہ جل کر

ٓ بہجۃ الاسرار" اور "قلائد"

خاک بھسم ہو جاتا۔

ایک دفعہ میرے پاس ایک بدشکل بھونڈی صورت، کریہہ منظر، بدبودار شخص آیا اور کہنے لگا میں ابلیس ہوں، مجھے اور میرے سب گروہ کو آپ نے عاجز کر دیا ہے، اس لئے میں آپ کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا جا یہاں سے دور ہو جا مجھے تجھ پہ اطمینان نہیں ہے میرا یہ کہنا تھا کہ غیب سے کسی نے اس زور سے ایک ہاتھ اس کے دماغ پہ مارا کہ یہ زمین میں دھنس گیا۔ اس کے بعد یہ میرے پاس دوبارہ آیا اور آگ کے شعلوں سے میرے ساتھ لڑنے لگا۔ اچانک سبزہ٭ گھوڑے پر سوار ایک شخص نے آن کر مجھے ایک تلوار دی جسے دیکھتے ہی ابلیس الٹے پاؤں بھاگ گیا۔

تیسری دفعہ میں نے اسے پھر دیکھا اس وقت یہ مجھ سے دور بیٹھا گریہ وزاری میں مشغول، سر پہ خاک ڈال رہا تھا اور حسرت بھرا سانس لے کر کہہ رہا تھا کہ اے عبدالقادرؒ اب میں تجھ سے بالکل مایوس و ناامید ہو چکا ہوں۔ میں نے کہا اے ملعون! دور ہو جا میں ہمیشہ تجھ سے ڈرتا ہوں تیرے یہ الفاظ بھی تیری شیطنت اور مکاری پر دلالت کرتے ہیں۔

پھر اس نے میرے گرداگرد بہت سے جال پھیلا دیئے۔ میں نے کہا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یہ دنیاوی وسواس کے وہ جال ہیں جن سے ہم تم جیسے لوگوں کو شکار کیا کرتے ہیں تب میں نے ایک سال تک ان کے بارہ میں توجہ کی یہاں تک کہ وہ سب کے سب ٹوٹ گئے۔

اس کے بعد مجھ پر میرے باطن کا انکشاف کیا گیا تو میں نے اپنے قلب کو خرابی سے ملوث دیکھا۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ علائق کیا ہیں تو مجھے بتلایا گیا کہ یہ تمہارے ارادے اور اختیارات ہیں۔ پھر ایک سال تک میں ان کی طرف توجہ کرتا رہا یہاں تک کہ وہ سب علائق منقطع ہو کر میرے دل کو ان سے خلاصی ہوئی۔

اس کے بعد مجھ پر میرا نفس ظاہر کیا گیا میں نے دیکھا کہ ابھی اس کے امراض باقی

٭ گھوڑوں کی یہ ایک قسم ہے جسے سبزہ کہتے ہیں۔ اس قسم کے گھوڑے سفید رنگ کسی قدر سبزی مائل یا سیاہی مائل ہوتے ہیں۔ یہاں یہی مراد ہے

ہیں۔ اس کی خواہشات زندہ ہیں۔ اس کا شیطان سرکش ہے میں نے سال بھر تک اس کی طرف توجہ کی یہاں تک کہ نفس کے کل امراض جڑ سے جاتے رہے، اس کی خواہشات مردہ ہو گئیں، اس کا شیطان مسلمان ہو گیا اور تمام امور اللہ کے لئے ہو گئے میں اپنی ہستی سے جدا ہو گیا مگر پھر بھی اپنے مقصود کو نہیں پہنچا۔

پھر میں توکل کے دروازے پر آیا تا کہ مقصد حاصل ہو، عقدہ حل ہو، مطلب پورا ہو لیکن کیا دیکھتا ہوں کہ توکل کے دروازے پر بہت بڑا ہجوم ہے میں اس ہجوم کو پھاڑ کر نکل گیا

پھر میں شکر کے دروازے پر آیا مجھے اس دروازے پر بھی بڑا ہجوم ملا میں اسے بھی پھاڑ کر اندر چلا گیا۔

اس کے بعد میں فنا کے دروازے پر آیا۔ یہاں بھی بڑا ہجوم ملا جسے میں چیرتا پھاڑتا ہوا اندر چلا گیا۔

پھر میں مشاہدہ کے دروازے پر آیا۔ یہاں بھی ہجوم کو پھاڑ کر اندر داخل ہو گیا۔

پھر میں فقر کے دروازے پر آیا تو اسے میں نے خالی پایا میں اس میں داخل ہوا جب اندر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ جن جن چیزوں کو میں نے ترک کیا تھا وہ سب کی سب یہاں موجود ہیں۔ یہاں مجھے ایک بہت بڑے روحانی خزانہ کی فتوحات میسر ہوئی۔ روحانی عزت حقیقی غنا اور سچی آزادی ملی۔ یہاں آ کر میں نے اپنی زیست کو لٹا دیا، اپنے اوصاف کو چھوڑ دیا جس سے میری ہستی میں ایک دوسری حالت پیدا ہو گئی۔

شیطان کے مکر سے بچاؤ

آپ کے صاحبزادہ حضرت شیخ ضیاالدین ابو نصر موسےٰ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان[1] ہے کہ میں نے اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا وہ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں دوران سیاحت میں کسی ایسے

---

[1] ملاحظہ ہو بہجہ ص ۱۲۰

جنگل کی طرف نکلا جہاں آب و دانہ کا نام و نشان بھی نہ تھا مجھے کئی روز تک پانی نہ ملا جس سے پیاس کا ازحد غلبہ ہوا۔ اچانک میرے سر پر بادل کا ایک ٹکڑا آیا اس سے کچھ بوندیں مجھ پر پڑیں میں ان سے سیراب ہو گیا۔

پھر میں نے ایک نور دیکھا جس سے آسمان کا کنارہ روشن ہو گیا اس میں سے ایک صورت نمودار ہوئی جس نے مجھے یوں پکارا "اے عبد القادر! میں تیرا پروردگار ہوں میں نے تیرے واسطے حرام چیزیں حلال کر دی ہیں"۔ میں نے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ پڑھ کر اسے دھتکارا تو اس کی روشنی معدوم ہو گئی اور وہ صورت دھوئیں کے شبیہ دکھائی دینے لگی۔ پھر اسی صورت سے یہ آواز سنی کہ "اے عبد القادر! تم نے بحکم الٰہی اپنے علم سے میرے مکر سے نجات پائی ورنہ میں اپنے اس مکر سے ستر صاحبِ طریقت ولیوں کو گمراہ کر چکا ہوں میں نے کہا بیشک میرے مولا کا فضل و کرم میرے شامل حال ہے۔

شیخ ابو نصر رحمۃ اللہ کا بیان ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے کس طرح جان لیا کہ وہ شیطان ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کے اس قول سے کہ "اے عبد القادر! میں نے تیرے واسطے حرام چیزیں حلال کر دیں" کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فحش باتوں کا کسی کو بھی حکم نہیں دیتا[۱]

ہمت اور حوصلہ غوثِ اعظم فرماتے ہیں ایک دفعہ سخت سردی کا موسم تھا سردی ایسی شدید تھی کہ میں برداشت نہ کر سکا اور مجبوراً کسریٰ کے ویران محل کے اندر چلا گیا تاکہ سردی سے کچھ محفوظ ہو جاؤں۔ اسی حالت میں مجھے غسل کی ضرورت محسوس ہوئی تو باہر نکلا اور دریا میں نہایا۔ اتفاق کی بات ہے اس رات متعدد مرتبہ مجھے غسل کی ضرورت پیش آئی یعنی جہاں ذرا آنکھ لگی، نہانے کی ضرورت پڑ گئی مگر

---

[۱] سیرۃ غوثِ اعظم

میں نے ایک دفعہ بھی کاہلی نہ کی۔ ہر دفعہ بیدار ہو کر غسل کر لیا۔ آخر میں نے سونے کا خیال ہی ترک کر دیا اور نیند سے بچنے کے لیے محل کی چھت پر چڑھ کر نماز پڑھنا شروع کر دیا۔ اگرچہ شدید سردی کے باعث یہ بات بہت ہی دشوار معلوم ہوتی تھی۔

بیعت

عبادت و ریاضت اور مجاہدات کی مشقتوں اور صحرانوردی کی خلوتوں میں بہت عرصہ گزر گیا اور محنت شاقہ کے بعد پورا تزکیہ نفس حاصل ہو گیا تو شیخ شریعت و طریقت کی تلاش ہوئی تاکہ ان سے بیعت کی جائے۔ چنانچہ حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومیؒ سے بیعت کی اور ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔

غوث اعظم کے شیخ طریقت

شیخ ابوسعید مبارک بن علی بن حسین مخزومی قدس سرہٗ العزیز اپنے وقت کے کاملین میں سے تھے سفینۃ الاولیاء میں آپ کی کنیت ابو یوسف لکھی ہے مگر دوسری تمام کتابوں میں ابوسعید ہی تحریر ہے۔ آپ کا مذہب حنبلی تھا۔ شیخ ابوالحسن علی بن الہنکاریؒ[1] کے مرید تھے۔

آپ کی عظمت کا اس سے ہی اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ غوث اعظمؒ کے پیر خرقہ تھے۔ غوث اعظم فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے شدت کی بھوک لگی تھی کہ شیخ ابوسعید میرے پاس آئے اور فرمایا میرے گھر چلو۔ آپ یہ کہہ کر چلے گئے مگر میں نے ان کے ہاں جانے میں تامل کیا۔ اتنے میں حضرت خضر علیہ السلام تشریف لے آئے اور مجھے جانے کے لئے ارشاد فرمایا۔ میں چلا گیا۔ دیکھا کہ حضرت شیخ دروازہ پر کھڑے انتظار کر رہے ہیں مجھے دیکھتے ہی فرمایا

---

[1] شیخ ابوالحسن قرشی الہنکاری عالم و عامل اور عارف و کامل بزرگ تھے۔ شیخ الاسلام آپ کا لقب تھا۔ تاریخ ابن خلکان میں لکھا ہے کہ آپ عتبہ بن ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ کی اولاد سے ہیں۔ بہت بڑے عابد تھے علم حاصل کرنے کے لیے بہت سے سفر کیے آپ ہنکار کے رہنے والے تھے جو موصل کے قریب ایک مقام ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ کردوں کے ایک قبیلے کا نام ہے جو موصل کے قریب سکونت رکھتا تھا۔ آپ سنہ ۴۰۹ھ میں پیدا ہوئے اور سفینۃ الاولیاء کے مطابق سنہ ۴۸۶ھ میں وفات پائی۔

اے عبد القادر میرا کہنا کافی نہ تھا جو خضر کے کہنے کی بھی ضرورت پڑ گئی۔ یہ کہہ کر اندر گھر میں چلے گئے اور کھانا تیار کر کے لائے پھر اپنے ہاتھ سے لقمہ کھلایا اور کھلاتے چلے گئے یہاں تک کہ میں سیر ہو گیا۔ غوث اعظم فرماتے ہیں کہ شیخ کے ہاتھ کا جو لقمہ میرے منہ میں جاتا تھا وہ میرے باطن میں ایک نور بھر دیتا تھا۔

شیخ ابو سعید نے آپ کو خرقہ ولایت عطا کیا اور فرمایا یہ وہ خرقہ ہے جو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عنایت فرمایا تھا، ان سے حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو ملا پھر ان سے دست بدست مجھ تک پہنچا اور اب میں تمہیں دے رہا ہوں۔ یہ خرقہ پہننے کے بعد غوث اعظم پر برکات و تجلیات الہیہ نے اور زیادہ ظہور کیا۔ شیخ ابو سعید لکھتے ہیں کہ ایک دوسرے سے تبرک حاصل کرنے کے لیے میں نے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رح کو اور انہوں نے مجھے خرقہ پہنایا۔

مدرسہ باب الازج جو بغداد میں حضرت غوث اعظم سے منسوب ہے اسے شیخ ابو سعیدؒ ہی نے قائم کیا تھا۔ اور اپنی زندگی ہی میں اسے مکمل کر کے غوث اعظمؒ کے حوالے کر دیا تھا۔ آپ نے یکم محرم ۵۱۳ھ میں وفات پائی۔

؎ قلائد الجواہر

باب-۴

وعظ و درس اور فتوے

اس وقت کا معاشرہ یہ وہ زمانہ تھا جب بغداد میں خلفائے عباسیہ کا دور دورہ تھا۔ لوگ دنیا طلبی میں مستغرق تھے، امراء حکومت کے نشہ میں بدمست اور دولت کی مستی میں سرشار تھے۔ معتزلہ اور مبتدعین نے دین میں الگ فتنے کھڑے کر رکھے تھے۔ دنیا طلب اور جاہ پسند عالموں نے اسلام کو الگ مسخ کرنا شروع کر دیا تھا۔ جاہل صوفیوں نے طریقت کو شریعت سے الگ کر کے آزاد قرار دے دیا تھا۔ قرامطہ کی تحریک نے دنیائے اسلام میں آگ لگا رکھی تھی۔ یہ تحریک روز بروز تقویت حاصل کرتی جا رہی تھی۔ مسلمانوں میں باہم نفاق پڑ چکا تھا اس لیے وہ اس تحریک کو ختم کرنے سے معذور تھے۔ نافرمانی اور سرکشی زوروں پر تھی۔ مذہبی جذبہ اور جوشِ ایمان روز بہ روز کم ہوتا تھا۔ خلفاء بھی عیش آرائیوں میں منہمک تھے۔ ان حالات میں غوثِ اعظم کو اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کی رہبری اور دینی رہنمائی کے لیے مامور فرمایا۔ غوثِ اعظم نے حالات کا احساس کرتے ہوئے وعظ و نصیحت، اعلائے کلمۃ الحق، اصلاح خلق، اشاعت اسلام اور تجدید دین کا فیصلہ کر لیا۔

ایک خواب ۱۶ شوال ۵۲۱ھ کو آپ نے حضور پاکؐ کو خواب میں دیکھا۔ حضورؐ فرما رہے تھے اے عبدالقادر! تم خدا کی مخلوق کو وعظ و نصیحت کیوں نہیں کرتے۔ آپ نے جواب میں عرض کیا حضور! میں ایک عجمی شخص ہوں فصحائے عرب کے سامنے کس طرح زبان کھولوں۔ رسالت مآب نے فرمایا تم اپنا منہ کھولو۔ غوثِ اعظم نے

منہ کھولا تو رسالت مآب نے سات مرتبہ اپنا لعاب دہن ان کے منہ میں ڈالا پھر فرمایا جاؤ اور لوگوں کو رشد و ہدایت کی تلقین کرو۔

وعظ کی ابتدا

اس واقعہ کے تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ نے مجلس وعظ منعقد کی اور یہ سلسلہ جاری ہو گیا۔ اس کثرت سے لوگ آپ کی مجلس میں آنے لگے کہ وہاں بیٹھنے کی جگہ نہ ملتی تھی جگہ کی تنگی کے باعث لوگ مدرسے کے باہر سڑک پر بیٹھ جاتے اور اس تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا تھا چنانچہ بعض صاحبِ ثروت لوگوں نے اپنے خرچ پر مدرسہ کے آس پاس کے مکانات خرید کر مدرسہ کے ساتھ شامل کر دیئے۔ اسی طرح مدرسہ کا احاطہ خاصہ وسیع ہو گیا۔ ۵۲۸ھ میں یہ مدرسہ نہایت عالیشان عمارت کی شکل اختیار کر گیا۔

عالمی شہرت

آپ نے نہایت کوشش اور جد و جہد سے وعظ و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ شروع میں بغداد اور اس کے گرد و نواح میں آپ کا غلغلہ بلند ہوا پھر جلد ہی دور دراز شہروں میں بھی آپ کی شہرت جا پہنچی نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے ملکوں سے بھی لوگ آپ کا وعظ سننے اور آپ سے استفادہ کرنے کی غرض سے آنے لگے تھوڑی ہی مدت میں آپ نے علماء اور صلحاء کی جماعت تیار کر لی جب یہ حضراتِ کرام تمام علوم حاصل کر کے فارغ ہو گئے تو غوثِ اعظم کے حکم سے مختلف شہروں میں چلے گئے اور خلقِ خدا کی رہنمائی کے فرائض انجام دینے لگے عراق کے مختلف حصوں میں آپ کے مریدوں کی بہت کثرت تھی۔

آپ کی مجلس

اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ کی مجلس میں حاضرین کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی تھی چنانچہ جگہ کی تنگی کے باعث مدرسہ کی عمارت کو وسیع کر دیا گیا مگر یہ بھی ناکافی ہو گئی بالآخر آپ کی مجلس وعظ کے لیے شہر کے باہر عیدگاہ مقرر ہوئی حاضرینِ مجلس کی تعداد عموماً ستر ہزار[1] سے زائد ہوا کرتی تھی۔ جن میں بڑے

---

[1] بہجۃ الاسرار

بڑے مشائخ، علماء اور مفتیانِ شرع بھی شریک ہوا کرتے تھے۔ ان میں سے چند مشہور ہستیوں کے نام یہ ہیں قاضی القضاۃ عبد الملک بن عیسیٰ، شیخ ابراہیم بن عبد الواحد المقدسی الحنبلی، شیخ علی بن احمد بن وہب المدرجی، شیخ عثمان، شیخ عبد الجبار بن ابو الفضل القفص، شیخ عبد الغنی بن عبد الواحد المقدسی الحافظ، شیخ عبد اللہ بن نصر بن حمزہ البکری، شیخ فقیہہ ابو الفتح امام ابو عمر عثمان الملقب بشافعی زمانہ، شیخ بن الکیزانی، شیخ ابو محمد مسعود، شیخ ابو محمد الحسن الفارسی، شیخ عبد اللہ بن احمد بن قدامۃ المقدسی الحنبلی، شیخ عبد الرحمٰن بن عثمان، شیخ احمد بن سعد، شیخ حسن بن عبد اللہ رافع الانصاری، شیخ محمد بن قائد الاوانی، شیخ عبد اللہ بن سنان الروینی، شیخ فقیہہ رسلان عبد اللہ بن شعبان، شیخ طلحہ، شیخ محمد بن ازہر الصیرفی، شیخ یحییٰ بن البرکہ محفوظہ الابیھقی۔

وعظ کی کیفیت

"آپ کا وعظ جو ربانی فتوحات، یزدانی الہامات اور سبحانی ارشادات و ہدایات کا بحرِ ذخار ہوتا تھا جس وقت جوش میں ہوتا تو سامعین، کیا امراء اور کیا فقراء، کیا علماء اور کیا صلحاء، کیا فصحاء اور کیا جہلاء، کیا اصغار اور کیا اولیاء، کیا مشائخ اور کیا مریدین، کیا عوام اور کیا خواص سب کے سب بے تاب ہو جاتے۔ جب حکمت و دانش کے ابرِ نیساں کی موسلادھار بارش برسنی شروع ہو جاتی تو کسی پر وجد طاری ہوتا اور کسی پر گریہ و بکا۔ کوئی محوِ حیرت و استغراقی کیفیت میں ششدر بیٹھا رہ جاتا اور کوئی مضطرب و بے اختیار ہو کر کپڑے پھاڑتا اور چیختا چلاتا۔ کسی کے قلب پر ایسی ناقابلِ ضبط چوٹ لگتی جس سے اس کا جگر شق ہو جاتا اور وہ شمشیرِ محبت کا گھائل ہو کر شہادت بقاء محبوب کا شربت پی لیتا اور موت کی نیند سو جاتا۔ وعظ کے ختم ہونے پر جب حاضرین منتشر ہوتے تو پتہ چلتا کہ آج اتنے شہدائے عشق اور مئے معرفت کے متوالوں کے جنازے[1] اٹھانے کی نوبت آئی ہے۔

---

[1] جیسا کہ حضرت غوثِ اعظم کے صاحبزادہ حضرت شیخ ابو عبد اللہ عبد الوہاب کی روایت سے ظاہر ہے کہ آپ کی ہر مجلس میں دو چار آدمی ضرور مر جایا کرتے تھے۔ (دیکھیں بہجہ مطبوعہ مصر صفحہ ۹۹)

آپ کے وعظ کی شان حکیمانہ اور جلال کا رنگ لیے ہوئے تھی۔ آپ بلا رو رعایت کھرے اور صاف الفاظ میں نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ اعلائے کلمۃ الحق میں بے باک تھے جرأ الضمیر اور بیساختہ گو تھے۔ خاص مرید کو کبھی آپ خطاب فرماتے تو "یا غلام" کے عنوان سے پکارتے مجمع کو مخاطب بناتے تو "یا قوم" کہہ کہ وعظ فرمایا کرتے تھے۔ وعظ کے وقت آپ کے منہ سے موتی جھڑتے تھے آپ کا کلام رشتۂ دُر یا سلکِ گوہر تھا جو مسلسل دریا کی طرح رواں چلا جاتا تھا۔

جب آپ کرسی پر رونق افروز ہوتے تو آپ کی ہیبت سے کوئی شخص نہ لعاب دہن پھینکتا، نہ ناک صاف کرتا، نہ کلام کرتا نہ اُٹھ کر وسطِ مجلس میں جاتا۔

یہ آپ کی کرامت تھی کہ آپ کی مجلس میں دور و نزدیک بیٹھنے والے آپ کی آواز یکساں سنتے تھے، نیز آپ اہل مجلس کے خطراتِ قلبی کے موافق کلام فرمایا کرتے تھے۔

علامہ ابو الحسن سعد الخیر انصاری اندلسی کا بیان[1] ہے کہ میں ۵۲۹ھ میں سیدنا محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ میں آخر کی صفوں میں تھا۔ آپ زہد پر تقریر فرما رہے تھے۔ میں نے دل میں کہا کہ کاش آپ معرفت پر تقریر فرمائیں۔ پس آپ نے زہد کو چھوڑ کر معرفت پر وہ تقریر فرمائی جو میں نے کبھی نہیں سنی تھی۔

پھر میرے دل میں خیال آیا کاش آپ "شوق" پر تقریر فرمائیں۔ پس آپ نے معرفت کو چھوڑ کر شوق پر وہ تقریر فرمائی جو کبھی میرے سننے میں نہ آئی تھی۔ پھر میرے دل میں خیال آیا کاش آپ علم و فنا و بقا پر تقریر فرمائیں۔ پس آپ نے شوق کو چھوڑ کر فنا و بقا پر تقریر کی جو میرے کانوں نے آج تک نہیں سنی تھی پھر میرے جی میں آیا کہ کاش آپ علم غیب و حضور پر تقریر فرمائیں۔ پھر آپ نے فنا و بقا کو چھوڑ کر علم غیب و حضور پر ایسی تقریر کی جو میں نے کبھی نہیں سنی تھی۔ پھر آپ نے فرمایا ابو الحسن یہ تجھے کافی ہے۔

---

[1] بہجہ صفحہ ۹۴

یہ سن کر مجھ سے آپ میں نہ رہا گیا۔ میں نے سب نئے کپڑے چاک کر ڈالے۔ ایک وجدانہ کیفیت مجھ پر طاری ہو گئی اور میں نے چیخنا چلانا اور دھاڑیں مارنا شروع کر دیا[۱]۔"

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی مجلس میں بلند آواز سے قرآنِ کریم پڑھنے والے دو قاری ہر وقت موجود رہتے تھے اور قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی تھی جس میں غیر مسلم اسلام نہ قبول کرتے ہوں۔ چور، قاتل، رہزن، فاسق و فاجر، ملحد اور بد اعتقاد لوگوں کی ایک کثیر تعداد ہر مجلس میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کیا کرتی تھی۔

ایک راہب کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ سنان نام ایک عیسائی راہب آپ کی خدمت میں آیا اور آپ کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کیا۔ پھر مجمع عام میں کھڑا ہو کر کہنے لگا میں یمن کا باشندہ ہوں میرے دل میں اسلام کا شوق پیدا ہوا اور میں نے یہ دین قبول کرنا چاہا۔ میں نے ارادہ کیا کہ اہلِ یمن میں جو شخص سب سے زیادہ متقی، پرہیزگار اور دیندار ہو گا اس کے ہاتھ پر اسلام قبول کروں گا۔ ابھی خیال میں مجھے نیند آگئی۔ خواب میں حضرت عیسیٰؑ تشریف لائے اور فرمایا تم بغداد جاؤ وہاں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرو اس وقت روئے زمین پر وہی سب سے افضل ہیں۔

تیرہ عیسائیوں کا واقعہ ایک دفعہ تیرہ عیسائیوں نے آپ کی مجلس میں آکر آپ کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کیا۔ ان عیسائیوں کا بیان ہے کہ ہم عرب کے نصاریٰ تھے اور مسلمان ہونا چاہتے تھے مگر یہ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کس کے ہاتھ پر اسلام قبول کریں۔ اس دوران میں غیب سے ہمیں یہ آواز سنائی دی کہ بغداد جا کر وہاں کے شیخ عبدالقادر جیلانی کے ہاتھ پر اسلام لاؤ چنانچہ ہم بغداد آگئے۔ اور

۱؎ سیرۃ غوث اعظم

حضرت شیخؒ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

مدتِ وعظ غوثِ اعظم کے صاحبزادہ عبدالوہاب فرماتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار ہفتہ میں تین دن وعظ فرمایا کرتے تھے۔ جمعہ کی صبح کو سہ شنبہ کی شام کو (مدرسہ میں) اور یکشنبہ کی صبح کو خانقاہ میں۔ اور آپ نے چالیس سال تک لوگوں کو وعظ فرمایا۔ مدت کا تعین اسی طرح کیا جاتا ہے ۵۲۱ھ سے ۵۶۱ھ تک پھر ۵۲۸ھ سے ۵۶۱ھ تک آپ نے درس و تدریس اور افتا کا کام سرانجام دیا۔

آپ کا احترام آپ کے ہاتھ پر پانچ ہزار یہود و نصاریٰ نے اسلام قبول کیا اور ایک لاکھ سے زائد گناہگاروں نے آپ کے دستِ مبارک پر توبہ کی۔ تبلیغ دین میں آپ کبھی کسی کی پروا نہ کرتے تھے۔ بے جھجک صاف اور سچی بات فرمایا کرتے تھے۔ امیر، غریب، بادشاہ، وزیر، عالم غرض ہر کسی کو بے خوف و خطر کھری بات سنا دیا کرتے تھے۔ آپ کبھی کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کرتے تھے۔ نہ ہی بڑے آدمیوں، امیروں یا بادشاہوں کے سامنے کبھی سر جھکایا۔ ان لوگوں کے دروازے پر جانا گناہ سمجھتے تھے۔ امیروں اور رئیسوں کی تعظیم اس زمانے میں عام تھی۔ بڑے بڑے عالم اور متقی بھی بادشاہوں اور رئیسوں کے دروازہ پر حاضری دیا کرتے تھے اور ان کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا تو ایک طرح سے قانون بن گیا تھا مگر غوثِ اعظم ان باتوں سے بے نیاز تھے۔ آپ کبھی کسی رئیس یا حاکم کی تعظیم کے لیے اُٹھتے تھے۔ نہ کسی بادشاہ کے دروازہ پر گئے۔ بلکہ جب کبھی ایسے لوگوں سے گفتگو کی ضرورت پیش آتی آپ بڑے رعب اور دبدبہ سے اُن کے ساتھ گفتگو کرتے اور انہیں وعظ و نصیحت فرماتے ایسی باتیں کھلی بے دھڑک سنا دیتے جو انھیں بہت ناگوار گزرتی تھیں۔ مگر وہ لوگ آپ کے سامنے دم نہ مار سکتے تھے بلکہ آپ کے سامنے باادب ہو کر کھڑے ہوتے یا

ؔیہ دونوں واقعات شیخ کیانی نے بیان کیے ہیں۔

تواضع اور عجز و انکسار سے زانوئے ادب تہہ کر کے بیٹھتے ۔

آپ کی ہیبت کا یہ عالم تھا کہ جب جمعہ کے روز خچر پر سوار ہو کر جامع مسجد کو جاتے تو لوگ راستہ میں آپ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے ۔ آپ سے دعا کراتے ، آپ کی برکت سے دعا مانگنے کے لیے کھڑے ہوتے اور جب آپ کی سواری گزرتی تو ہر شخص اپنی جگہ مرعوب نظر آتا تھا ۔

بہجۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ شیخ ابو حفص عمر بن شیخ عبد الرحمٰن طفونجی فرماتے ہیں میرے والد بزرگوار ایک مرتبہ جمعہ کے روز نماز ادا کرنے کے لیے نکلے اور خچر پر سوار ہو کر جانے لگے جونہی پاؤں رکاب میں رکھا فوراً ہی نکال لیا ۔ کچھ دیر تک وہیں کھڑے رہے پھر خچر پر سوار ہو کر چل دیے ۔

نماز کے بعد میں نے والد سے پوچھا کہ اس روز آپ نے خچر پر سوار ہونے میں توقف کیوں فرمایا ۔ آپ نے جواب دیا اس وقت بغداد میں شیخ عبد القادر جیلانی خچر پر سوار ہو کر نماز کے لیے جانا چاہتے تھے میں نے ادب کی خاطر یہ پسند نہ کیا کہ ان سے پہلے خود سوار ہو کر جاؤں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دوسرے لوگوں پر مقدم کیا ہے ۔

شیخ بقا بن بطو ؒ شیخ علی بن ابی حفص اور شیخ ابو سعد قیلوی تینوں مشہور بزرگ اور اپنے وقت کے سرگروہ مشائخ میں سے تھے ۔ یہ تینوں بزرگ حضرت غوث پاک ؒ کی مجلس میں حاضر ہوا کرتے تھے ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب یہ مدرسہ میں جاتے تو اس کے دروازہ پر جھاڑو دیا کرتے تھے ۔ اور چھڑکاؤ بھی کیا کرتے تھے ۔ پھر جب غوث پاک کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے تو ان سے اجازت طلب کر کے اندر جایا کرتے تھے ۔ اجازت ملنے پر اندر جاتے ۔ غوث اعظم فرماتے بیٹھ جاؤ ۔ یہ عرض کرتے کہ ہمارے لیے امان ہے ؟ غوث اعظم جواب دیتے ہاں تمھارے لیے امان ہے ۔ تب یہ تینوں بزرگ بڑے ادب سے آپ کے سامنے جاتے ۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ عراق کے اکثر مشائخ حضرت غوث اعظم کی خانقاہ پر حاضر ہوتے تو آستانہ مبارک کو بوسہ دے کر اندر جایا کرتے۔

خطبات آپ کے مواعظ و خطبات بر کتابیں موجود ہیں اپنی مجالس میں لوگوں کو جو وعظ فرمایا کرتے تھے ان کا ایک ایک لفظ آج بھی دلوں کو گرماتا اور دینی دنیوی رہنمائی کا کام سر انجام دیتا ہے۔ مولانا سید ابو الحسن کے الفاظ ہیں "انبیا علیہم السلام کے نائبین اور عارفین کاملین کے کلام کی طرح یہ مضامین بھی ہر وقت کے مناسب اور سامعین اور مخاطبین کے حالات و ضروریات کے مطابق ہوتے تھے۔ عام طور پر لوگ بیماریوں میں مبتلا اور جن مغالطوں میں گرفتار تھے انہیں کا ازالہ کیا جاتا تھا۔ اسی لیے حاضرین آپ کے ارشادات میں اپنے زخم کا مرہم، اپنے مرض کی دوا اور اپنے سوالات و شبہات کا جواب پاتے تھے۔ اور تاثیر اور عام نفع کی یہ ایک بڑی دوا تھی پھر آپ زبان مبارک سے جو فرماتے تھے وہ دل سے نکلتا تھا۔ اس لیے دل پر اثر کرتا تھا۔ آپ کے کلام میں بہ یک وقت شوکت و عظمت بھی ہے اور دل آویزی اور حلاوت بھی اور "صدیقین کے کلام کی یہی شان ہے۔

توحید خالص اور غیر اللہ کی بے حقیقتی اس وقت ایک عالم کا عالم اہل حکومت اور اہل دولت کے دامن سے وابستہ تھا لوگوں نے مختلف انسانوں اور مختلف ہستیوں کو نفع و ضرر کا مالک سمجھ لیا تھا۔ اسباب کو ارباب کا درجہ دے دیا گیا تھا اور قضا و قدر کو بھی اپنے جیسے انسانوں سے متعلق سمجھ لیا گیا تھا۔ ایک ایسی فضا میں حضرت شیخ فرماتے ہیں۔

"کل مخلوقات کو اس طرح سمجھو کہ ایک بادشاہ نے جس کا ملک بہت بڑا اور حکمت سخت، اور رعب و داب دل ہلا دینے والا تھا، ایک شخص کو گرفتار کر کے اس کے گلے میں طوق اور پیروں میں کڑا ڈال کر ایک صنوبر کے درخت

میں ایک نہر کے کنارے جس کی موجیں زبردست، پاٹ بہت بڑا نفا بہت گہری، بہاؤ بہت زوروں پر ہے، لٹکا دیا ہے اور خود ایک نفیس اور بلند کرسی پر کہ اس تک پہنچنا مشکل ہے تشریف فرما ہے۔ اور اس کے پہلو میں تیر و پیکاں، نیزہ و کماں اور ہر طرح کا اسلحہ کا انبار ہے جس کی مقدار خود بادشاہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اب ان میں سے جو چیز چاہتا ہے اٹھا کر اسے لٹکے ہوئے قیدی پر مارتا ہے تو کیا یہ تماشا دیکھنے والے کے لیے بہتر ہوگا کہ وہ سلطان کی طرف سے نظر ہٹالے اور اس سے خوف و امید ترک کردے اور لٹکے ہوئے قیدی سے امید و بیم رکھے، کیا جو شخص ایسا کرے عقل کے نزدیک بے عقل، بے ادراک، دیوانہ، چوپایہ اور انسانیت سے خارج نہیں ہے بخدا کی پناہ! بینائی کے بعد نابینائی اور وصل کے بعد جدائی اور قرب و ترقی کے بعد تنزل اور ہدایت کے بعد گمراہی اور ایمان کے بعد کفر سے ؎۔"

ایک دوسری مجلس میں توحید و اخلاق اور ماسوائے اللہ سے انقطاع کی تعلیم اس طرح دیتے ہیں۔

"اس پر نظر رکھو جو تم پر نظر رکھتا ہے۔ اس کے سامنے رہو جو تمھارے سامنے رہتا ہے۔ اس سے محبت کرو جو تم سے محبت کرتا ہے۔ اس کی بات مانو جو تمھیں بلاتا ہے۔ اپنا ہاتھ اسے دو جو تمھیں گرنے سے سنبھال لے گا اور تمھیں جہل کی تاریکیوں سے نکال لے گا اور ہلاکتوں سے بچائے گا نجاستیں دھوکر میل کچیل سے پاک کردیگا۔ تم کو تمھاری سڑاند اور بدبو اور پست ہمتی اور نفس بدکار و رفیقان گمراہ و گمراہ کن سے نجات دے گا جو شیاطین

؎ فتوح الغیب مقالہ ۱۷

خواہش اور تمھارے جاہل دوست ہیں خدا کی راہ کے راہزن اور تم کو ہر نفیس اور ہر عمدہ چیز سے محروم رکھنے والے، کب تک عادت؟ کب تک خلق؟ کب تک خواہش؟ کب تک رعونت؟ کب تک دنیا؟ کب تک ماسوائے حق؟ کہاں چلے تم؟ (اس خدا کو چھوڑ کر جو) ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، اور بنانے والا ہے، اول ہے، آخر ہے، ظاہر ہے، باطن ہے، دلوں کی محبت روحوں کا اطمینان گرانیوں سے سبکدوشی بخشش و احسان، ان سب کا رجوع اسی طرف ہے اور اسی کی طرف سے اس کا صدور ہے۔[1]

ایک دوسری مجلس میں اس توحید کے مضمون کو اس طرح و انکشاف بیان فرماتے ہیں۔

"ساری مخلوق عاجز ہے، نہ کوئی تجھے نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، بس حق تعالیٰ اس کو اس کے ہاتھوں کرا دیتا ہے، اس کا فعل تیرے اندر اور مخلوق کے اندر تصرف فرماتا ہے۔ جو کچھ تیرے لیے مفید ہے یا مضر ہے اس کے متعلق اللہ کے علم میں قلم چل چکا ہے اس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ جو موحد اور نیکوکار ہیں وہ باقی مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں، بعض ان میں سے ایسے ہیں جو ظاہر اور باطن دونوں اعتبار سے دنیا سے برہنہ ہیں۔ گو وہ دولت مند ہیں مگر حق تعالیٰ ان کے اندرون پر دنیا کا کوئی اثر نہیں پاتا۔ یہی قلوب ہیں جو صاف ہیں جو شخص اس پر قادر ہوا اسے مخلوقات کی بادشاہت مل گئی وہی بہادر پہلوان ہے۔ بہادر وہی ہے جس نے اپنے قلب کو ماسوائے اللہ سے پاک بنایا۔ اور قلب کے دروازہ پر توحید کی تلوار اور شریعت کی شمشیر لے کر کھڑا ہو گیا۔ کہ مخلوقات میں سے کسی کو بھی اس میں داخل نہیں ہونے دیتا اپنے قلب کو مقلب القلوب سے وابستہ کرتا ہے۔ شریعت اس کے

---

[1] انوار الغیب مقالہ (۲۲)۔

ظاہر کو تہذیب سکھاتی ہے اور توحید و معرفت باطن کو مہذب بناتی ہے[1]۔

معبودانِ باطل کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔

"آج تو اعتماد کر رہا ہے اپنے نفس پر، مخلوق پر، اپنے دیناروں پر، اپنے درہموں پر، اپنی خرید و فروخت پر، اور اپنے شہر کے حاکم پر۔ ہر چیز کہ جس پر تو اعتماد کرے، وہ تیرا معبود ہے۔ اور وہ شخص جس سے تو خوف کرے یا توقع رکھے وہ تیرا معبود ہے اور ہر وہ شخص جس پر نفع و نقصان کے متعلق تیری نظر پڑے اور تو یوں نہ سمجھے کہ حق تعالیٰ ہی اس کے ہاتھوں اس کا جاری کرنے والا ہے۔ تو وہ تیرا معبود ہے[2]"

ایک دوسرے موقع پر خدا کی غیرت، شرکا سے نفرت اور انسان کی محبوب چیزوں کے سلب اور ضائع ہو جانے کی حکمت اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

"تم اکثر کہتے ہو گے اور کہو گے میں جس سے محبت کرتا ہوں اس سے میری محبت رہنے نہیں پاتی اور رخنہ پڑ جاتا ہے، یا تو جدائی ہو جاتی ہے یا وہ مر جاتا ہے یا رنجش ہو جاتی ہے، اور مال سے اگر محبت کرتا ہوں تو وہ ضائع ہو جاتا ہے اور ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ تب تم سے کہا جائے گا اے خدا کے محبوب اے وہ کہ جس پر خدائی عنایت ہے۔ اے وہ جو خدا کو منظورِ نظر ہے، اے وہ جس کے لیے اور جس پر خدا کی غیرت ہوئی ہے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ غیور ہے اس نے تم کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ تم غیر کے ہو رہنا چاہتے ہو کیا تم نے خدا کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ میں نے جن و انس کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ جب خدا کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو اسے مبتلا کرتا ہے پھر اگر وہ صبر

---

[1] فیوض یزدانی ترجمہ فتح ربانی مجلس ۱۳ [2] فیوض یزدانی مجلس ۲۰

کرتا ہے تو اسے رکھ چھوڑتا ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! رکھ چھوڑنے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا اس کے مال و اولاد کو باقی نہیں رکھتا" اور یہ معاملت اس لیے ہے کہ جب مال و اولاد ہوں گے تو اسے ان کی محبت بھی رہے گی اور خدا سے جو محبت اسے ہے متفرق اور ناقص اور تقسیم ہو کر حق اور غیر حق میں مشترک ہو جائے گی اور خدا شریک کو قبول نہیں کرتا۔ وہ غیور ہے اور ہر چیز پر غالب و زبردست تو وہ اپنے شریک کو ہلاک و معدوم کر دیتا ہے تاکہ وہ اپنے بندہ کے دل کو خالص کر لے۔ خاص اپنے لیے بغیر کسی شریک کے اس وقت اس کا یہ ارشاد صادق آجاتا ہے کہ وہ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے اور وہ لوگ اسے یہاں تک کہ دل جب (خدا کے ان مصنوعی) شریکوں اور برابری کرنے والوں سے جو اہل و عیال، دولت و لذت اور خواہشیں ہیں، ولایت و ریاست، کرامات و حالات، منازل و مقامات، جنتوں اور درجات، اور قرب و نزدیکی کی طلب سے پاک و صاف ہو جاتا ہے تو اس میں کوئی ارادہ اور آرزو باقی نہیں رہتی اور وہ مثل سوراخ دار برتن کے ہو جاتا ہے جس میں کوئی رقیق چیز نہیں ٹھہرتی کیونکہ وہ خدا کے فعل سے ٹوٹ جاتا ہے جب اس میں کوئی ارادہ پیدا ہوتا ہے خدا کا فعل اور اس کی غیرت اسے توڑ ڈالتی ہے تب اس کے دل کے گرد عظمت و جبروت و ہیبت کے پردے ڈال دیے جاتے ہیں اور اس کے گرداگرد کبریائی اور سطوت کی خندقیں کھود دی جاتی ہیں کہ دل میں کسی چیز کا ارادہ گھسنے نہیں پاتا۔ اس وقت دل کو اسباب یعنی مال اور اہل و عیال و اصحاب، در کرامات و حکم و بیانات کچھ مضر نہیں ہوتے کیونکہ یہ سب دل سے باہر رہتے ہیں تب اللہ تعالیٰ ان سے غیرت نہیں کرتا بلکہ یہ سب چیزیں خدا کی طرف سے بندہ کے لیے بطور لطف و کرامات، و رزق و نعمت کے ہوتی ہیں اور جو لوگ اس کے پاس آتے

ہیں انہیں نفع پہنچانے کے لیے۔[1]

شکستہ دلوں کی تسکین

حضرت شیخ کے زمانہ میں ایک طبقہ ایسا تھا جو اپنے اعمال و اخلاق اور ایمانی کیفیت کے لحاظ سے پست لیکن دنیاوی حیثیت سے بلند اور ہر طرح سے اقبال مند تھا۔ اس کے برخلاف دوسرا طبقہ معاشی حیثیت سے پست دنیاوی ترقیات سے بہرہ مند تھا، وہ پہلے طبقہ کی کامیابیوں اور ترقیات کو بعض اوقات رشک کی نگاہ سے دیکھتا اور اپنے کو کسی وقت محروم و نامراد سمجھنے لگتا تھا، حضرت شیخ اس دل شکستہ طبقہ کی دلجوئی فرماتے ہیں اور اس پر اللہ تعالیٰ کی جو عنایات ہیں ان کا ذکر فرماتے ہوئے اس امتیاز و فرق کی حکمت بیان کرتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

"اے خالی ہاتھ فقیر! اے وہ کہ جس سے تمام دنیا برگشتہ ہے، اے گمنام! اے بھوکے پیاسے ننگے جگر جھلسے ہوئے، اے ہر مسجد و خرابات سے نکالے ہوئے، اے ہر در سے پھٹکارے ہوئے، اے وہ کہ ہر مراد سے محروم خاک پر پڑے ہوئے، اے وہ کہ جس کے دل میں (ٹوٹی ہوئی) آرزوؤں اور ارمانوں کے (کشتوں کے) پشتے لگے ہیں مت کہہ کہ خدا نے مجھے محتاج کر دیا۔ دنیا کو مجھ سے پھیر دیا، مجھے پامال کر دیا، چھوڑ دیا، مجھ سے دشمنی کی، مجھے پریشان کیا، اور تسکین (خاطر) نہ بخشی، مجھے ذلیل کیا اور دنیا سے میری کفایت نہ کی مجھے گمنام کیا۔ اور خلق میں اور میرے بھائیوں میں میرا ذکر بلند نہ کیا اور غیر پر تمام نعمتیں نچھاور کر دیں جس میں اس کے رات دن گزرتے ہیں۔ اسے مجھ پر اور میرے دیار والوں پر فضیلت دی۔ حالانکہ وہ بھی مسلمان ہے اور میں بھی اور ایک ماں باپ آدم و حوا کی اولاد میں دونوں ہیں (اے فقیر) خدا نے تیرے ساتھ یہ برتاؤ اس لیے کیا کہ تیری سرشت دراصل زمین (کے مثل) بے ریت ہے اور رحمتِ حق کی بارش برابر تجھ پہ ہو رہی ہے۔ از قسم صبر و رضا و یقین و موافقت و علم اور ایمان و توحید کے انوار گھر داگر دیں تو تیرے ایمان کا درخت اور اس کی جڑ اور بیج اپنی جگہ

---

[1] انوار الغیب مقالہ (۳۲)

پر مضبوط ہے، گُگھے دے رہا ہے، پھل رہا ہے، بڑھ رہا ہے، شاخیں پھیلا رہا ہے، سایہ دے رہا ہے، بلند ہو رہا ہے۔ روز افزوں زیادتی اور نمو میں ہے۔ اس کے بڑھانے اور پرورش کرنے میں پانی اور کھاد دینے کی ضرورت نہیں۔ اس بارے میں خداوند تعالیٰ تیرے حکم سے فارغ ہے، (کہ وہ خود تیری ضروریات کو بخوبی جانتا ہے) اس نے آخرت میں تجھے مقام بخشا ہے اور اس میں تجھے مالک بنایا ہے اور عقبیٰ میں تیرے لیے اتنی بخششیں رکھی ہیں کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کان نے سنیں اور نہ کسی انسان کے دل میں گزریں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کوئی نفس نہیں جانتا کہ کونسی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لیے چھپا رکھی گئی ہے۔ اس کام کے بدلے میں جو وہ کرتے رہے ہیں یعنی جو کچھ دنیا میں ان لوگوں نے احکام کی بجا آوری ممنوعات کے ترک پر صبر، مقدرات میں تفویض و تسلیم اور کل امور میں خدا کی موافقت کی ہے۔

اور وہ غیر جسے خدا نے دنیا عطا فرمائی اور (مالِ دنیا کا) مالک کیا ہے اور نعمت دنیاوی دی اور اس پر اپنا فیض فرمایا اس کے ساتھ یہ معاملہ اس لیے کیا ہے کہ اس کے ایمان کی جگہ ریتلی اور پتھریلی زمین ہے کہ اس میں پانی ٹھہرنا اور درخت اگنا اور کھیتی اور پھل کا پیدا ہونا وقت سے خالی نہیں تو اس زمین پر کھاد وغیرہ ڈالی جاتی ہے جس سے پودوں اور درختوں کی پرورش ہو اور وہ کھاد دنیا اور اس کا سامان ہے تاکہ اس سے درختِ ایمان اور نہالِ اعمال کی جو اس زمین میں اُگے ہیں حفاظت ہو۔ اگر یہ چیز اس سے علیحدہ کر دی جائے تو پودے اور درخت سوکھ جائیں گے اور پھل جاتے رہیں گے پھر گھر ہی اجڑ جائے گا حالانکہ خداوند تعالیٰ اس کے بنانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

تو اے فقیر! دولت بغیر آدمی کا درخت ایمان کمزور جڑ کا ہوتا ہے اور اس قوت سے خالی جو تیرے درختِ ایمان میں بھری ہوئی ہے۔ اس کی مضبوطی اور اس کا ٹکاؤ انہیں چیزوں سے ہے جو مالِ دنیا اور طرح طرح کی نعمتیں اس کے پاس تجھے نظر آتی ہیں اگر درخت کی کمزوری میں یہ چیزیں اس سے الگ کر دی جائیں تو ایمان کا درخت سوکھ کر کفر و انکار پیدا ہو

جائے گا) اور وہ شخص منافق و مرتدین و کفار میں شامل ہو جائے گا البتہ اگر خداوند تعالیٰ دولت مند کی طرف صبر و رضا و یقین علم اور طرح طرح کی معرفتوں کے لشکر بھیجے اور اس سے اس کا ایمان قوی ہو جائے تو پھر اسے تونگری اور نعمتوں کے علیحدہ ہو جانے کی پرواہ نہ رہے گی۔ (انوار الغیب مقالہ ۲۵)

دنیا کی صحیح حقیقت

حضرت شیخ کے یہاں رہبانیت کی تعلیم نہیں۔ وہ دنیا کے استعمال اور اس سے بہ قدر ضرورت فائدہ اٹھانے سے منع نہیں فرماتے اس کی پرستش اور غلامی اور اس سے قلبی تعلق اور عشق سے منع فرماتے ہیں۔ ان کے مواعظ در حقیقت حدیث نبوی ان الدنیا خلقت لکم وانکم خلقتم للاخرۃ (بے شک دنیا تمھارے لیے پیدا کی گئی یعنی تمھاری لونڈی ہے اور تم آخرت کے لیے پیدا کیے گئے) کی تفسیر ہیں ایک موقع پر فرماتے ہیں۔

"دنیا میں اپنا مقسوم اس طرح مت کما کہ وہ بیٹھی ہوئی ہو اور تو کھڑا ہو۔ بلکہ اسے بادشاہ کے دروازہ پر اس طرح کما کہ تو بیٹھا ہوا ہو اور وہ طباق اپنے سر پر رکھے ہوئے کھڑی ہو۔ دنیا خدمت کرتی ہے اس کی جو حق تعالیٰ کے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے۔ اور جو دنیا کے دروازے پر کھڑا ہو اسے ذلیل کرتی ہے۔ حق تعالیٰ کے ساتھ عزت و تونگری کے قدم پر"[1]

ایک دوسرے موقعہ پر ارشاد ہوتا ہے۔

"دنیا ہاتھ میں رکھنی جائز، جیب میں رکھنی جائز، کسی اچھی نیت سے اسے جمع کرنا جائز، باقی قلب میں رکھنا جائز نہیں (کہ دل سے بھی محبوب سمجھنے لگے) دروازہ پر اس کا کھڑا ہونا جائز باقی دروازہ سے آگے گھسنا نہ جائز ہے۔ نہ تیرے لیے عزت ہے"[2]

---

[1] مجلس ۱۰ فیوض یزدانی [2] مجلس ۵۱ ایضاً

خلفا اور حکام وقت پر تنقید

حضرت شیخ ان درباری سرکاری علماء اور مشائخ کی بھی پرزور تردید اور پردہ دری فرماتے تھے جنھوں نے سلاطین اور ناخواندہ نزین حکام کی مصاحبت اختیار کی تھی اور ان کی ہاں میں ہاں ملانا ان کا شعار تھا۔ جن کی وجہ سے ان سلاطین و حکام کو زیادہ جرأت اور بے خوفی پیدا ہوگئی تھی۔ ایک موقعہ پر اس طبقہ کو خطاب کرکے فرماتے ہیں :-

"اے علم اور عمل میں خیانت کرنے والو! تم کو ان سے کیا نسبت ہے؟ اللہ اور اس کے رسول کے دشمنو! اے بندگانِ خدا کے ڈاکوؤ! تم کتنے ظلم اور کتنے نفاق میں (مبتلا) ہو۔ یہ نفاق کب تک رہے گا؟ اے عالمو اور اے زاہدو! بادشاہان و سلاطین کے لیے کب تک منافق بنے رہوگے کہ ان سے دنیا کا زر و مال اور اس کی شہوات و لذات لیتے رہو۔ تم اور اکثر بادشاہ اس زمانہ میں اللہ تعالےٰ کے مال اور اس کے بندوں کے متعلق ظالم اور خائن بنے ہوئے ہیں۔ بار الہا! منافقوں کی شوکت توڑ دے اور انہیں ذلیل فرما۔ ان کو توبہ کی توفیق دے اور ظالموں کا قلع قمع فرما اور ان کو ان سے پاک کردے یا ان کی اصلاح فرما"[1]

ایک دوسرے موقعہ پر اسی طبقہ کے ایک فرد کو اپنا مخاطب بناتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"تجھے شرم نہیں آتی کہ تیری حرص نے تجھے ظالموں کی خدمت گاری اور حرام خوری پر آمادہ کردیا۔ تو کب تک حرام کھاتا اور دنیا کے ان ظالم بادشاہوں کا خواستگار بنا رہے گا جن کی خدمت میں لگا ہوا ہے ان کی بادشاہت عنقریب ہٹ جائے گی۔ اور تجھے حق تعالیٰ کی خدمت میں آنا پڑے گا جس کی ذات

---

[1] فیوض یزدانی مجلس ۵۱

کو کبھی زوال نہیں[1]"

دین کیلیے دلسوزی اور فکر مندی

حضرت شیخ دینی اور اخلاقی انحطاط کو (جس کا سب سے بڑا مرکز ہندوستان تھا) دیکھ دیکھ کر کڑھتے تھے اور عالم اسلام میں جو ایک عام دینی زوال رُونما تھا اس کے آثار دیکھ کر ان کے سینہ میں محبت اسلامی اور غیرتِ دینی کا جوش اٹھتا تھا۔ وہ اپنے اس قلبی احساس اور درد کو بعض اوقات چھپا نہیں سکتے تھے۔ اور یہ دریا ان کے خطبات اور مواعظ میں امنڈ آتا ہے۔ ایک موقعہ پر ارشاد فرماتے ہیں:

"جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی دیواریں پے در پے گر رہی ہیں اور اس کی بنیاد بکھری جاتی ہے۔ اے باشندگانِ زمین آؤ اور جو گر گیا ہے اس کو مضبوط کر دیں اور جو ڈھے گیا ہے اسے درست کر دیں۔ یہ چیز ایک سے نہیں ہو سکتی سب کو مل کر کام کرنا چاہیئے۔ اے سورج، اے چاند اور اے دن! تم سب آؤ[2] ————"

ایک دوسرے موقعہ پر فرماتے ہیں۔

"اسلام رو رہا ہے اور ان فاسقوں، ان بدعتیوں، گمراہوں، مکر کے کپڑے پہننے والوں اور ایسی باتوں کا دعویٰ کرنے والوں کے (ظلم) سے جو ان میں موجود ہیں۔ اپنے سر کو تھامے ہوئے فریاد مچا رہا ہے، اپنے متقدمین اور نظر کے سامنے والوں کی طرف غور کرو۔ کہ امر و نہی کرتے تھے۔ اور کھاتے پیتے بھی تھے (اور دفعۃً) انتقال پا کر ایسے ہو گئے گویا ہوئے ہی نہ تھے تیرا دل کس قدر سخت ہے؟ کتا بھی شکار کرنے اور کھیتی اور مویشی کی نگہبانی اور مالک کی حفاظت کرنے میں اپنے مالک کی خیر خواہی کرتا ہے اور اسے دیکھ کر خوشی کے مارے کلکاریاں کرتا ہے اور تو ہر وقت اللہ کی قسم قسم کی نعمتیں شکم

---

[1] مجلس ۵۲ [2] ملفوظات ص ۹۸ ہم

سیر ہو کر کھاتا رہتا ہے مگر ان نعمتوں کے دینے سے جو اس کو مقصود ہے نہ تو اسے پورا کرتا ہے اور نہ اس کا حق ادا کرتا ہے بلکہ اس کے برعکس اس کا حکم روکتا ہے۔ اور اس کے حدود شریعت کی حفاظت نہیں کرتا۔"

(ملفوظات ص ۷۵)

بحیثیت مفتی بیان کیا جاتا ہے کہ غوث اعظمؒ کے پاس عراق کے علاوہ اور بھی کئی شہروں سے فتوے آیا کرتے تھے شیخ عبدالرزاق، شیخ عبدالوہاب اور ابوالقاسم عمر بزاز کا بیان ہے کہ ہم نے ایسا کبھی نہیں دیکھا کہ کوئی استفتار آپ کے پاس ایک رات رہا ہو اور آپ نے اس کے بارے میں کسی کتاب میں کچھ تلاش کیا ہو یا زیادہ غور فکر کی ضرورت محسوس کی ہو۔ بلکہ استفتار کو پڑھتے اور فوراً اس کے نیچے ہی جواب لکھ دیا کرتے تھے۔

آپ حضرت امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور آپ کے فتویٰ کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ علمار آپ کے فتویٰ کی صحت پر اس قدر تعجب کا اظہار نہ کرتے تھے جتنا آپ کے جواب کی سرعت پر بغرض فتویٰ کے سلسلہ میں آپ عراق میں مرجع خلائق تھے۔ طالب علموں کو آپ کی موجودگی میں کسی اور کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔ اس لیے کہ آپ علم و فضل میں جامع تھے۔

ایک دلچسپ فتویٰ سیرت غوث اعظم" میں حضرت غوث اعظم کے صاحبزادہ شیخ عبدالرزاق کا ایک بیان نقل کیا گیا ہے کہ "ایک مرتبہ بلاد عجم سے ایک فتویٰ آپ (غوث اعظمؒ) کے پاس آیا۔ اس سے قبل یہ فتویٰ علمار عراق کے سامنے پیش ہو چکا تھا مگر کسی نے بھی اس کا شافی جواب نہیں دیا تھا۔

اس کی صورت یہ تھی کہ حضرات علمار اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے

۱؎ تاریخ دعوت و عزیمت حصہ اول - ۲؎ بہجہ ص ۱۱۸

طلاق ثلاثہ کے ساتھ اس بات کی قسم کھائی کہ وہ ایک ایسی عبادت کرے گا جس میں وہ بہ عبادت کرتے وقت تمام لوگوں سے منفرد ہوگا پس وہ شخص کون سی عبادت کرے،

جب آپ کی خدمت میں یہ استفتا پیش ہوا تو فوراً اس پر تحریر فرمایا کہ وہ شخص مکہ معظمہ میں چلا جائے مطاف اس کے لیے خالی کرا دیا جائے اور وہ اکیلا ایک ہفتہ طواف کرے چنانچہ یہ جواب ملتے ہی وہ شخص اسی روز مکہ معظمہ روانہ ہوگیا"

آپ کا خطبہ وعظ

آپ کا معمول تھا کہ وعظ شروع کرنے سے قبل ایک خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ اس کے بعد کسی موضوع پر تقریر فرماتے آپ کے فرزند عبدالوہاب کا بیان ہے کہ میرے والد وعظ سے قبل خطبہ اس طرح شروع کرتے تھے الحمد للہ رب العالمین...... اس کے بعد قدرے سکوت اختیار کرتے پھر فرماتے الحمد للہ رب العالمین...... پھر خاموش ہو جاتے تیسری مرتبہ پھر یہی الفاظ دہراتے اور قدرے توقف کے بعد یہ خطبہ پڑھا کرتے تھے

الحمد للہ رب العالمین علیٰ عَدَدِ خَلقِہٖ وزِنَۃَ عَرشِہٖ و رِضَا نفسِہٖ وَمدادَ کلماتِہٖ و مُنتَھیٰ علمِہٖ وَجمیع ماشاءَ و خَلَقَ وَذَرَاَ وَبَرَاَ عالِمِ الغیبِ و الشَّھادۃِ الرحمٰنِ الرحیمِ الملکِ القدوسِ العزیزِ الحکیمِ واشھدُ	ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے اس کی ساری مخلوقات، اس کے عرش اس کے کلمات، اس کے سب کے برابر اور جس قدر وہ اپنے لیے پسند کرے، وہ ظاہر و باطن غرض تمام چیزوں کا جاننے والا ہے نہایت مہربان اور رحیم ہے ہر چیز کا مالک، پاک اور بے عیب ہے سب سے غالب اور سب سے زیادہ حکمت والا ہے
ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لہٗ الملکُ وَلَہُ الحمدُ یُحیِی ویُمیتُ وھو حیٌّ لایموت بِیَدِہِ الخیرُ وھُوَ علیٰ کلِّ شیءٍ	میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے، ملک بھی اس کا ہے اور سب تعریفیں بھی اسی کو زیبا ہیں۔ وہی سب کو زندہ کرتا اور وہی مارتا ہے

تدبیرہ ولاندّ لہ ولاشریک لہ
ولا وزیر ولا عون ولا ظہیراً
الواحد الاحد الفرد الصمد
الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن
لہ کفواً احد لیس بجسم فینقسم
ولا جوہر فیحس ولا عرض فیکون
منتقصاً ہنالک ولا وزیر ولا
مشارک جل ان یشبہ بما صنعہ
او یضاف لما اخترعہ لیس کمثلہ
شیء وہو السمیع البصیر واشہد
ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم
عبدہ ورسولہ وحبیبہ وخلیلہ
وصفیہ ونجیہ وخیرتہ من خلقہ
ارسلہ بالہدی ودین الحق
لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ
المشرکون ۵ اللہم ارض عن
الرفیع العماد الطویل النجاد المؤید
بالتحقیق المکنی بالعتیق الخلیفۃ
الشفیق المستخرج من اطہر اصل
عریق الذی باسمہ باسمہ مقرون
وجسمہ مع جسمہ مدفون

وہ خود ابد الآباد تک زندہ رہیگا۔ اسے کبھی موت نہیں۔
ہر طرح کی بھلائی اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اور وہ ہر بات پر قادر ہے۔ نہ اس کا کوئی ہمسر ہے اور نہ شریک۔ نہ اس کا کوئی وزیر ہے اور نہ معاون و مددگار ایک اکیلا تن تنہا اور پاک و بے نیاز ہے۔ نہ وہ کسی سے اور نہ کوئی اس سے پیدا ہوا۔ کوئی اس کی برابری نہیں کر سکتا۔ نہ ہی وہ جسم ہے جس میں کمی زیادتی ہو سکے۔ نہ جوہر ہے کہ حس میں آئے۔ نہ وہ عرض ہے کہ نقصان قبول کر سکے، وہ اس سے بھی بالا ہے کہ اس کی بنائی ہوئی چیزوں سے اسے تشبیہ یا اختراعات میں سے کسی کے ساتھ اسے نسبت دی جائے۔ بلکہ کوئی بھی شے اس کے نہیں وہ سب کی سنتا اور ہر بات دیکھتا ہے۔

میں اس بات کی بھی شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، اس کے حبیب اس کے خلیل اور اس کی ساری مخلوقات میں بہترین مخلوق ہیں۔

اس نے آپ کو دنیا میں ہدایت کامل اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ تمام ادیان پر اسے غالب کر دے گو مشرکین اس بات کو پسند نہ کریں۔

اے اللہ! تو راضی ہو اور اپنی رحمتیں نازل فرما، ان پر جو اونچے گھرانوں کے اور بڑے پرتلوں والے ہیں جن کا

الْاِمَامُ اَبِی بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ
اللّٰہُ عَنْہُ وَعَنِ الْقَصِیْرِ الْاَمَلِ
الْکَبِیْرِ الْعَمَلِ الَّذِیْ لَا خَامَرَہٗ
وَجَلٌ وَّلَا عَارَضَہٗ زَلَلٌ وَّلَا
دَاخَلَہٗ مَلَلٌ الْمُؤَیَّدِ بِالصَّوَابِ
الْمُلْہَمِ الْفَصْلَ الَّذِیْ وَافَقَ
حُکْمُہٗ نَصَّ الْکِتَابِ الْاِمَامِ اَبِیْ
حَفْصٍ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ
اللّٰہُ عَنْہُ مُجَہِّزِ جَیْشِ الْعُسْرَۃِ
وَعَاشِرِ الْعَشَرَۃِ مِنْ سَیِّدِ
الْاِیْمَانِ وَمُرَتِّلِ الْقُرْاٰنِ وَمُشَتِّتِ
الْفُرْسَانِ وَضَعْضَعِ الطُّغْیَانِ
مُزَیِّنِ الْمِحْرَابِ بِاِمَامَتِہٖ وَالْقُرْاٰنِ
اَفْضَلِ الشُّہَدَاءِ وَ
اَکْرَمِ السُّعَدَاءِ الْمُسْتَحْیِیْ مِنْہُ
مَلٰٓئِکَۃُ الرَّحْمٰنِ ذِی النُّوْرَیْنِ
عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَ رَضِیَ
اللّٰہُ عَنْہُ وَعَنِ الْبَطَلِ الْبُہْلُوْلِ وَ
زَوْجِ الْبَتُوْلِ وَابْنِ عَمِّ الرَّسُوْلِ
وَسَیْفِ اللّٰہِ الْمَسْلُوْلِ قَالِعِ
الْبَابِ وَہَازِمِ الْاَحْزَابِ بِمَامِ

حق مؤید تھا۔ جن کی کنیت عتیق تھی جو خلیفۂ مہربان تھے جن کی اصل بہت پاک تھی جن کا اسم گرامی سرور کائنات کے نامِ پاک کے ساتھ مقرون اور جن کا جسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر کے ہم پہلو دفن ہے یعنی امام عادل امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اور ان پر جو کوتاہ حرص اور کثیر العمل تھے جنہیں نہ کسی کا خوف لاحق ہوتا تھا۔ نہ ان سے کوئی لغزش سرزد ہوئی تھی۔ نہ وہ راہِ حق میں کسی طرح تھک سکتے تھے حق جن کی تائید پر تھا جنہیں فیصلے اور تصفیہ کرنا الہام ہو چکا تھا۔ جو راہِ حق پر تھے۔

وہ کہ جن کا حکم کئی مرتبہ وحی اور آیاتِ قرآنی کے مطابق اترا یعنی امام عادل امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اور ان پر جو اسلامی لشکر کی تیاریوں میں نہایت سرگرم تھے۔ جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے جنہوں نے ایمان کی جڑ کو مضبوط کر دیا جنہوں نے لشکر پھیلا کر کفار کی سرکشی مٹائی جنہوں نے سجدوں کی محرابوں کو اپنی امامت سے اور کلامِ الٰہی کو اس کی تلاوت سے آراستہ کیا جو افضل الشہداء اور اکرم السعداء ہیں جن کی شرم و حیا کا یہ حال تھا کہ ان سے فرشتے بھی حیا کرتے تھے جن کا لقب ذی النورین تھا یعنی امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اور ان پر جو شیرِ خدا ازواجِ بتول اور حضور

الدِّيْنِ وَعَالِمِهٖ وَقَاضِى الشَّرْعِ وَحَاكِمِهٖ
وَالْمُتَصَدِّقِ فِى الصَّلٰوةِ بِخَاتَمِهٖ
مُفْدِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ بِنَفْسِهٖ وَ
مُظْهِرِ الْعَجَائِبِ الْاِمَامِ اَبِى الْحَسَنِ
عَلِىِّ ابْنِ اَبِىْ طَالِبٍ وَعَنِ السِّبْطَيْنِ
الشَّهِيْدَيْنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ
وَعَنِ الْعَمَّيْنِ الشَّرِيْفَيْنِ الْحَمْزَةِ
وَالْعَبَّاسِ وَعَنِ الْاَنْصَارِ وَ
الْمُهَاجِرِيْنَ وَعَنِ التَّابِعِيْنَ لَهُمْ
بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ يَارَبَّ
الْعَالَمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اَصْلِحِ الْاِمَامَ
وَالْاُمَّةَ وَالرَّاعِىْ وَالرَّعِيَّةَ وَ
اَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ فِى الْخَيْرَاتِ
وَادْفَعْ شَرَّ بَعْضِهِمْ عَنْ بَعْضٍ
اَللّٰهُمَّ وَاَنْتَ الْعَالِمُ بِسَرَائِرِنَا
فَاَصْلِحْهَا وَاَنْتَ الْعَالِمُ بِعُيُوْبِنَا
فَاسْتُرْهَا وَاَنْتَ الْعَالِمُ
بِحَوَائِجِنَا فَاقْضِهَا لَا تَرَانَا
حَيْثُ نَهَيْتَنَا وَلَا تَفْقِدْنَا
حَيْثُ اَمَرْتَنَا وَاَعِزَّنَا
بِالطَّاعَةِ وَلَا تُذِلَّنَا

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی تھے۔ جو گویا باری تعالیٰ کی نکلی ہوئی تلوار تھے جنہوں نے خیبر کے دروازہ کو اکھاڑ پھینکا تھا۔ جو دشمن کے لشکروں کو شکست فاش دیا کرتے تھے۔ جو دین کے امام و عالم اور نماز کا پورا حق ادا کرنے والے۔ شرع کے قاضی و حاکم تھے۔ جو اپنی روح پُرفتوح کو سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا کرتے تھے۔ یعنی مظہر العجائب امام عادل امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نواسے سبطین الشہیدین الامام الحسن والحسین اور آپ کے عم بزرگ حضرت حمزہ اور حضرت عباس اور کل مہاجرین وانصار پر اور ان پر بھی جو کہ قیامت تک ان کی پیروی کرتے رہیں

اے پروردگار! امام اور امت حاکم اور محکوم دونوں کو صلاحیت نصیب کر۔ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت ڈال۔ انہیں نیکی کی توفیق دے۔ اور ایک دوسرے کے شر سے انہیں محفوظ رکھ۔

اے مولا! تو ہمارے پوشیدہ بھیدوں سے خبر دار ہے۔ تو ان کی اصلاح فرما۔ تو ہمارے گناہوں سے آگاہ ہے انہیں معاف فرما۔ تو ہمارے عیبوں سے

بِالْمَعْصِيَةِ وَاشْغَلْنَا
بِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ
وَاقْطَعْ عَنَّا كُلَّ
قَاطِعٍ يَقْطَعُنَا
عَنْكَ وَأَلْهِمْنَا
ذِكْرَكَ وَ
شُكْرَكَ
وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ
لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ
مَا شَاءَ اللّٰهُ
كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ
مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ
الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ط اَللّٰهُمَّ
لَا تُحْيِنَا فِيْ غَفْلَةٍ
وَلَا تَأْخُذْنَا
عَلٰى غِرَّةٍ رَبَّنَا لَا
تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِيْنَا
أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا
تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا
كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا

آگاہ ہے انہیں چھپا۔ تو ہماری ضروری باتوں کو جانتا ہے انہیں پورا کر۔ جن باتوں سے تو نے ہمیں منع کیا ہے ان کے کرنے کا ہمیں موقعہ نہ دے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم تیرے احکام کے پابند رہیں۔ ہمیں اپنی طاعت و عبادت کی عزت نصیب کر اور ہمیں گناہوں کی ذلت میں نہ ڈال۔ اپنے ماسوائے سے ہمیں اپنی طرف کھینچ لے۔ جو تجھ سے ہمیں دور کرے اسے ہم سے دور کر دے۔

ہمیں اپنا ذکر کرنے کا طریقہ سکھا۔ اور صبر و شکر کی توفیق دے اور طاعت اور عبادت کرنے میں ہمیں خلوص و یقین نصیب کر۔

اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی ہوتا ہے جو کچھ وہ چاہتا ہے۔ اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا کسی کو کچھ طاقت اور قوت نہیں مگر اس کی اعانت سے جو عظمت اور بزرگی والا ہے۔

اے پروردگار ہماری زندگی غفلت کی زندگی نہ کر اور نہ ہمارے دھوکے میں پڑ جانے سے تو ہم سے مواخذہ کر۔

اے پروردگار! ہم بھول جائیں یا قصداً ہم کوئی خطا کر بیٹھیں تو تو ہم سے درگزر فرما۔ اور ہم پر اتنا بوجھ نہ ڈال جتنا تو نے اگلی امتوں پر ڈالا ہے

وَلَا تُحَمِّلْنَا مَالَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اے اللہ جس بات کی ہمیں طاقت نہ ہو اس میں تو ہمیں مجبور نہ کر تو ہم سے نرمی فرما اور ہمارے گناہ بخش دے اپنا فضل وکرم ہمارے شاملِ حال رکھ تو ہی ہمارا مالک اور حقیقی مددگار ہے تو ہی کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔

باب ۵

زندگی کا ماحاصل وفات،

اولاد اور سلسلہ۔

زندگی کا ماحاصل غوث اعظمؒ کی علمی سرگرمیوں کا ماحاصل یہ ہے کہ آپ نے عمر کے ابتدائی اٹھارہ سال اپنے مولد جیلان میں گزارے، پھر بغداد تشریف لاکر تحصیل علم میں مشغول ہو گئے۔ نو سال علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل میں صرف کیے پچیس سال تک جنگلوں، بیابانوں اور ویرانوں میں گھوم پھر کر مشقت و ریاضت کرتے رہے اسطرح سلوک کے منازل طے کیے، پھر خلقِ خدا کو رشد و ہدایت کی تلقین کرنے میں مصروف ہو گئے چالیس سال ارشاد و تلقین اور اصلاح خلق میں گزار دیئے۔ اس دوران میں ہزاروں بزرگانِ خدا کو آپ نے کفر و ضلالت کی تاریکیوں سے نکال کر نور ایمان کے درخشاں راستوں پر لگایا اور یہ سلسلہ آخر وقت تک جاری رہا۔

آپ نے بغداد میں علم و عرفان کی جو مسند بچھائی وہ بنی نوع انسان کی اخلاقی اور روحانی اصلاح و ترقی کا ایک ایسا سرچشمہ تھا جس سے نہ صرف مسلمانوں نے بلکہ غیر مسلموں نے بھی استفادہ کیا اور طالبانِ رشد و ہدایت نے آپ کی مجلس کے طفیل دین و دنیا کی کامرانی کے طریقے سیکھے۔ مولانا سید ابوالحسن علی کے الفاظ ہیں "ان پرتاثیر اور انقلاب آفریں مواعظ سے اگرچہ اہل بغداد کو عظیم الشان روحانی اور اخلاقی نفع پہنچا اور ہزارہا انسانوں کی زندگی میں اس سے تبدیلی پیدا ہوگئی لیکن زندگی کے گہرے تغیرات، ہمہ گیر اصلاح اور مستقبل قریب کے لیے صاحب دعوت سے مستقل اور گہرے تعلق اور مسلسل اصلاح

د تربیت کی ضرورت تھی۔ مجالس دعوت و ارشاد مدارس کی طرح منضبط اور مستقل تربیت گاہیں نہیں ہوتیں جہاں طالبین کی تسلسل و انضباط کے ساتھ تعلیم و تربیت اور نگرانی کی جائے ان مجالس کے شرکاء و سامعین آزاد ہوتے ہیں کہ ایک مرتبہ وعظ سن کر چلے جائیں۔ پھر کبھی نہ آئیں۔ یا ہمیشہ آتے رہیں لیکن اپنی حالت پر قائم رہیں اور ان کی زندگی میں بدستور بڑے بڑے خلا اور دینی اور اخلاقی شگاف باقی رہیں۔

اسلامی آبادی کا پھیلاؤ اور زندگی کی ذمہ داریاں اور معاشی تفکرات اتنے بڑھ گئے تھے کہ مدارس کے ذریعہ سے (جنہیں بہت سی رسوم و قیود کا پابند ہونا پڑتا ہے) عمومی اصلاح و تربیت کا کام نہیں لیا جاسکتا تھا اور کسی بڑے پیمانہ پر کسی دینی و روحانی انقلاب کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ پھر اس کی کہاں صورت تھی کہ مسلمانوں کی بڑی تعداد اپنے ایمان کی تجدید کرے۔ دینی ذمہ داریوں اور پابندیوں کو شعور اور احساس ذمہ داری کے ساتھ دوبارہ قبول کرے۔ اس میں پھر ایمانی کیفیات اور دینی جذبات ہوں، اس کے افسردہ و مردہ دل میں پھر محبت کی گرمی پیدا ہو اور اس کے مضمحل قویٰ میں پھر حرکت اور نشاط پیدا ہو، اسے کسی مخلص خدا شناس پر اعتماد ہو۔ اور اس سے وہ اپنے امراضِ روحانی و نفسانی میں علاج اور دین میں صحیح روشنی اور رہنمائی حاصل کرے، ناظرین کو اس کا اندازہ ہو چکا ہے کہ خلافت جس کا یہ اصلی فرض تھا (اس لیے کہ جس نبی کی نیابت و نسبت پر یہ خلافت قائم تھی بقول سیدنا عمر بن عبدالعزیز وہ ہدایت کے لیے مبعوث ہوا تھا" جبایت" (تحصیل وصول کے لیے نہیں) نہ صرف اس فریضہ سے غافل اور کنارہ کش ہو چکی تھی، بلکہ اپنے اعمال و کردار کے لحاظ سے اس کام کے لیے مضر اور اس کے راستہ میں مزاحم تھی۔ دوسری طرف وہ اسی قدر بدگمان، توہم پرست اور تنگی واقع ہوئی تھی کہ کسی نئی تنظیم اور نئی دعوت کو جس میں وہ قیادت اور سیاست کی آمیزش پاتی، برداشت نہیں کر سکتی تھی اس کو وہ فوراً کچل دیتی۔

ایسی صورت میں مسلمانوں میں نئی دینی زندگی، نیا نظم و ضبط اور نئے سرے سے حرکت

وعمل پیدا کرنے کے لیے اس کے علاوہ کیا شکل تھی کہ خدا کا کوئی مخلص بندہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ایمان وعمل اور اتباع شریعت کے لیے بیعت لے اور مسلمان اس کے ہاتھ پر اپنی سابقہ غفلت وجاہلیت کی زندگی سے اسلام اور ایمان کی تجدید کریں اور پھر وہ نائب رسول ان کی دینی نگرانی اور تربیت کرے۔ اپنی کیمیا اثر صحبت، اپنے شغلہ محبت اپنی استقامت اور اپنے نفس گرم سے پھر ایمانی حرارت، گرمی محبت، خلوص، ہیبت جذبہ اتباع سنت اور شوقِ آخرت پیدا کر دے۔ ان کو اس نئے تعلق سے محسوس ہو کہ انھوں نے ایک زندگی سے توبہ کی ہے اور ایک نئی زندگی میں قدم رکھا ہے اور کسی اللہ کے بندے کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا ہے۔ وہ بھی یہ سمجھے کہ ان بیعت کرنے والوں کی اصلاح وتربیت اور ان کی دینی خدمت اللہ تعالیٰ نے میرے سپرد کی ہے اور اس محبت واعتماد کا مجھ پر نیا حق قائم ہو گیا ہے۔ پھر اپنے تجربہ واجتہاد اور کتاب وسنت اصول وتعلیمات کے مطابق ان میں صحیح روحانیت وتقویٰ اور ان کی زندگی میں ایمان و احتساب واخلاص اور ان کے اعمال وعبادت میں کیفیات اور روح پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ یہی حقیقت ہے۔ اسی بیعت وتربیت کی جس سے دین کے مخلص بندوں نے اپنے اپنے وقت میں احیاء وتجدید دین اور اصلاح مسلمین کا کام کیا ہے اور لاکھوں بندگانِ خدا کو "حقیقتِ ایمان اور درجۂ احسان" تک پہنچا دیا ہے اس سلسلہ زریں کے سر حلقہ اور گل سرسبد حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کا نام اور کام اسی "حسب نبوی" کی تاریخ میں سب سے زیادہ روشن اور نمایاں ہے۔ الفاظ واصطلاحات اور علمی بحثوں سے الگ ہو کر اگر واقعات وحقائق پر بنیاد رکھی جائے تو تسلیم کرنا پڑیگا کہ اس دورِ انتشار میں (جو ابھی تک قائم ہے) اصلاح وتربیت کا اس سے زیادہ سہل اور عمومی اور اس سے زیادہ مؤثر اور کارگر ذریعہ نہیں ہو سکتا تھا۔

حضرت شیخ سے پہلے دین کے داعیوں اور مخلص خادموں نے اسی راستہ سے کام کیا ہے اور ان کی تاریخ محفوظ ہے۔ لیکن حضرت شیخ نے اپنی محبوب و دلآویز شخصیت، خداداد روحانی کمالات، فطری علو استعداد اور ملکہ اجتہاد سے اس طریقہ کو نئی زندگی بخشی۔ وہ نہ صرف اسی سلسلہ کے ایک نامور امام اور ایک مشہور سلسلہ (قادریہ) کے بانی ہیں بلکہ اس فن کی نئی تدوین و تربیت کا سہرا آپ ہی کے سر ہے۔ آپ سے پہلے وہ اتنا مدون و مرتب اور مکمل و منضبط نہ تھا، نہ اس میں اتنی عمومیت اور وسعت ہوئی تھی جتنی آپ کی مقبولیت اور عظمت کی وجہ سے پیدا ہو گئی۔ ٭

آپکے مخلص خلفاء اور باعظمت اہل سلسلہ نے تمام ممالک اسلامیہ میں دعوت الی اللہ اور تجدید ایمان کا یہ سلسلہ جاری رکھا۔ جن سے فائدہ اٹھانے والوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بیان نہیں کرسکتا۔ یمن حضرموت اور ہندوستان میں پھر مشائخ و تجار کے ذریعہ جاوا اور سماٹرا میں لاکھوں آدمیوں کی تکمیلِ ایمان اور لاکھوں غیر مسلموں کے قبولِ اسلام کا ذریعہ بنا، رضی اللہ تعالیٰ عنه وارضاہ وجزاہ عن الاسلام خیرالجزاء۔

حضرت شیخ کا وجود اس مادیت زدہ زمانہ میں اسلام کا ایک زندہ معجزہ تھا اور ایک بڑی تائید الٰہی، آپ کی ذات، آپ کے کمالات، آپ کی تاثیر اللہ تعالیٰ کے یہاں، آپ کی مقبولیت کے آثار اور خلق اللہ میں قبولیت و وجاہت کے کھلے ہوئے مناظر، آپ کے تلامذہ اور تربیت یافتہ اصحاب کے اخلاق اور ان کی سیرت و زندگی سب اسلام کی صداقت کی دلیل اور اس کی زندگی کا ثبوت تھا۔ اور اس حقیقت کا اظہار تھا کہ اسلام میں سچی روحانیت تہذیب نفس اور تعلق مع اللہ پیدا کرنے کی سب سے بڑی صلاحیت ہے، اور اس کا خزانہ عامرہ کبھی جواہرات سے خالی نہیں۔

وفات آپ کے وفات کے حالات میں لکھا ہے کہ "یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ

۱؎ سیرت غوث اعظم ۔ ٭ آپ کی زندگی میں لاکھوں انسان اس طریقہ سے فائدہ اٹھا کر ایمان کی حلاوت سے آشنا اور اسلامی زندگی اور اخلاق سے آراستہ ہوئے اور اس کے بعد

آفتاب غوثیت اس دن غروب ہوا جس دن آفتاب نبوت غروب ہوا تھا سوموار کا دن حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال پُر ملال کا دن تھا اسی دن آپ نے گیارہ[1] ماہ ربیع الثانی ۵۶۱ھ کے اندر اکانوے (۹۱) سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

مشہور ہے کہ وفات سے پیشتر ہی حضور غوثیت مآب کو اپنے ارتحال کا پتہ لگ گیا تھا چنانچہ جب آپ نے اپنے گھر والوں کو خبر دی تو سنتے ہی سب کے رونگٹے کھڑے ہو گئے، اجسام پر لرزہ طاری ہو گیا۔ ماہی بے آب کی طرح سب کے سب خاک پر لوٹتے آہ و نالہ اور گریہ زاری کرنے لگے۔

الغرض آپ کی طبیعت علیل ہو گئی اور آغاز ماہ ربیع الثانی مرض نے طول کھینچا، آخر گیارہ ربیع الثانی کو وہ وقت قریب آ پہنچا جبکہ حضرت کی روح مبارک عالم بالا کو پرواز کرنے کو تیار ہو گئی۔

وصال سے پیشتر حضرت نے تازہ غسل کیا، نماز عشاء ادا کی اور دیر تک سر بسجود رہے تمام گھر والوں اور ارادت مندوں کے لیے دعا مانگی اور کئی مرتبہ پڑھا۔

اللھم اغفر لامۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللھم ارحم امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللھم تجاوز عن امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو بخش دے۔ اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر رحم کر۔ اے اللہ! امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے درگزر فرما۔

جب سجدہ سے سر اٹھایا تو غیب سے آواز آئی یایھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی (اے

[1] بعض نے آپ کی تاریخ وفات ۹، ۱۳، ۱۷، ۲۰ ربیع الثانی بھی لکھی ہے مگر یہ خلاف صواب ہے کیونکہ تواتر کے ساتھ ۱۱ ربیع الثانی ثابت ہے اور دوسرے بلاد اسلامیہ و غیر اسلامیہ میں آپ کے عقیدت مند اسی تاریخ کو سالانہ عرس شریف کا ختم دلاتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

نفس مطمئنہ! اپنے پروردگار کی طرف لوٹ چل۔ تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے۔ پس میرے بندوں میں شامل ہو جا۔ اور میری جنت میں داخل ہو جا۔)

یہ سن کر حضور غوثیت مآب بستر پر دراز ہو گئے۔ اور سکرات الموت کے وقت یہ کلمات زبان مبارک سے نکالے۔

استعنتُ بلا الٰہ الا اللّٰہ الحی الذی لا یموتُ ولا یخشیٰ سبحان من تعزز بالقدرتِ وقہر العباد بالموت لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ	میں مدد لیتا ہوں اس رب العزت سے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں جو زندہ ہے۔ نہ اسے موت ہے نہ خوف۔ پاک ہے وہ جو قدرت سے باعزت ہے جو بندوں پر موت طاری کرنے میں

قاہر ہے۔ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے رسول ہیں۔

یہ کہتے ہی روح مبارک نے اعلیٰ علیین کی طرف توجہ فرمائی۔ دفعتاً آنکھوں کی پتلی چڑھ گئی سانس پھر گیا۔ پیشانی پر موت کا ٹھنڈا پسینہ آگیا اور رخساروں پر نور کی شعائیں پھیل گئیں ؎

کشتگان خنجر تسلیم را!! ہر زماں از غیب جانے دیگراست!

اس سانحۂ عظمٰی اور اس حادثہ کبریٰ کی اطلاع دفعتاً باہر پہنچی اور ہوا کی طرح بغداد گلی کوچوں میں گشت لگا گئی۔ خورد و کلاں سن کر گھبرا گیے۔ کلیجے اچھلنے لگے ہاتھ کانپنے لگے۔ نظروں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ اضطراب و بے قراری کی کوئی حد نہ رہی۔

لوگ جوق در جوق سراسیمہ پریشان روتے پیٹتے، چیختے چلّاتے، بھاگتے ہوئے آستانہ مبارک پر پہنچے تھوڑے عرصہ میں ہزارہا مخلوقِ خدا جمع ہو گئی۔ وفات کے بعد اسی وقت خدام نے حضرت کو غسل دیا اور لحد بھی کھودی گئی قبر کنی کے بعد باہتا

اسلام کو زیرِ زمین قبر شریف میں اتارا گیا۔ اور لحد پر نو کچی اینٹیں پاٹ کر اس کا منہ بند کر دیا گیا۔ اس کے فوراً بعد مٹی بھر دی گئی جس میں تمام یارانِ طریقت اور حلقہ بگوشاں شریک ہوئے۔ بغداد جدّ میں حضرت کا روضہ مبارک تا حال موجود ہے جس کی زیارت سے ہزارہا مخلوقِ خدا فیض اٹھا رہی ہے۔

وصیتیں اور آخری کلمات

بیان کیا جاتا ہے کہ غوث اعظم نے بیماری کے دوران اپنے صاحبزادوں کو بہت سی وصیتیں فرمائی تھیں۔ یہ وصیتیں دراصل تمام مسلمانوں کے لیے حکمت و عظمت کی کان ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے فرزند شیخ عبدالوہاب نے آپ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وصیت فرمائیں جس پر میں آپ کے بعد عمل کرتا رہوں۔ غوثِ اعظم نے ارشاد فرمایا "خدائے تعالیٰ کے تقویٰ اور اس کی اطاعت کو اپنے اوپر لازم کر لے۔ نہ کسی سے ڈر اور نہ کسی سے طمع رکھ۔ اپنی تمام حاجتیں اسی سے طلب کر اس کے سوا کسی پر بھروسہ نہ رکھ، پھر فرمایا توحید، توحید، توحید، سب اشیا کا مجسمہ توحید ہے"۔

فرمایا "جب قلب اللہ تعالیٰ کے ساتھ درست ہو جاتا ہے تو نہ کوئی شئے اس سے خالی رہتی ہے۔ نہ کوئی چیز اس سے باہر نکلتی ہے میں سراسر مغز ہوں پوست نہیں ہوں"

آپ نے بیماری کے عالم میں جب کہ بستر پر دراز تھے اپنے صاحبزادوں سے فرمایا: "میرے ارد گرد سے دور ہٹ جاؤ کہ بہ ظاہر میں تمھارے ساتھ ہوں مگر باطن میں کسی اور کے ساتھ ہوں، میرے اور تمھارے بلکہ ساری مخلوق کے درمیان اس قدر دوری ہے کہ جتنی آسمان اور زمین میں۔ لہٰذا نہ مجھے کسی پر قیاس کرو نہ کسی کو مجھ پر۔ میرے پاس تمھارے سوا اور بھی آتے ہیں۔ (آپ کا اشارہ فرشتوں کی طرف تھا لہٰذا جگہ چھوڑ دو اور ان کے ساتھ باادب رہو۔ یہاں (ملائکہ اور ارواح) کا بڑا انبوہ ہے۔ ان کے لیے جگہ تنگ نہ کرو"۔

آپ کے ایک صاحبزادے کی زبانی روایت ہے کہ وفات سے قبل ایک

دن اور ایک رات آپ اکثر یہی فرماتے رہے "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
غفر اللہ لی ولکم (رتاب اللہ علی وعلیکم بسم اللہ غیر مودعین (وعلیکم السلام
ورحمۃ اللہ وبرکاتہ) اللہ مجھے بھی بخشے اور تمہیں بھی اور مجھ پر بھی توجہ فرمائے اور تم پر
بھی بسم اللہ یعنی تشریف لائیں خدا کرے ہر وقت رہو، رخصت نہ کیے جاؤ۔

وفات سے کچھ دیر قبل آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔

انا لا ابالی بشیٔ لا بملکٍ ولا	میں کسی شے کی پروا نہیں کرتا، نہ
بملک الموت یاملک الموت	فرشتے کی اور نہ ملک الموت کی۔ اے
تنح لنا من یتولا ناسوالک	ملک الموت تم ہٹ جاؤ ہمارے لیے

تمہارے سوا کوئی اور ہی ہے جو (روح قبض کرنے کا) متکفل ہوگا۔

آپ کے فرزند نے آپ کی طبیعت کے بارے میں پوچھا تو فرمایا "مجھ سے کچھ نہ
پوچھیے میں وہی ہوں جو علم خداوندی میں کروٹیں لے رہا ہوں"۔

وفات سے قبل آپ بار بار ہاتھ اٹھا کر یہ بھی فرماتے رہے "وعلیکم السلام ورحمۃ
اللہ وبرکاتہ توبہ کرو اور صف میں داخل ہو جاؤ میں تمہارے پاس آتا ہوں"

آپ کے فرزند عبد الجبار نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کے بدن کے کسی
عضو میں درد تو نہیں ہوتا؟ آپ نے جواب دیا دل کے سوا میرے تمام اعضاء مجھے
ستاتے ہیں۔ دل کو کوئی درد نہیں وہ اپنے اللہ کے ساتھ صحیح اور ثابت ہے۔

اس کے بعد عالم جاودانی کو رخصت ہونے کا وقت آگیا اس وقت آپ نے
جو کلمات ادا کیے وہ اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ ان میں "تعزّ" کا لفظ بھی آیا ہے۔ آپ کے صاحبزادہ
شیخ موسیٰ کا بیان ہے کہ جب آپ نے یہ لفظ ادا کرنا چاہا تو آپ کی زبان اسے ٹھیک
طور پر ادا نہ کر سکی چنانچہ آپ اسے بار بار دہراتے رہے (یعنی ٹھیک طور پہ ادا کرنے کی
غرض سے) بالآخر ٹھیک طور پہ بلند آواز سے ادا کر دیا۔ اس کے بعد تین مرتبہ اللہ، اللہ، اللہ

کہا پھر آپ کی آواز دھیمی ہوگئی۔ زبان مبارک تالو سے چمٹ گئی . . . . . روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

اولاد

غوث اعظمؒ نے چار شادیاں کیں۔ آپ کی ازواج بھی آپ کے روحانی فیوض وکمالات سے فیض یافتہ تھیں۔ آپ کے بچوں کی کل تعداد انچاس[1] بیان کی جاتی ہے جن میں بیس لڑکے تھے اور باقی لڑکیاں۔ آپ کے لڑکوں میں مندرجہ ذیل صاحبزادے زیادہ شہرت رکھتے ہیں۔

(۱) حضرت شیخ عبدالوہابؒ
(۲) حضرت شیخ عبدالرزاقؒ
(۳) حضرت شیخ عبدالعزیزؒ
(۴) حضرت شیخ عبداللہؒ
(۵) حضرت شیخ عبدالجبارؒ
(۶) حضرت شیخ محمد عیسیٰؒ
(۷) حضرت شیخ یحییٰؒ
(۸) حضرت شیخ موسیٰؒ
(۹) حضرت شیخ ابراہیمؒ
(۱۰) حضرت شیخ محمدؒ

---

[1] مولٰنا محمد داؤد لکھتے ہیں کہ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی اپنی کتاب عوارف المعارف کے گیارہویں باب میں فرماتے ہیں کہ حضور غوثیت مآب سے کسی نے دریافت کیا کہ حضرت آپ نے نکاح کیوں کیا؟ تو آپ نے فرمایا بیشک میں نکاح نہیں کرتا تھا لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم زوجہ کرو۔

نیز آپ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں مدت سے نکاح کرنے کا ارادہ رکھتا تھا مگر اس وجہ سے مجھے نکاح کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی کہ میرے اوقات میں کدورت پیدا ہو جائیگی۔ عرصہ تک میں اپنے اس ارادہ سے باز رہا مگر کہاں تک؟ کل امر مرہون باوقتہا ہر کام کا ایک وقت مقرر ہو چکا ہے۔ جب یہ وقت آیا تو خدائے تعالےٰ نے مجھے چار ازواج عنایت کیں۔ جن میں سے ہر ایک مجھ سے کامل محبت رکھتی تھی۔ آپ کی بیبیاں بھی آپ کے روحانی فیوض وکمالات سے فیض یاب تھیں۔ چنانچہ آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ عبدالجبارؒ اپنی والدہ کے متعلق بیان فرماتے ہیں (ملاحظہ ہو قلائد الجواہر) کہ جب میری والدہ کسی اندھیرے مکان میں جاتی تھیں تو وہاں شمع کی طرح سے روشنی ہو جاتی تھی۔ ایک دفعہ ایک ایسے موقعہ پر میرے والد صاحب بھی آ گئے۔ جب اس روشنی پر آپ کی نظر پڑی تو روشنی معدوم ہوگئی۔ آپ

[1] یہ حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں۔

آپ کے ان صاحبزادوں کے حالات کی تھوڑی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

شیخ عبدالوہاب رح

شیخ عبدالوہاب حضرت غوثِ اعظم رح کے سب سے بڑے فرزند تھے شعبان ۵۲۲ھ میں مقام بغداد میں پیدا ہوئے۔ اپنے والدِ بزرگوار ہی سے فقہ کی تعلیم پائی۔ حدیث میں بھی انہیں سے درس لیا۔ اور بھی کئی مشائخ وقت سے علم سیکھا مثلاً ابن الحسین ابن الزعوانی، ابو غالب ابن البنا تحصیل علم ہی کی غرض سے آپ نے دور دراز علاقوں کا سفر کیا۔ غرض بیس سال کی عمر میں تمام ضروری علوم سے فارغ ہو گئے۔ پھر آپ نے والدِ بزرگوار کے ساتھ انہیں کے مدرسہ میں درس و تدریس کا کام شروع کر دیا۔ والدِ بزرگوار کی وفات کے بعد بھی مسندِ ارشاد پر متمکن رہے اور خلقِ خدا کی ہدایت اور رہنمائی کا فرض ادا کرتے رہے۔ آپ فتوے بھی دیا کرتے تھے۔ آپ کا وعظ بہت پر اثر دلچسپ اور ملیس ہوتا تھا۔ وعظ کی ممتاز خوبی یہ تھی کہ اس میں علمی اور روحانی استفادے کے ساتھ ساتھ ظرافت و لطافت کی بھی چاشنی ہوا کرتی تھی۔ آپ بے حد شیریں کلام تھے۔ یہاں تک کہ آپ کا لقب ہی "شیریں کلام" پڑ گیا تھا۔

بہت سے مشائخ نے بھی آپ سے کسب فیض کیا مثلاً شریف حسین بغدادی اور احمد بن عبدالواسع بن امیر، جو بغداد کے بڑے عالموں میں سے تھے آپ ہی کے شاگردوں میں سے تھے۔

آپ نہایت پاکیزہ اور عمدہ عادات و اخلاق کے مالک تھے بڑے رحم دل اور خوش گفتار تھے۔ سخاوت میں بھی بہت مشہور تھے کبھی کسی سائل کو خالی نہ جانے دیتے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۳)۔ نے ان سے فرمایا کہ یہ روشنی شیطان کی تھی اس لیے میں نے اسے معدوم کر دیا اور اب میں اسے روشنی رحمانی سے تبدیل کرتا ہوں۔ اس کے بعد جب میری والدہ کسی اندھیرے مکان میں جاتی تھیں تو وہ روشنی چاند کی طرح معلوم ہوتی تھی"

حاشیہ ۲۔ شذرات الذہب جلد ۴ ص ۲۴۔ ۱۔ وفیات جزء ثانی صفحہ ۲ حوالہ "سیرتِ غوثِ اعظم"

تھے۔ غریبوں اور مسکینوں کی بہت مدد کیا کرتے تھے۔ ۲۵ شوال ۵۳۹ھ میں بغداد میں وفات پائی آپ کے صاحبزادے کا نام شیخ عبد السلام تھا جو ۸ ذی الحجہ ۵۴۸ھ میں پیدا ہوئے تھے اور رجب ۶۱۱ھ میں اس عالم فانی سے عالم جاوداں کو سدھارے۔ وہ بھی اپنے والد ماجد کی طرح بہت نیک نہاد اور پاک باطن بزرگ تھے۔ حنبلی مذہب رکھتے تھے۔ مدت تک درس و تدریس کا کام سرانجام دیتے رہے۔

شیخ حافظ عبد الرزاق

غوث اعظم کے دوسرے صاحبزادے کا نام شیخ عبد الرزاق تھا۔ آپ ۱۸ ذیقعد ۵۲۸ھ میں تولد ہوئے اپنے والد بزرگوار سے فقہ کی تعلیم پائی۔ حدیث میں بھی انہیں سے استفادہ کیا۔ ابوالحسن محمد بن الصائغ قاضی ابوالفضل محمد الاموی، ابوالقاسم سید بن البنا۔ حافظ ابوالفضل محمد بن ناصر، ابوبکر محمد بن الزاغوانی، ابوالمظفر محمد بن الهاشمی، ابوالمعانی احمد بن علی بن السبین اور ابوالفتح محمد بن البطر جیسے مشہور مشائخ اور علمائے کرام سے بھی آپ نے حدیث سنی۔ حدیث کے حافظ تھے اس لیے حافظ کہلاتے تھے۔ حنبلی مذہب تھے۔ درس و تدریس کا کام بھی انجام دیتے تھے۔ شیخ شمس الدین عبد الرحمٰن، شیخ کمال عبد الرحیم شیخ احمد بن سنیباں اور شیخ اسماعیل المستعلانی نے آپ سے حدیث کی اجازت حاصل کی۔

آپ نہایت پاکیزہ اخلاق کے مالک تھے۔ نہایت متواضع اور منکسر المزاج بزرگ تھے۔ لوگوں سے زیادہ میل جول نہ رکھتے تھے۔ اکثر تنہائی میں وقت گزارتے تھے۔ طالب علموں اور شاگردوں پر بڑی شفقت فرمایا کرتے تھے۔

۶ شوال ۶۰۳ھ میں وفات پائی اور بغداد میں دفن ہوئے۔

آپ کی اولاد میں آپ کے صاحبزادہ شیخ سلیمان مشہور بزرگ گزرے ہیں ان کی ولادت ۵۵۳ھ میں ہوئی اور ۶۱۱ھ میں فوت ہوئے۔ آپ اپنے وقت کے قطب بیان کیے جاتے ہیں۔ ان کے دوسرے بھائی شیخ عبد الرحیم بھی بڑے

پائے کے بزرگ تھے ان کی ولادت ۱۴ ذی قعدہ سنہ ۵۳۹ھ میں ہوئی اور ۶۰۶ھ میں فوت ہوئے۔ تیسرے بھائی کا اسم گرامی شیخ اسماعیل تھا انہوں نے بھی علم فقہ حاصل کیا، زہد و تقویٰ اور فقر و تصوف میں مشہور تھے شریعت کے سختی سے پابند تھے۔ گوشہ نشینی میں عمر گزاری بغداد میں وفات پائی اور امام احمد بن حنبل کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔

چوتھے بھائی کا نام شیخ ابو المحاسن فضل اللہ تھا وہ بھی وقت کے عالم تھے۔ ۶۵۶ھ میں تاتاریوں کے ہاتھوں شہید ہوئے

ایک صاحبزادے کا نام شیخ ابو صالح تھا۔ جو عالم دین اور صوفی منش بزرگ تھے حنبلی المذہب تھے۔ ۱۴ ربیع الاول ۵۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ درس و تدریس کا شغل رکھتے تھے۔ خلیفہ الظاہر باللہ نے آپ کو قاضی القضاۃ مقرر کر رکھا تھا۔ اور خلیفہ کی زندگی تک آپ اسی منصب پر فائز رہے۔ اس کے بعد جب خلیفہ مستنصر باللہ تخت نشین ہوا تو اس نے اپنے زمانہ خلافت کے ابتدائی چار ماہ بعد آپ کو اس منصب سے معزول کر دیا۔ آپ اعلیٰ درجہ کے فقیہ، محدث، عابد، و زاہد، مقرر، محرر، شیریں کلام واعظ اور بہترین مناظر تھے۔ آپ کی دینی معلومات کی کوئی حد نہ تھی۔

شیخ عبدالعزیز

آپ غوث اعظم کے ان فرزندوں میں سے ہیں جنہوں نے آپ کی وفات کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور غوث پاک کی مسند رشد و ہدایت پر متمکن ہوئے۔ بہت سے عالموں نے آپ سے استفادہ کیا۔ آپ نہایت متقی، پرہیزگار، متشرع اور صاحب ریاضت و مجاہدہ بزرگ تھے۔ آپ بڑی خاموش زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ سنہ ۵۸۰ھ میں آپ نے بغداد چھوڑ کر جبال نام ایک مقام پر سکونت اختیار کر لی تھی۔ وہیں ۱۸ ربیع الاول ۶۰۲ھ میں وفات پائی اور اسی جگہ دفن ہوئے۔ آپ کے صاحبزادوں میں شیخ محمد بڑے

پائے کے متقی بزرگ گزرے ہیں آپ کے ایک اور صاحبزادہ کا نام صالح نصر شفیق تھا

شیخ عیسیٰ حضرت غوث پاک کے فرزندوں میں شیخ عیسیٰؒ اپنی فصاحت و بلاغت، شعر گوئی اور علمی ادبی مذاق کے باعث ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ نے اپنے والد کے علاوہ شیخ ابوالحسن بن خرما سے بھی حدیث سنی، درس و تدریس کا شغل بھی فرماتے رہے۔ آپ بہت عمدہ وعظ فرمایا کرتے تھے۔ فتوے بھی دیا کرتے تھے۔ اعلےٰ درجے کے انشاپرداز تھے۔ چنانچہ آپ نے علم تصوف میں "جواہر الاسرار" اور "لطائف الانوار" نام سے دو کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔ بغداد سے آپ مصر چلے گئے تھے۔ جہاں کے بعض مشائخ نے آپ سے حدیث میں استفادہ فرمایا۔ ان مشائخ میں ربیع بن الحسن، ابو تراب مسافر بن مصری، حامد بن احمد الارتاجی، محمد بن محمد الفقیہہ محدث، عبدالخالق بن صالح قرشی مصری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

آپ کو شعر و شاعری سے بھی بہت انس تھا۔ آپ کے بعض اشعار اب بھی ملتے ہیں آپ کی تاریخ وفات ۱۲ رمضان ۵۷۳ھ بیان کی جاتی ہے۔

شیخ عبدالجبار آپ نے اپنے والد بزرگوار سے تفقہ حاصل کیا۔ شیخ ابوسعود اور شیخ بزاز سے حدیث میں استفادہ فرمایا۔ ریاضت و مجاہدہ میں مشہور تھے۔ صوفی منش بزرگ بتائے جاتے ہیں۔ شریعت کے سختی سے پابند تھے۔ اعلےٰ درجہ کے خوش نویس تھے۔ عین عالم شباب میں ۱۹ ذی الحجہ ۵۷۵ھ میں بغداد ہی میں وفات پائی اور محلہ حلبہ میں غوث پاک کے مسافر خانہ میں مدفون ہیں۔

شیخ یحییٰ آپ بے حد نیک خصلت اور فرشتہ سیرت انسان تھے۔ اپنے والد بزرگوار کے علاوہ وقت کے مشہور شیخ محمد عبدالباقی سے تفقہ حاصل کیا اور حدیث سنی۔ پھر درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری کیا۔ بہت سے بزرگوں نے آپ سے استفادہ کیا۔ آپ اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ چھوٹی عمر میں ہی

آپ بغداد چھوڑ کر مصر تشریف لے گئے تھے مصر ہی میں آپ کا ایک فرزند پیدا ہوا جس کا نام عبد القادر تھا۔ آپ اپنی کبرسنی کے زمانہ میں اپنے فرزند کے ہمراہ واپس آئے اور آخر دم تک وہیں سکونت رہی۔ سنہ ۶۰۰ھ میں وفات پائی اور والد بزرگوار کے مسافر خانہ میں اپنے بڑے بھائی شیخ عبد الوہاب کے پہلو میں دفن ہوئے۔

شیخ موسیٰ آپ نہایت خاموش اور منکسر المزاج بزرگ تھے حنبلی مذہب تھا۔ اپنے والد بزرگوار اور شیخ سعید بن البنا سے تفقہ حاصل کیا۔ انہیں سے حدیث بھی سنی۔ پھر دمشق چلے گئے۔ وہیں رہ کر طالبانِ فن کو رشد و ہدایت کی تلقین فرماتے رہے۔ جمادی الاخریٰ سنہ ۶۱۸ھ میں دمشق کے اندر وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ اپنے بھائیوں سے سب سے آخر آپ فوت ہوئے جبل قاسیون نام ایک مقام پر آپ کا مزار بنایا جاتا ہے۔

شیخ عبد اللہ آپ علوم ظاہری و باطنی کے جامع اور ریاضت و مجاہدہ میں یگانہ تھے نیک سیرت اور خوش اخلاق بزرگ تھے۔ اپنے والد ماجد اور سعید بن البنا سے حدیث میں استفادہ کیا۔ بہت سے لوگوں نے آپ کی صحبت بابرکت میں رہ کر کسب فیض کیا۔ آپ سنہ ۵۰۸ھ میں تولد ہوئے اور ۷ صفر سنہ ۵۸۹ھ میں وفات پائی آپ کا مزار مبارک بھی بغداد میں ہے۔

شیخ ابراہیم آپ نہایت مسکین طبیعت اور خوش خلق بزرگ تھے۔ عبادت و ریاضت کا بہت شوق تھا۔ اکثر تنہائی میں گریہ وزاری کیا کرتے تھے۔ والد بزرگوار سے تفقہ حاصل کیا اور حدیث میں بہت سے لوگوں نے آپ سے فیض حاصل کیا آخر عمر میں آپ واسط چلے گئے۔ اور وہیں سنہ ۵۹۲ھ میں وفات پائی۔

شیخ محمد آپ بھی اپنے زمانہ کے بزرگوں میں سے تھے۔ والد بزرگوار سے تفقہ حاصل کیا۔ شیخ سعد بن البنار سے حدیث میں استفادہ فرمایا۔ کئی بزرگوں

نے آپ سے فیض پایا۔ ۲۵ ذی قعد ۵۶۱ھ میں آپ نے بغداد میں وفات پائی اور حلبیہ کے مقبرہ میں مدفون ہیں۔

اولیاء اللہ کے چار سلسلے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس روحانی اور باطنی علوم کا سرچشمہ تھی۔ صحابہ کرام نے آپ ہی کے نورِ باطن سے استفادہ فرمایا حضورؐ سے علوم روحانی کا فیض سب سے زیادہ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے حاصل کیا جو صوفیائے کرام کے تمام سلسلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات گرامی پر ختم ہوتے ہیں۔ ان تمام سلسلوں کے چار ائمہ کرام مشہور ہیں جنہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فیض حاصل کیا، سیدنا حضرت امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام، سیدنا حضرت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ کمیل بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ۔ ان چار ائمہ کرام سے چودہ سلسلے جاری ہوئے جنہیں چودہ خانوادے کہا جاتا ہے۔ ان چودہ میں سے چار زیادہ شہرت رکھتے ہیں چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ اور قادریہ۔ برصغیر پاکستان و ہند کے اولیائے کبار زیادہ تر انہیں چار سلسلوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

چشتیہ سلسلہ اول خواجہ ابو اسحاق چشتی سے پھر خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ سے،

؎ خواجہ اسحاق شامیؒ جن تک خواجہ معین الدین اجمیری کا سلسلہ ارادت پہنچتا ہے موضع چشت میں سکونت رکھتے تھے اس لیے "چشتی" کہلانے لگے اس نسبت سے خواجہ اجمیری بھی "چشتی" کہلاتے ہیں اختر لکھنوی نے اسکی تفصیل یوں بیان کی ہے کہ شیخ عثمان ہارونیؒ کو حاجی شریف زندنی سے ارادت تھی۔ وہ خواجہ مودود چشتی کے مرید تھے۔ ان کو خواجہ ناصر الدین چشتی سے ارادت تھی اور خواجہ ناصر الدین چشتی شیخ یوسف چشتی کے مرید تھے۔ ان کا شمار خواجہ ناصر الدین ابو محمد شامی کے مریدوں میں تھا اور وہ خواجہ ناصر الدین احمد چشتی کے مرید تھے جنھیں خواجہ اسحٰق شامی المعروف بہ چشتی کی بارگاہ حقیقت دستگاہ سے فیض حاصل ہوا تھا۔ چشتی کا لقب انہیں کے وقت سے شروع ہوا ہے

چشت اطراف خراسان کے ایک گاؤں کا نام ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ اسحٰق کا

سہروردیہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے، نقشبندیہ سلسلہ حضرت بہاؤالدین نقشبندؒ سے جاری ہوا۔ یہ چاروں اولیائے کرام مشہور معروف اور اکابر اولیا میں تھے

طریقہ عالیہ قادریہ حضرت غوثِ اعظم طریقہ عالیہ قادریہ کے امام الطریق تھے، آپ ہی کے نام (عبدالقادر) کی مناسبت سے یہ سلسلہ قادریہ کہلاتا ہے۔ آپ نے روحانی طور پر خاص حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک سے باطنی تعلیم وتربیت حاصل کی اور بہت سے بزرگان کرام سے آپ کو خلافت ملی حضرت احمد اسود دینوری سے جو خلافت ملی اس کا سلسلہ حضرت ابوبکر صدیقؓ تک پہنچتا ہے اور جو خلافت شیخ ابوالخیرؒ سے ہے اس کا سلسلہ حضرت عمر فاروقؓ سے ہے اور جو خلافت حضرت حماد بن مسلم دباسؒ سے ہے وہ حضرت عثمانؓ سے ملتی ہے۔ اور جو خلافت سید

حاشیہ صفحہ ۸۹: ۔ وطن مالوف تو ملک شام تھا مگر ہدایت خلق اللہ اور مستحقین وطالبین کو رموز باطن کی ودیعت پہنچانے کے لیے ان حضرات نے موضع چشت کو اپنا مرکز مستقر بنالیا تھا۔ جہاں انھوں نے ایک چشمۂ فیض جاری کیا اور ایک ایسا مدرسہ فیض کھول دیا کہ سلسلہ وار اسی وضع کے متعدد بزرگ ان کی شمع معرفت سے حقیقت وعرفان کا سبق لے کر اس گمنام گاؤں کا نام روشن کرتے رہے۔ اور واقعی یہ تھوڑی حیرت کی بات نہیں کہ آج یہ تو کوئی نہیں جانتا کہ چشت کہاں ہے یا کہاں تھا مگر اس کا نام ان بزرگوں کی برکت سے ہمیشہ کے لیے زندہ ہوگیا۔

اس بابرکت خاندان روحانی سے صدہا بلکہ ہزارہا ولی اللہ پیدا ہوئے جنہوں نے تبلیغ رسالت محمدی کی آواز چاردانگ عالم میں پہنچائی علی الخصوص ممالک مشرق کا کوئی خطہ نہیں جہاں اس خاندان طریقت کے فیوض نے حقیقت جو اہل اللہ کے سینوں میں آفتاب معرفت نہ چمکا دیا۔

خواجہ اجمیری کا سلسلہ ارادت وعقیدت ساتویں درجہ میں اسحاق شامی چشتی تک پہنچتا ہے۔ جو گویا خاندان چشتیہ کے بانی اور اس بزرگ اور مقدس لقب کے موجد تھے "خواجہ غریب نواز" از ادارہ تصنیف وتالیف مکتبہ نئی منزل ص ۲۵، ۲۶

[1] یہ سب سلسلے جواہر السلوک میں بیان ہوئے ہیں مگر ہمارے ہاں ان کا رواج نہیں۔

ابو صالح موسیٰ جنگی دوست (آپ کے والد ماجد) اور قاضی القضاۃ ابو سعید مخزومی آپ کے پیر خرقہ سے ہے۔ اس کا سلسلہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے ملتا ہے۔ اس لیے اسے علوی کہتے ہیں۔ اور اسی کا عام رواج ہے۔

جو سلسلہ آپ کو اپنے والد ماجد سے ملا یہ سلسلہ نسب ہے جو سلسلہ آبائی ہے، جو آپ کے شیخ ابو سعید مبارکؒ سے ہے وہ خلفائی ہے اور یہ سلسلہ حضرت معروف کرخیؒ تک جا کر دو شاخوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت معروف کرخی کو بہت سے بزرگوں سے فیض پہنچا تھا ان میں سے مشہور ترین دو بزرگ ہیں۔ امام حضرت علی موسیٰ رضا، اور حضرت امام داؤد طائی۔ جو سلسلہ حضرت امام علی موسیٰ رضا سے ہے وہ سلسلہ الذہب کہلاتا ہے۔ اور جو حضرت داود طائی سے ہے اسے سلسلہ المشائخ کہتے ہیں۔

سلسلہ الذہب یہ ہے: حضرت امام علی موسیٰ ابن حضرت امام موسیٰ کاظم بن حضرت امام جعفر صادق بن حضرت امام محمد باقر بن حضرت امام زین العابدین بن سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام۔

حضرت غوث اعظم کے سلسلہ مشائخ کا شجرہ یہ ہے۔ سید الکونین حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم، امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب، سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام، حضرت خواجہ حسن بصریؒ، حضرت خواجہ حبیب عجمیؒ، حضرت خواجہ معروف کرخیؒ، حضرت خواجہ سری سقطیؒ، حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ، حضرت خواجہ ابو بکر شبلیؒ، حضرت خواجہ عبد العزیز تمیمی، حضرت خواجہ عبد الواحد تمیمی، حضرت خواجہ ابو الفرح محمد طرطوسیؒ، حضرت خواجہ ابو الحسن ہنکاری، حضرت خواجہ ابو سعید مبارک مخزومی، حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ .... آپ کے بعد حضرت خواجہ شیخ احمد سرہندی، خواجہ محمد معصوم، خواجہ حجۃ اللہ محمد نقشبند جیسے اولیائے کرام بھی اس سلسلے کی کڑیوں میں سے ہیں۔

باب - ۶ متفرقات

ایک مشہور قول محی الدین لقب کی وجہ اولیاء اللہ اور مصنفین کے بیانات

میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے

غوثِ اعظم کا مشہور قول ہے کہ قدمی ھذہٖ علیٰ رقبتہ کل ولی اللّٰہ یعنی میرا قدم تمام اولیاء اللّٰہ کی گردن پر ہے۔ آپ کے اس قول کے بارے میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ آپ کے ہم عصر مشائخ میں سے کئی ایک نے آپ کے اس قول کی روایت کی ہے بہجۃ الاسرار میں اس قول کو روایت کرنے والے مشائخ کے نام بھی مذکور ہیں اور وہ یہ ہیں شیخ محمود بن احمد الکردی الحمیدی الجیلانی شیخ محمد بن علی السبکی، ابو محمد الحسن البغدادی مشہور فقیہہ بزرگ ہیں)۔ ابو محمد عبداللّٰہ البغدادی شیخ ابوبکر عبداللّٰہ بن نصر التیمی البکری، حافظ ابو العز عبد المغیث بن حرب البغدادی الحنبلی۔

ان مشائخ کا کہنا ہے کہ حضرت غوثِ پاک نے اپنی ایک مجلس میں جو محلہ حلبہ میں آپ کے مہمان خانہ کے اندر منعقد ہوئی ہم سب موجود تھے اس مجلس میں آپ نے وعظ کے دوران مذکورہ بالا فقرہ کہا۔ "سیرت غوث اعظم" میں لکھا ہے کہ "یہ سن کر شیخ علی بن ابی نصر الہیتی اٹھے اور منبر کے پاس جا کر آپ کا قدم اپنی گردن پر رکھ لیا۔ اس کے بعد تمام اولیاؤں نے آگے بڑھ کر اپنی گردنیں خم کر دیں۔

اس مجلس میں عراق کے قریباً تمام مشائخ موجود تھے جن میں سے بعض کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

۱؎ بہجہ صفحہ ۸ مطبوعہ مصر

شیخ علی بن ابی نصر الہیتی۔ شیخ بقا بن بطو۔ شیخ ابوسعید قیلوی۔ شیخ موسیٰ بن ماہن
شیخ ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی۔ شیخ ابوالکرم۔ شیخ ابوالعباس احمد بن علی جوسقی صرصری
شیخ ماجد الکردی۔ شیخ ابوحکیم بن نہروانی۔ شیخ عثمان القرشی۔ شیخ مکارم الاکبر۔
شیخ مطر الباذرانی۔ شیخ جاگیر۔ شیخ خلیفہ بن موسیٰ الاکبر۔ شیخ صدقہ بن محمد البغدادی
شیخ یحییٰ المرتعش، شیخ ضیاء الدین ابراہیم الجونی۔ شیخ ابوعبداللہ محمد القزوینی۔
شیخ ابوعمرو عثمان البطائحی۔ شیخ قضیب البان موصلی۔ شیخ ابوالعباس احمد الیمانی۔
شیخ ابوالعباس احمد القزوینی۔ شیخ داؤد[۱]۔ شیخ ابوعبداللہ محمد الخاص۔ شیخ عثمان بن احمد
العراقی الشوکی۔ شیخ عثمان المرزبن۔ شیخ ابوبکر الشیبانی۔ شیخ ابوالعباس احمد بن الاسود
شیخ ابومحمد احمد بن عیسیٰ معروف بالکوسجی۔ شیخ مبارک بن علی الجیلی۔ شیخ ابوالبرکات ابن
معدان عراقی۔ شیخ عبدالقادر بن حسن البغدادی۔ شیخ ابوالمسعود احمد بن ابی بکر حریمی عطار
شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی المعالی۔ شیخ ابوالقاسم عمر بن مسعود بزاز۔ شیخ شہاب الدین عمر
سہروردی[۲]۔ شیخ محمود بن عثمان لعال۔ شیخ ابوالحفص عمر بن ابی نصر الغزالی۔

باقیہ ع ۹۲ ھ ۹۳

---

[۱] یہ شیخ ابوالعباس احمد القزوینی کے شاگرد تھے۔ نماز پنجگانہ مکہ معظمہ میں پڑھا کرتے تھے۔ [۲] شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر سہروردی محمد بن ابی بکر الصدیقؓ کی اولاد سے تھے۔ آپ نے ابومحمد بن عبداللہ بصریؒ اور ابومومن مغربیؒ سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ آپ اکابر شیوخ کے استاذ اور علوم ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی صحبت میں رہ کر کسب فیض کیا۔ علم و فضل میں کمال حاصل ہوا۔ عراق میں آپ کی شہرت بہت پھیلی چنانچہ دور دراز کے لوگ آکر حلقہ عقیدت میں شامل ہوگئے اور آپ سے علوم ظاہری اور باطنی میں استفادہ حاصل کرنے لگے۔ آپ سنت نبوی کے سختی سے پابند تھے اور شافعی طریقہ کے قائل تھے۔ شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی، شیخ نجیب الدین علی برغش اور میر معین الدین وغیرہ جیسے بزرگانِ دین نے آپ کی صحبت سے فائدہ اٹھایا اور آپ نے ان کی تربیت فرمائی۔ آپ خود بھی بہت سے اولیاء اللہ کی صحبتوں میں رہے۔ بہت سی کتابیں بھی تصنیف فرمائیں۔ یہ کام آپ نے مکہ معظمہ میں رہ کر کیا۔ بہت دور دور سے لوگ آپ سے مسائل اور دینی امور کے متعلق دریافت کرنے آتے تھے ترانوے سال کی عمر میں ۶۳۲ھ میں بہ عہد مستنصر باللہ وفات پائی اور بغداد میں دفن ہوئے۔ "خواجہ غریب نواز" مطبوعہ کتاب منزل لاہور۔

شیخ ابو محمد حسن الفارسی، شیخ ابو محمد علی بن ادریس الیعقوبی، شیخ ابو حفص عمر الکیمانی، شیخ ابوبکر المزین، شیخ جمیل صاحب الخطوۃ والزعقہ، شیخ عثمان الصریفینی، شیخ ابو الحسن الجوسقی، شیخ ابو محمد الحریمی، قاضی ابو یعلی الفرا وغیرہم۔

ان سب حضرات مشائخ نے بھی اپنی اپنی گردنیں اس وقت جھکادی تھیں۔

حاضر الوقت مشائخ کے علاوہ دیگر اولیائے کرام نے بھی اپنی اپنی جگہ اسی وقت گردنیں جھکادی تھیں چنانچہ شیخ احمد بن رفاعی نے اپنے زاویہ واقع ام عبیدہ میں، شیخ عبد الرحمٰن طفسونجی نے طفسونج میں، شیخ محمد بن موسیٰ بن عبد اللہ بصری نے بصرہ میں، شیخ حیات بن قیس حرانی نے حران[1] میں، شیخ سوید سنجاری نے سنجار[2] میں، شیخ رسلان دمشقی نے دمشق میں، شیخ ابو مدین نے مغرب میں، شیخ عبد الرحیم قناوی نے قنا میں اور شیخ عدی بن مسافر نے ہالس میں اسی تاریخ کو اس وقت روحانی قوت اور مکاشفات سے معلوم کر کے اپنی اپنی گردنیں خم کردی تھیں۔

غرض تین سو تیرہ اولیاء اللہ نے دنیا کے مختلف مقامات میں حضور غوثیت مآب کے اس ارشاد پر اپنی گردنیں جھکائیں، جن کی تفصیل مندرجہ[3] ذیل ہے۔

حرمین شریفین میں سترہ نے، عراق میں ساٹھ نے، عجم میں چالیس نے شام میں

---

[1] جیسا کہ بہجہ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲ تا صفحہ ۱۷ پر لکھا ہے [2] حران موصل و شام کے راستہ رقہ سے جو دریائے فرات پر واقع ہے تین دن کی مسافت پر ہے جیسا کہ معجم البلدان میں لکھا ہے

[3] سنجار ایک مشہور شہر ہے جو موصل سے تین دن کی راہ پر ہے کذا فی معجم البلدان ۳۔ بہجہ صفحہ ۸

تیس[۳۰] نے، مصر میں بیس[۲۰] نے، مغرب میں ستائیس[۲۷] نے، حبشہ میں گیارہ[۱۱] نے سد یاجوج ماجوج میں سات[۷] نے، کوہ قاف میں سینتالیس[۴۷] نے۔ وادی سراندیپ میں سات[۷] نے اور جزائر بحر محیط میں چوبیس[۲۴] نے[۱]۔

اس قول کا صحیح مقصد غوثِ اعظمؒ کے مذکورہ بالا ارشاد کے صحیح معنی کیا ہیں؟ اس بارے میں مولوی محمد داؤد اپنی کتاب "سیرت غوث اعظمؒ" یوں رقم طراز ہیں۔

حضرت غوثِ اعظمؒ کے اکثر حلقہ بگوشانِ آپ کے حق میں بہت غلو کرتے اور محبت میں افراط سے کام لیتے ہیں۔ یہ لوگ اولیائے متقدمین و متاخرین کو اس حکم میں داخل کرتے ہیں جو خلاف صواب ہے۔

بلکہ یہ حکم صرف اولیائے وقت کے ساتھ مخصوص ہے۔ اولیائے متقدمین کے حق میں کیسے جائز ہو سکتا ہے، جن میں صحابہ کرام اور خلفائے اربعہ بھی شامل ہیں جن کی فضیلت احادیث سے تمام اولیاء اللہ پر ثابت ہے۔ اور اولیائے متاخرین میں بھی کیسے جائز ہو سکتا ہے جنہیں حضرت مہدی علیہ السلام بھی شامل ہیں جن کے آنے کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دے کر اُمت کو ان کے وجود کی خوش خبری دی ہے اور ان کے حق میں خلیفۃ اللہ فرمایا ہے اور ایسے ہی حضرت عیسیٰؑ جو اولوالعزم نبی ہیں۔

یہ صرف میرا ہی خیال نہیں بلکہ بڑے بڑے علماء اور صوفیائے بھی اس حکم کو صرف اولیائے وقت کے ساتھ مخصوص کیا ہے[۲]۔

چنانچہ حضرت شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی نے شرح فتوح الغیب فارسی

---

[۱] یہ حضرت غوث اعظمؒ کے بعض ہم عصر اولیائے کرام کا تذکرہ اس کتاب میں الگ باب کے تحت موجود ہے۔

[۲] بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ سکری حالت کے کلمات تھے چنانچہ عوارف المعارف میں شیخ شہاب الدین عمر سہروردی جو حضرت غوثِ اعظمؒ کے محرموں اور مصاحبوں میں سے تھے لکھتے ہیں کہ یہ حالتِ سکریہ کے کلمات ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ یہ حکم صرف اولیائے وقت کے ساتھ مخصوص ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔

باید دانست کہ ایں حکم مخصوص با اولیائے آں وقت است اولیائے ماتقدم و ماتاخر ازیں حکم خارج اند۔ (مکتوب درصد و نود و سوم جلد اوّل)	جاننا چاہیئے کہ یہ حکم صرف اس وقت کے اولیاء کے ساتھ مخصوص ہے اولیائے متقدمین و متاخرین اس حکم سے خارج ہیں۔

قدم کے معنی اب رہ گئے قدم کے معنی۔ سو اس کے متعلق شیخ محی الدین یحیٰ الفادنی الحنبلی مصنف قلائد الجواہر اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ "قدم کے یہاں پر حقیقی مراد نہیں ہیں بلکہ مجازی مراد ہیں۔ چنانچہ شانِ ادب بھی اسی امر کی مقتضی ہے"

قدم سے مجازاً طریقہ بھی مراد ہوتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے۔

فلانٌ علیٰ قَدَمٍ حمید اے طریقۃ حمید ۃٍ۔	یعنی فلاں شخص قدم حمید پر ہے یعنی طریقہ حمید پر ہے۔

اب آپ کے اس قول قدمی ھذہٖ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ کے معنی واضح ہو گئے کہ آپ کا طریقہ آپ کے فتوحات اپنے وقت کے تمام اولیا کے طریقوں اور فتوحات سے اعلیٰ وارفع اور انتہائے کمال کو پہنچا ہوا ہے۔

شیخ الاسلام عزالدین ابن عبد السلام نے بھی آپ کے اس قول کو اولیائے وقت کے ساتھ مخصوص کر کے اس کا یہی معنیٰ لکھا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب"

"محی الدین" لقب کی ایک وجہ محی الدین کے معنی ہیں "دین کو زندہ کرنے والا" غوثِ پاک کو یہ لقب اس لیے دیا گیا کہ آپ نے ساری عمر تجدید و احیائے دین میں صرف کر دی۔ اس لحاظ سے گویا آپ دین کو زندہ کرنے والے ہیں جب آپ

آفتاب غوثیت ہی اُفق پر نمودار ہوئے تو ساری ظلمتیں دور ہو گئیں۔ آپ نے بھٹکی ہوئی قوم کو راہ ہدایت دکھائی۔ گمراہوں کو سیدھے راستے پر لگایا۔ اسلام سے بیزار قوم کو اسلام کا والہ و شیدا بنا دیا وہ مسلمان جو گمراہی اور فسق و فجور کے سمندر میں غرق تھے۔ دین اور آخرت کو یکسر فراموش کر چکے تھے انہیں گمراہی و ضلالت سے نکال کر راہ مستقیم پر لگایا۔ اور ان کے دل ضیائے ایمان سے منور کر دیئے۔ جاہلوں کو علم و عرفان سے روشناس کر دیا مردہ احساسات کو زندہ کیا مسلمانوں میں اتفاق اور اتحاد کی روح پیدا کر دی۔ ہر طرف اپنی غیرت اور مذہبی جوش کا ایک طوفان برپا کر دیا۔ ایک طرف آپ نے نام کے مسلمانوں کو سچا مسلمان بنایا اور ان میں سے اکثر کو روحانیت کے اعلےٰ مدارج پر پہنچانے کا کارنامہ انجام دیا تو دوسری طرف اشاعت اسلام اور درستی عقائد کے لیے اپنے خلفار کے لشکر پھیلا دیئے جنہوں نے دنیا کے دور دراز گوشوں میں اسلام کی روشنی پہنچائی۔

اس زمانے میں یا تو یہ حالت تھی کہ مسلمان مذہبی فرائض، دینی ذمہ داریوں اور انسانی عادات کو یک سر بھول چکے تھے یا پھر یہ حالت ہو گئی کہ ان میں کثرت اور فراوانی کے ساتھ صلحار اور اولیار پیدا ہونے لگے۔ مذہبیت اور خدا ترسی کا بے پناہ جذبہ ان کے دلوں میں پیدا ہو گیا۔ علم شریعت کا ہر طرف غلغلہ بلند ہوا۔ غرض غوثِ اعظم کی کوششوں اور برکتوں سے دیکھتے ہی دیکھتے مسلمانوں اور مروجہ اسلام کی کیفیت یک سر بدل گئی۔ مردہ دلوں کو حیات نو نصیب ہوئی اور اسلام کو بھی پھیلنے پھولنے کا پھر موقع ملا یہی وجہ ہے کہ آپ کا لقب محی الدین پڑا اور آج تک آپ اسی لقب سے پکارے جاتے ہیں۔

دوسری وجہ

کسی نے استعارہ کے رنگ میں آپ کی دینی اور اسلامی خدمات کو اس طرح سراہا اور بتایا ہے کہ آپ ہی کے ارشاد کے مطابق[1] ایک روز آپ کہیں تشریف لیے جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک نہایت ضعیف، لاغر، مگر دو شخص ملا جس

---

[1] غوث اعظم نے اپنے ایک مکاشفہ کے سلسلے میں یہ واقعہ بیان کیا ہے۔

میں لاغری کے باعث اٹھنے کی بھی طاقت نہ تھی۔ اس میں اتنی طاقت بھی نہ تھی کہ دو قدم، چل کر ہی آپ کے پاس پہنچ سکتا چنانچہ اس نے نہایت منت سماجت سے آپ کو اپنے پاس بلایا اور عاجزانہ التدعا کی کہ میں بہت کمزور اور ضعیف ہو چکا ہوں، میرے قویٰ مجھے جواب دے چکے ہیں۔ خدا کے لیے میری اس بے چارگی اور بے کسی کے عالم میں میری اعانت اور مدد فرمائیے، اپنی مسیحا نفسی سے مجھے اس قابل بنا دیجئے کہ میں بد نصیب اپنے قدموں پر کھڑا ہو سکوں اور میں بھی یہ محسوس کر سکوں کہ مجھ میں زندگی موجود ہے۔

غوثِ اعظم فرماتے ہیں کہ مجھے اس کی حالت زار پر بڑا رحم آیا میں اس کی جانب اور بڑھا۔ اور رحم کی نظر سے اسے دیکھنے لگا، پھر کچھ پڑھ کر اس پر پھونک ماری جس سے یک لخت اس کی حالت میں ایک حیرت انگیز انقلاب پیدا ہو گیا۔ اس کی ناطاقتی قوت اور توانائی سے بدل گئی۔ سب اعضاء اچھے بھلے ہو گئے۔ کمزوری لاغری اور ضعف دور ہو گیا۔ ایسا معلوم ہونے لگا گویا وہ نہ کبھی بیمار ہوا تھا نہ کبھی کمزوری اس پر غالب آئی تھی۔ اس کا چہرہ بھی پھول کی مانند ترو تازہ نظر آنے لگا۔

وہ اٹھ کھڑا ہوا میں نے اس سے پوچھا تم کون ہو تمہارا نام کیا ہے، کہاں رہتے ہو، کیا بیمار تھے، اس درجہ کی کمزوری اور ناطاقتی تمہیں کس طرح لاحق ہو گئی۔ اس نے دست بستہ عرض کی آپ ابھی تک مجھ سے واقف نہیں لیکن جب میں اپنا نام بتاؤں گا تو آپ مجھ سے واقف ہو جائیں گے۔ اور آپ اقرار فرمائیں گے کہ مجھ سے اچھی طرح واقف ہیں میں کوئی انسان نہیں نہ ہی میرا کوئی وطن ہے بلکہ میں وہ دین ہوں جسے لے کر آپ ہی کے نانا حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے۔ اگرچہ انہوں نے اور ان کے صحابہ کرام نے پوری قوت اور توانائی عطا کر دی تھی، لیکن بدقسمتی سے ان کی امت نے مجھے بھلا دیا، مجھ سے غفلت برتی، مجھے بے یار و مددگار چھوڑ دیا میری طرف کوئی توجہ نہ دی، چنانچہ میں گھٹتے گھٹتے اس حالت کو جا پہنچا جو چند لمحے پیشتر آپ

ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ بندگانِ خدا نے فسق و فجور، شر و فساد اور معاصی و مناہی میں مبتلا ہو کر مجھے اس حالت کو پہنچا دیا تھا۔ اب حضور کی مسیحائی سے میرے اندر از سرِ نو زندگی کے آثار پیدا ہو گئے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے ہاتھ سے زندہ کیا ہے آپ محی الدین ہیں۔ مردہ دین کو زندہ کرنے اور اس میں نئی زندگی ڈالنے والے ہیں آپ دین کے مجددِ اعظم اور اسلام کے مصلحِ اکبر ہیں۔

غوثِ اعظم فرماتے ہیں کہ میں اس شخص کو وہیں چھوڑ کر بغداد کی جامع مسجد کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک شخص میری طرف دوڑ کر آتا دکھائی دیا۔ وہ پاؤں سے ننگا تھا۔ اور میرے قریب آ کر بلند آواز سے پکارا "سید محی الدین"۔ اس کے بعد میں مسجد میں آیا۔ نماز ادا کی یہ سب کر چکا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خلقت میری طرف امڈی چلی آ رہی ہے۔ لوگ ایک ہجوم کی شکل میں مجھ پر ٹوٹ پڑے اور "محی الدین" "محی الدین" پکار رہے تھے۔ ان کی پکار سے میرے کانوں کے پردے پھٹے جاتے تھے۔ اس سے قبل مجھے کسی نے اس لقب سے نہیں پکارا تھا۔

اولیاء اللہ اور مصنفین کے بیانات

مختلف مشہور و معروف بزرگانِ کرام اور مصنفین نے حضرت غوثِ اعظم کے بارے میں جو واقعات اور مشاہدات بیان کیے ہیں یا جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان کے اقتباسات[1] ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

شیخ عفیف الدین بن مبارک کا بیان

حضرت شیخ عفیف الدین بن مبارک بڑے پائے کے بزرگ اور اولیاء اللہ میں سے تھے۔ آپ کے حالات کا مختصر ذکر اس کتاب میں کیا جا چکا ہے۔ غوثِ اعظمؒ کے بارے میں فرماتے ہیں "حضرت غوث الثقلین ظاہری علوم و معارف کے آفتاب تھے اور باطنی

[1] یہ اقتباسات مختلف کتب یعنی تاریخ دعوت و عزیمت "سیرت غوثِ اعظم" "سوانح عمری غوث الاعظم" وغیرہ سے لیے گئے ہیں۔

علوم کے ماہر اور امام طریقت تھے۔ آپ کے خطبات میں بیش قیمت جواہرات اور اسرار ونکات ہوتے تھے جن سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے مختلف مقامات سے بکثرت علماء وفضلاء حاضر ہوتے تھے علماء وصالحین کی جماعت صبح وشام حاضر رہتی اکثر طالبین یہ کہتے :

یک زمانہ صحبتے با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

ہمیں عرب وعجم میں حضرت کی مجلس سے بڑھ کر کوئی عرفان کی مجلس نہیں ملی۔ اور نہ شیخ اعظم جیسا آفتاب ہدایت ملا۔ حضرت شیخ بلاشبہ مادرزاد ولی تھے۔ حضرت نے معرفت کے ابتدائی منازل سے گذر کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ اکتساب فیض کیا۔ تربیت کا طریقہ سب سے الگ تھا۔ اکثر اوقات صرف توجہ سے مراتب سلوک طے کرا دیتے۔ جب توجہ فرماتے سالکین کا سینہ انوار معرفت کا خزانہ بن جاتا اس کا ہر عضو نورِ معرفت سے تاباں ودرخشاں ہوجاتا۔ ہم نے بہت سے شیوخ سے شرف نیاز حاصل کیا لیکن ان کی تعلیم کے آب زلال سے ہماری تشنگی دور نہ ہوسکی۔ لیکن جب حضرت غوث الثقلین کے چشمہ معرفت سے پانی پیا تو اس قدر سیرابی ہوئی کہ بیان نہیں کر سکتے۔"

ایک اور جگہ فرماتے ہیں "حضرت کے محاسن واخلاق کو اگر پوری وضاحت کے ساتھ لکھ لیا جائے تو بلاشبہ ایک ضخیم دفتر بن جائے۔ حضرت نے دین اسلام کی عظیم خدمت انجام دی، غوثِ اعظم کا مبارک لقب ہی آپ کے احترام واحتشام کا مظہر ہے۔ یہ ایسی خصوصیت ہے جس نے ان کی شان بلند کو نہایت عمدہ اور اعلیٰ ثابت کر دیا ہے۔ آپ کو استقامت محکم حاصل تھی کسی بادشاہ یا حاکم کا رعب آپ کے دل پر سایہ افگن نہ ہوتا تھا۔ آپ کا مبارک دل نور معرفت کا خزینہ اور ہدایت وعرفان کا گنجینہ تھا۔ آپ کے بیان میں بے پناہ اثر تھا۔ آپ فاسقوں کو دریائے

غفلت سے نکال کر ہدایت کا نور ان کے سینوں میں بھر دیتے تھے۔ دجلہ کے ساحل سے
لے کر گنگا کے کناروں تک آپ کا فیض پہنچا۔ آپ نے تیس سال تک قلب عالم کو منور کیا
اور فاسقوں کو تخت سیادت پر بٹھایا۔ آپ باقبہ سریر آرائے معرفت تھے۔ بمسند ہدایت پر
آپ کے متمکن ہونے سے پہلے عراق کے گوشہ گوشہ میں بدکاری اور زناکاری کا شدید طوفان
برپا تھا۔ لوگ اپنے افعال شنیعہ پر بالکل نادم نہیں ہوتے تھے۔ شراب نوشی کا زور
تھا۔ شہر میں عورتیں بے حجاب ہو کر مجمع عام میں جایا کرتی تھیں۔ اپنے جسم کے مخفی سے
مخفی حصہ کو نمایاں کرتی تھیں۔ شرفاء کے مکانات اچھے خاصے قمار خانے تھے حضرت
نے حالات کی زبردست اصلاح کی۔ آپ نہایت رحم دل تھے۔ اپنے خادموں کی
تکلیف کو اپنی تکلیف اور ان کی راحت کو اپنی راحت سمجھتے تھے۔ آپ فطرتِ سلیمہ
اور طینت طیبہ کے مالک تھے۔ اعانتِ بیچارگاں کا ہر وقت خیال رکھتے تھے۔ آپ
کی مجلس میں عربی اور عجمی سب مساوی حیثیت میں رکھتے تھے۔ آپ کی دعوت جملہ اقوام
کے لیے تھی۔ آپ کی مبارک روحانی تعلیم سے بے شمار دل متاثر ہوئے۔ آپ نے
ایک ہی ولولہ ذہنوں میں اور ایک ہی احساس دلوں میں پیدا کر دیا تھا اور وہ حق تعالٰے
کی رضا طلبی تھی۔ آپ نے امراضِ قلوب کی تشخیص کی امراض کی علامات ظاہر کیں اور
علاج کے صحیح طریقے بتائے۔ آپ نے توہمات کی زنجیروں، اندھی تقلید کی بیڑیوں
اور نفس پرستی کی ہتھکڑیوں سے انسانوں کو آزاد کیا۔ آپ نے جملہ اقسام پرہیزگاری
اور جملہ انواع خدا ترسی میں لوگوں کو تعاون کرنے کی دعوت دی اور جملہ اصناف
معصیت اور جملہ اشکال تمرد سے محفوظ رہنے کی ہدایت کی۔ آپ نے تقوی ٰ
خیشۃ من اللہ، مراتب احسان اور روح اور صدق کی طرف بلایا۔ آپ نے رہزنوں
کو مسند معرفت اور حق شناسی کی طرف مائل کر دیا۔ جو طالبین ہدایت خدمت عالی
میں حاضر ہوتے حضرت ان کی طرف خاص توجہ فرماتے۔ پہلے ان کی زبان ہی ذکر

میں مشغول ہوتی پھر دل بھی ذکر میں مشغول ہو جاتے ۔ پھر دل اور زبان دونوں ذاکر ہو جاتے ۔

آپ پہلی ہی محفل میں ثنائے ربانی، توحید الٰہی، امر و نہی، انعام و اکرام اور احسان و اخلاص کے مراتب سمجھا دیتے ۔ آپ، وہ علم سکھاتے جو ظلمت کو دور کر دیتا، دلوں میں کیف و سرور بھر دیتا، آنکھوں کو روشنی اور دل کو بینا کر دیتا ۔ آپ حاضرین محفل کو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت و الوہیت پر رضامندی کا مطلب، رحمت عالم کی رسالت اور حضور کی اطاعت پر رضامندی کا مفہوم اور دین حق پر رضامندی کی حقیقت سمجھاتے ۔ احکام الٰہی کے سامنے تسلیم و رضا کی تشریح بیان کرتے ۔ آپ فرماتے خوف ہو تو صرف اس (اللہ) کا ہو اور امید ہو تو صرف اس (اللہ) سے ہو ۔ توکل اعتماد اور استعانت میں توحید ہونی چاہئیے اللہ کے ہر حکم کا خیر مقدم کرو ۔ خوشنودی کے ساتھ اطاعت کرو ۔ رسالت محمدؐ پر خوشنودی کے یہ معنی ہیں کہ احکام نبوی کے مقابلہ میں کسی اقتدار کی بھی اطاعت نہ کی جائے اور حضورؐ کی محبت اپنی جان سے بھی بڑھ کر ہو ۔ اسلام پر خوشنودی کے یہ معنی ہیں کہ اس کا ہر حکم اخلاص سے قبول کرو ۔"

آپ فرماتے ہیں حضرت غوث الثقلین نے جن داعیان معرفت کو اسلام کے مختلف حصوں میں بھیجا ان کے نام یہ ہیں ۔ حضرت ہاشم بن زبید حضرت طلحہ بن اسعد حضرت عبداللہ بن شہاب، حضرت عبدالرحمٰن بن مسعود، حضرت زبیر بن وہب، حضرت جعفر بن سعید یہ سب اصحاب عالی حوصلہ، ایثار پسند اور جفاکش تھے سخت سے محنت و مشقت کے عادی تھے ۔ ان کی استقامت و جان نثاری آزمائی ہوتی تھی ۔ وہ خوف و ہراس سے بے نیاز تھے ۔ پریشانیوں کا خوف کبھی ان کے عزم و ارادہ میں حائل نہیں ہوتا تھا ۔ وہ نہایت ہی سادہ زندگی بسر کرتے تھے ۔ غذا معمولی ہوتی تھی ۔ لباس بھی معمولی ہوتا تھا ۔ صبر آزما مواقع پر قربانی و جان نثاری کا ثبوت پیش کرتے تھے ۔

ان اصحاب نے اشاعت حق کے سلسلے میں اپنی جان نثاری اور استقامت کے بے مثل نمونے پیش کیے۔ غریبوں کے لیے ان کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا تھا۔ ان میں سے بعض آسودہ حال بھی تھے لیکن ان کی دولت ذاتی راحت و آسائش کے لیے نہ تھی۔ بلکہ جو جس قدر دولت مند تھا اسی قدر اس کا دست کرم زیادہ کشادہ تھا۔

یہ سب اصحاب خدا ترسی، اتباع سنت اور پرہیزگاری میں کامل تھے علم وفضل کا سرمایہ بھی ان کے پاس بمقدار کثیر تھا۔ وہ سب تفسیر، حدیث، فقہ، ادب کے ماہر تھے۔ تقریر و خطابت میں بھی خاص مہارت رکھتے تھے۔ ان کی تقاریر اثر آفریں ہوتی تھیں۔ یہ اصحاب اپنے مواعظ حسنہ میں توقیر عمل صالح اور خوف خدا کی تلقین فرماتے تھے۔ یہ داعیانِ اسلام ایسے مقامات پر بھی پہنچتے جہاں ان کا کوئی حامی و مددگار نہ ہوتا لیکن ان کے خلق و انکسار کی وجہ سے وہاں ان کے بہت سے ہمدرد پیدا ہو جاتے۔

اشاعتِ حق کے سلسلہ میں ان اصحاب نے طویل سفر کیے۔ گوناگوں تکالیف برداشت کیں لیکن استقامت اور صبر و تحمل کا دامن کسی وقت بھی ان کے ہاتھ سے نہیں چھوٹا۔ حضرت غوث الثقلین کے فیض تربیت نے ان کو مصائب برداشت کرنے کا خوگر بنا دیا تھا۔ مختلف علاقوں کی صحرانوردیوں نے جفاکشی اور استقامت کے زریں اسباق ان کو دیے تھے۔ تجربہ نے یہ بھی سکھا دیا تھا کہ جاہلوں اور فاسقوں میں رہ کر کس طرح اپنا مقصد حاصل کیا جا سکتا ہے۔ یہ اصحاب اکثر عبادت میں مشغول رہتے اور اکثر روزے رکھتے تھے۔"

ایک جگہ فرماتے ہیں "سیدنا حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے داعیان اسلام کی جو بے نظیر جماعت تیار کی تھی۔ وہ لوگ تربیت و توجیہ اور اصلاح خلق کی خدمت کے لیے نہایت موزوں تھے۔ ان میں شانِ تسلیم و رضا تھی۔ ان کے دل ایمان کے نور سے منور تھے۔ وہ سراپا ایثار تھے۔ مال و زر سے مطلقاً بے نیاز تھے

خدمتِ دین میں ان کا خاص شیوہ تھا۔ پرہیزگاری میں وہ شہرہ آفاق تھے۔ غریبوں کے ساتھ سلوک و احسان کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ خُفیہ اور اعلانیہ غریبوں کی دستگیری کرتے تھے ان کی نظر میں شاہ و گدا اور امیر و غریب سب کا ایک رتبہ تھا۔ وہ سادہ غذا کھاتے اور سادہ کپڑے پہنتے تھے۔ اگر کوئی شخص قیمتی لباس پیش کرتا تو وہ قبول نہیں کرتے تھے عبادت کا ان کو شوق تھا۔ اول شب میں کسی قدر سو رہتے باقی تمام شب عبادتِ الٰہی میں بسر کرتے۔ شب جمعہ کو بالکل نہ سوتے، ساری رات عبادت میں گزار دیتے۔ ان میں سے اکثر بڑے بڑے عابد و زاہد کثیر الخشوع اور سراپا کرم تھے۔ آداب طریقت کا ہر وقت خیال رکھتے تھے۔

پھر کہتے ہیں ۵۱۱ھ سے ۵۲۱ھ تک مسلسل سفر کرنے کے بعد میں نے یہ اندازہ لگایا کہ حضرت غوث الثقلین کی ہدایات کا اثر بسطام، نیشاپور، تبریز، ہمدان، اصفہان موصل، شیراز، کرمان، القطیف، حلب، قیساریہ، انطاکیہ، دمشق اور سکندریہ تک پہنچ گیا تھا۔"

ایثار و اخلاص اور خلقِ عظیم کی وجہ سے غیر مسلموں کو بھی حضرت سیدنا عبد القادر جیلانی کی ذات گرامی اور ان کے داعیان محترم سے بے پناہ عقیدت تھی۔ بہت سے یہودی اور عیسائی مختلف طریقوں سے برکت اندوز ہوتے تھے مثلاً جب ان کے بچے بیمار پڑتے یا پیدا ہوتے تو وہ دعائے صحت کے لیے حاضر ہوتے۔ بچوں کو اپنے ساتھ لاتے۔ حضرت بچوں کے سر پہ ہاتھ پھیرتے اور صحت و برکت کی دعا کرتے۔

ایک یہودی کا لڑکا سخت بیمار تھا۔ حضرت نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا اور اپنے منہ میں کھجور ڈال کر اس کے منہ میں ڈالی۔ اسے صحت ہو گئی۔ وہ یہودی اسی دن مسلمان ہو گیا۔ اوقاتِ نماز میں بہت سے یہودی اور عیسائی حاضر ہوتے تھے اور آپ کے وضو کا پانی لے جاتے تھے۔

آشوب چشم کے بہت سے مریض حاضر ہوتے۔ حضرت ان کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے اور ان کو صحت حاصل ہو جاتی۔ نماز فجر کے بعد بہت سے یہودی عیسائی برتنوں میں پانی لے کر حاضر ہوتے۔ آپ ان میں اپنا دست مبارک ڈال دیتے۔ اس پانی سے مریضوں کو صحت حاصل ہوتی تھی۔ جو لوگ باغات کے مالک تھے وہ آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی لے جاتے اور درختوں کی جڑوں میں ڈال دیتے تھے۔ اس سے عظیم برکت حاصل ہوتی۔ جس پانی میں آپ ہاتھ ڈال دیتے وہ لوگوں کے لیے آب حیات ثابت ہوتا۔ اگر حضرت کسی کو اپنا جھوٹا پانی مرحمت فرماتے تو اسے نعمت عظیم سمجھتا۔

سر مبارک یا ریش مبارک میں کنگھی کرتے ہوئے جو بال جھڑ جاتے لوگ ان کو اپنی جان سے زیادہ عزیز جانتے۔ اہل عقیدت حضرت کے لکھے ہوئے خطوط کی نہایت عزت کرتے تھے۔ انہیں آنکھوں سے لگا کر برکت اندوز ہوتے تھے۔

حضرت باب الشیخ کی جس مسجد میں اعتکاف فرماتے تھے وہاں بھی حاضر ہو کر اپنے اسباق یاد کرتے تھے۔ اور کچھ روز کے بعد علوم و معارف کا سمندر بن جاتے تھے۔ غیر مسلم بھی جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو فرطِ ادب سے تصویر بن جاتے اگر غیر مسلم امرا آپ کو راستہ میں دیکھتے تو سواری سے اتر جاتے۔

ایک بار آپ پیدل جا رہے تھے اسی حالت میں ایک یہودی سوار نے آپ کو دیکھا۔ وہ فرطِ ادب سے نیچے اتر گیا، اور درخواست کی کہ آپ گھوڑے پر سوار ہو جائیے۔ آپ نے فرمایا میں پیدل چلنا پسند کرتا ہوں۔"

۱۱۵۵ھ کا ذکر ہے کہ میں ایک روز حضرت غوث الثقلین کی خدمت حاضر تھا میرے دل میں یہ خیال آیا کہ کیا اچھا ہوتا اگر میں حضرت کی کوئی کرامت دیکھتا۔ اس خیال کا دل میں آنا تھا کہ حضرت شیخ نے میری طرف نظر اٹھائی اور مسکراتے ہوئے فرمایا عفیف! عنقریب ہمارے پاس پانچ مہمان آنے والے ہیں۔ ایک عجمی ہے جس کا رنگ سرخ و سپید ہوگا۔ اس کے

دائیں رخسار پر ایک داغ ہے۔ اس کی زندگی صرف نو ماہ اور باقی ہے۔ اسے جنگل میں شیر ہلاک کردے گا۔ دوسرا مہمان عراقی ہے، سرخ و سفید رنگ ہے اس کی دونوں آنکھیں خراب ہیں پاؤں سے بھی لنگڑا ہے۔ یہ شخص ہمارے پاس صرف ایک روز رہے گا پھر وفات پا جائے گا۔ تیسرا مہمان مصری ہے رنگ گندمی ہے اس کے بائیں ہاتھ کی چھ انگلیاں ہیں بائیں ران پر نیزے کا ایک زخم ہے جو تیس سال ہوئے اسے لگا تھا۔ چوتھا مہمان شامی ہے اس کا رنگ گندمی ہے یہ شخص سات سال کے بعد فوت ہو جائیگا۔ پانچواں مہمان یمنی ہے اس کا رنگ سرخ و سفید ہے۔ یہ نصرانی ہے اس کے لباس کے نیچے صلیب ہے وہ اہل معرفت کا امتحان لیتا پھرتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا عجمی بھنا ہوا گوشت چاہتا ہے، عراقی چاولوں کے ساتھ مرغی کھانا چاہتا ہے، مصری کی خواہش ہے کہ شہد اور گھی سے اس کی تواضع کی جائے، شامی کی تمنا ہے کہ اسے پورے پیش کئے جائیں، یمنی تلے ہوئے انڈے کھانا چاہتا ہے حق تعالٰے ان کی خواہش کے مطابق ان کا رزق یہاں پہنچا دے گا۔

فرماتے ہیں چند ہی ساعتیں گزری تھیں کہ پانچ اشخاص حضرت کی خانقاہ میں حاضر ہوئے حضرت نے باریابی کی اجازت دے دی قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میں نے دیکھا کہ جو حلیہ حضرت نے بیان فرمایا تھا اس میں بسر مُو فرق نہ تھا۔ میں نے مصری سے دریافت کیا تمہاری ران کے زخم کا کیا حال ہے۔ اسے میرے سوال سے سخت تعجب ہوا۔ اس نے کہا تمہیں میرے اس زخم کا کیسے علم ہوا میں ان باتوں میں مشغول تھا کہ شیخ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے کہا "حضور! کھانا حاضر ہے" حضرت نے خدام سے فرمایا، مہمانوں کے ہاتھ دھلاؤ" دستر خوان بچھایا گیا کھانے کے طباق لانے والے پاس کھڑے تھے۔ حضرت ان سے فرماتے تھے کہ فلاں شخص اپنا طباق فلاں مہمان کے سامنے رکھے۔ غرض جس مہمان کے دل میں جس کھانے

کی خواہش تھی وہی طباق اس کے سامنے رکھا گیا۔

حضرت کی یہ کرامت دیکھ کر پانچوں مہمان سراپا حیرت بن گئے۔ یمنی مہمان سے حضرت نے فرمایا تم نصرانی ہو اور تمہاری عبا کے نیچے صلیب ہے۔ نصرانی نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔

شیخ لکھتے ہیں:۔

ان مہمانوں کے سلسلے میں جو کچھ فرمایا تھا وہ حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوا۔ عراقی مہمان ایک ماہ خانقاہ میں مقیم رہ کر فوت ہو گیا۔ میں اس کے جنازے کی نماز میں شریک تھا۔ شامی مہمان کے متعلق معلوم ہوا کہ سات سال کے بعد وہ آغوش اجل میں پہنچ گیا۔ اسی طرح دوسرے اصحاب کے واقعات بھی پیش آئے۔ یمنی نصرانی نے صدق و اخلاص کے ساتھ اسلام قبول کیا تھا اور ریاضت کی منزل طے کی تھیں رب السموٰت والارض نے اسے معرفت کی نعمت عطا کی اسے حضرت کے ساتھ بے پناہ شیفتگی اور عقیدت تھی استقامت محکم کا سرمایہ اسے حاصل ہوا۔

میں حضرت غوث الثقلین کے مدرسہ میں کھڑا تھا کہ آپ اپنے دولت کدہ سے باہر عصا لیے ہوئے تشریف لائے عصا کو دیکھ کر مجھے خیال ہوا کہ آپ اس وقت اپنے اس عصا سے مجھے کوئی کرامت دکھاتے تو کیا ہی اچھا تھا۔ آپ نے یہ بات محسوس کر لی اور مسکرا کر میری طرف نظر کی۔ آپ نے عصا زمین میں گاڑ دیا اور وہ فوراً روشن ہو گیا۔ اس کی روشنی لحظہ بہ لحظہ بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ اس سے سارا مکان روشن ہو گیا۔ ایک گھنٹہ تک اس سے نور کی بارش ہوتی رہی۔ پھر آپ نے اسے اٹھا لیا تو وہ اپنی اصلی حالت پر آگیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔

عفیف تم اس بعید ہی بات چاہتے تھے نا؟

میں نے عرض کیا جی ہاں!

پھر آپ حجرہ میں تشریف لے گئے۔

ایک دفعہ دجلہ کی طغیانی اتنی بڑھی کہ اہل بغداد کو یہ خوف ہو گیا کہ دریا کا پانی شہر میں گھس آئے گا اور سارا شہر غرق ہو جائے گا۔ چنانچہ اعیانِ شہر نے آپ سے عرض کیا کہ حضرت توجہ فرمائیں ورنہ سارا شہر غرق ہو جائیگا۔ آپ نے فوراً عصا اٹھایا اور آنے والے لوگوں کے ساتھ دجلہ پر تشریف لے گئے۔ پانی اصل حد سے بہت دور پھیل چکا تھا۔ آپ بلا توقف اس کی اصلی حد تک پہنچے اور وہاں اپنا عصا گاڑ دیا۔ طغیانی ختم ہو گئی۔

شیخ ابو الغنائم اور شیخ علی بن ہاشم ایک مرتبہ حضرت غوث الاعظم کی خدمت میں حاضر ہونے کے ارادہ سے ڈیوڑھی پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک نوجوان شخص عجیب سے عالم میں آپ کے آستانہ سے لگا کھڑا ہے۔ ان دونوں حضرات کو اندر جاتے دیکھا تو نوجوان نے شیخ علی سے عرض کیا کہ آنجناب کی بارگاہ میں میری سفارش کر دیجئے۔

یہ دونوں بارگاہِ غوثیتِ مآب میں حاضر ہوئے تو شیخ علی نے عرض کیا کہ درِ دولت پر بندہ گنہگار اپنی جرم بخشی کا خواستگار ہے۔ امید ہے کہ میری سفارش سے اس خطا کار کی خطا معاف کر دی جائے گی۔

آپ نے فرمایا جاؤ تمھاری خاطر میں نے اس کی خطا معاف کی۔ شیخ علی مسرور باہر تشریف لائے اور اس نوجوان کو خوشخبری سنائی کہ میری سفارش قبول اور تیری خطا معاف ہوئی وہ نوجوان اتنا سنتے ہی ہوا میں پرواز کر گیا۔ شیخ علی کو حیرت ہوئی۔ واپس پہنچ کر حضرت غوث اعظمؒ سے کیفیت بیان کی تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

یہ مردِ غیب تھا۔ ایک مرتبہ یہ ہوا میں پرواز کرتا ہوا جب بغداد پہنچا تو اسے خیال گزرا کہ اس شہر میں میرا کوئی ہمسر و ہم پایہ نہیں ہے۔ مجھ پر اس کے دل کی کیفیت فوراً اللہ تعالےٰ نے منکشف کی اور میں نے اس کا تمام کمال سلب کر لیا۔ علی! اگر تم اس

کی سفارش نہ کرتے تو وہ سر ٹکرا کر اتے مر جاتا"

مجدد الف ثانی کا بیان

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں "حضرت غوث الثقلین مرکز ولایت ہیں۔ عالم اسلام میں جسے کوئی عظیم روحانی مرتبہ ملا، وہ حضرت شیخ عبد القادر قدس سرہ کی توجہ باطنی سے ملا۔ بیشک غوث الاعظم مرکزِ ولایت و قطبیت ہیں۔"

مرزا مظہر جانجاناں کا بیان

کسی نے مرزا مظہر جانِ جاناں دہلوی سے حضرت غوث الثقلین کے روحانی مرتبہ کی بابت پوچھا۔ آپ نے فرمایا فیضانِ ابر کا مطلب یعنی ان کے فیوض و برکات بارش کی مانند ہیں۔

ابراہیم بن سعد الدین کا بیان

ابراہیم بن سعد الدین فرماتے ہیں "آپ علمائے کرام کا لباس پہن کر تخت پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ آپ کی آواز بلند ہوتی تھی۔ لوگ آپ کا کلام بہ غور سنا کرتے تھے اور احکام کی تلقین بذوق و شوق کرتے تھے۔ سنگ دل لوگ آپ کے وعظ کو سن کر نرم دل ہو جایا کرتے تھے۔

شیخ عبد اللہ جیائی کا بیان

شیخ عبد اللہ جیائی بیان کرتے ہیں کہ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ میں خواب اور بیداری دونوں حالتوں میں لوگوں کو برائی سے روکتا اور نیکی کی ہدایت کیا کرتا تھا۔ ناقص بات یا کلام کو دیکھ کر اگر میں خاموش رہنے کی کوشش کرتا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا میرا گلا گھونٹ دیا گیا ہے غرض مجھے اپنی زبان بند رکھنے پر قدرت ہرگز نہ رہ سکتی تھی۔

محمد بن حسین موصلی کا بیان

محمد بن حسین الموصلی اپنے والد بزرگوار سے روایت کرتے ہیں سیدنا حضرت عبد القادر جیلانی تیرہ علوم میں تقریر فرمایا کرتے تھے۔ ایک درس فروعات مذہبی پہ اور ایک

اخلاقیات پر ہوا کرتا تھا۔ ہر روز صبح و شام تفسیر و حدیث، اصول، علم نحو وغیرہ کا درس دیا کرتے تھے۔

حافظ ابو سعید عبد الکریم کا بیان۔

حافظ ابو سعید عبد الکریم بن محمد بن منصور السمعانی نے اپنی تصنیف میں لکھا ہے کہ حضرت غوثِ اعظمؒ وقت کے امام طریقت شیخ الوقت، فقیہ اور صالح تھے۔ نہایت رقیق القلب تھے اور ہمیشہ ذکر و فکر میں لگے رہتے۔

حافظ زین الدین بن رجب کا بیان

حافظ زین الدین بن رجب نے اپنی کتاب "طبقات" میں لکھا ہے "آپ شیخ وقت اور علامہ دین تھے۔ قدوۃ العارفین، سلطان المشائخ اور اہل طریقہ کے سردار تھے۔ آپ کو لوگوں میں قبول عام حاصل ہوا۔ آپ اپنے علم و عمل، مکاشفات و کرامات سے دُور دُور تک مشہور ہو گئے، عُباد و مساکین نے آپ کے سلف و کرم سے فیض حاصل کیا۔ خلفاء، وزراء، امراء تک آپ کی عظمت کے قائل تھے۔

ابو عبید اللہ محمد کا بیان

ابو عبید اللہ محمد فرماتے ہیں "آپ رقیق القلب، خوش اخلاق اور بے حد فیاض تھے۔ آپ کی زبان مبارک سے کبھی کسی نے کوئی فحش یا لغو بات نہیں سنی۔ نہ ہی آپ کے سامنے کوئی شخص بیہودگی اور فحش گوئی کی جرأت کر سکتا تھا۔ کیونکہ آپ کو ایسی باتوں سے سخت نفرت تھی۔

شیخ عبد الحق محدث دھلوی کا بیان

مشہور عالم دین شیخ عبد الحق محدث دہلوی "اخبار الاخیار" میں لکھتے ہیں۔ "حضرت غوثِ اعظمؒ کی مجلس کبھی یہود و نصاریٰ سے جو مشرف بہ اسلام ہوتے تھے اور قزاق، بدعتی اور فسادی لوگوں سے جو دستِ حق پر توبہ کرتے تھے خالی نہ ہوتی تھی"

ایک جگہ لکھتے ہیں ـــــ پہلے بڑے بڑے اولیائے کرام نے

پیشگوئی کی تھی کہ قریب ہے عراق میں ایک عجمی بزرگ ظاہر ہوگا جس کا رتبہ اللہ اور انسانوں کے درمیان بلند ہوگا۔ اس کا نام عبدالقادر اور مسکن بغداد ہوگا۔ وہ ارشاد فرمائے گا کہ میرا قدم تمام اولیائے الٰہی کی گردن پر ہے اور یہ سچ ہے۔"

شیخ ثناء اللہ پانی پتی کا بیان

شیخ ثناء اللہ پانی پتی اپنی کتاب "سیف المسلول" میں لکھتے ہیں "بلاشبہ حضرت غوث اعظم مرکز ولایت ہیں۔ یہ درجہ مرکزیت ان کو امام حسن عسکری کی جانشینی میں حاصل ہوا۔ اس بلند مقام کی رسائی پر حضرت نے فرمایا قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ (کل اولیاء اللہ کی گردن پر میرا قدم ہے)"

شیخ نصیر الدین محمود کا بیان

شیخ نصیر الدین محمود "مسالک السالکین" میں لکھتے ہیں۔ حضرت خواجہ غریب نواز اپنے بیست سالہ عہد ریاضت میں تھے کہ قدمی ھذہ کی آواز سنی تو فوراً کہا قدمہ علی راسی و علی عینی (ان کا قدم میرے سر اور میری آنکھوں پر ہے)

شیخ شہاب الدین عمر کا بیان

شیخ شہاب الدین عمرؒ فرمایا کرتے تھے "حضرت غوث اعظم بیشک مرکز ولایت ہیں۔ صف اولیا میں انہیں خاص برتری حاصل ہے۔ ان کی برکتوں کا آفتاب قیامت تک ضیا باری کرتا رہے گا۔ جو اہل بصیرت ہیں جانتے ہیں کہ آسمانِ معرفت کے ستاروں میں ان کو بلاشبہ شمس نصف النہار کی حیثیت حاصل ہے۔ خطبیت کبریٰ کا تاج ان کے سر پر ہے۔ اور مالک کائنات کی محبوبیت کا شرف ان کو حاصل تھا۔ بے شک ان کا آفتاب اقتدار بہت بلندی کے افق پر رہے گا۔"

شیخ عامر بن وہب کا بیان

آپ فرماتے ہیں: "سنت نبوی کی پیروی نے حضرت غوث الثقلین کے اخلاق و طرز معاشرت میں حضور سرور کائنات کے مکارم و محامد کی ایک شاندار جھلک پیدا کردی تھی،

فضل و کمال کے لحاظ سے حضرت غوث الثقلین ایک آفتاب علم تھے۔ علوم و معارف کا سمندر تھے۔ ان کی ذات گرامی ایک ایسی زندہ کتاب تھی جس میں تمام علوم جمع تھے۔ قرآن، تفسیر حدیث، فقہ، ادب کوئی علم ایسا نہ تھا جس میں ان کو ید طولیٰ حاصل نہ ہو بالخصوص قرآن پاک کی تفسیر کے سلسلہ میں ان کو جو مہارت حاصل تھی وہ اپنی مثال آپ تھی۔ ایک روز باب الشیخ میں حضرت نے خطبہ دیا جس میں سورہ نور کی تفسیر بیان کی قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، وہ تفسیر کیا تھی معارف کا ایک سمندر تھی۔ حضرت کا حلقہ درس بہت وسیع تھا۔ ہزاروں طالبانِ ہدایت آپ سے فیض حاصل کرتے تھے"

شیخ عبداللہ بن شہابؒ کا بیان

حضرت عبداللہ بن شہاب بیان فرماتے ہیں۔ "حضرت غوث الثقلین ہر پرہیزگاری، حق پسندی، بے نیازی، سخاوت اور ایثار کا مسند تھے۔ راہ حق میں خرچ کرنے میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ اعلانِ حق کے سلسلہ میں حضرت خطرات کی مطلق پروا نہ کرتے تھے۔ مصائب کا خوف کبھی ان کے عزم و ارادہ میں حائل نہ ہوتا تھا۔ حضرت کی امانت و دیانت کا عام شہرہ تھا۔ یہاں تک کہ لوگ عموماً اپنی وفات کے وقت ان کو اپنی اولاد اور اپنے مال و متاع کا محافظ بنانے کی تمنا ظاہر کرتے تھے۔ خشیت الٰہی اور حضور رحمت عالم کی محبت سے حضرت کا پیمانہ قلب لبریز تھا۔ سرکار اقلیم سخاوت کے بادشاہ تھے۔ فقراء و مساکین کے لیے آپ کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ حضرت بہت سے محتاج اور تنگ دست خاندانوں کی مستقل طور پر کفالت کرتے تھے۔ بے سہارا لڑکیوں کی اور بیوہ عورتوں کی شادی اپنے خرچ سے کرا دیتے تھے۔ مہمان نوازی حضرت کا خاص شیوہ تھا۔ صدق و عفاف، ترحم، فیاضی حضرت کے درخشاں اوصاف تھے۔ مساوات اسلامی کا ہر وقت خیال رکھتے تھے ان کی مجلس میں ایک غریب مسلمان کو بھی وہی عزت حاصل تھی جو ایک بڑے سے بڑے امیر کو حاصل ہو سکتی ہے۔ حضرت کا خلق و ترحم تمام خلق اللہ کے لیے عام تھا۔ عراق میں آپ کے

خلق عظیم نے آتش پرستوں اور عیسائیوں کو بھی مرہونِ منت بنا رکھا تھا"

حارث بن عثمان کا بیان

شیخ حارث بن عثمان فرماتے ہیں "حضرت غوث الثقلین زہد و تقوی اور کمالات معرفت میں یگانہ روزہ اور عبادت و ریاضت میں بے مثل تھے۔ غربا و مساکین دوستوں اور مسافروں کو عزیز رکھتے تھے اکثر یہ فرماتے تھے "والعاقبۃ للمتقین" آپ بہت کم کھانا کھاتے تھے۔ اور نفس پرست لوگوں سے کہتے تھے "اپنے پیٹ کو حیوانوں کا مقبرہ نہ بناؤ" آپ جمعہ کی شب میں چار سو نفل ادا کرتے تھے۔ اور تلاوتِ قرآن اور ذکرالٰہی میں مشغول رہتے۔ نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک حضور سرور کائنات پر درود پڑھتے"

حافظ عماد الدین ابن کثیر کا بیان

حافظ عماد الدین ابن کثیر اپنی تاریخ میں تحریر فرماتے ہیں" غوث اعظم خلفا، وزرا، سلاطین، قضاۃ خواص و عوام سب کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرماتے اور بڑی صفائی اور جرات کے ساتھ ان کو بھرے مجمع میں اور برسر منبر علی الاعلان ٹوک دیتے۔ جو کسی [illegible] بناتا اس پر اعتراض کرتے۔ اور خدا کے معاملہ میں کسی مخالفت کرنے والے کی آپ کو پروا نہ ہوتی"

امام ابو عبداللہ محمد بن یوسف کا بیان

امام ابو عبداللہ محمد بن یوسف آپ کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں" آپ مستجاب الدعوات تھے۔ اگر کوئی عبرت اور رقت کی بات کی جاتی تو جلدی آنکھوں میں آنسو آجاتے۔ ہمیشہ ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ بڑے رقیق القلب تھے۔ خندہ جبیں، شگفتہ رو، کریم النفس فراخ دست، وسیع العلم، بلند اخلاق، عالی نسب، عبادات اور مجاہدہ میں آپ کا پایہ بلند تھا"

ابو عبداللہ محمد بن حامد کا بیان

مفتی عراق محی الدین ابو عبداللہ محمد بن حامد البغدادی لکھتے ہیں۔ "غیر مذہب بات سے انتہائی دور اور معقول بات سے بہت قریب

اگر احکام خداوندی اور حدودِ الٰہی میں سے کسی پر دست درازی ہوتی تو آپ کو جلال آ جاتا۔ خود اپنے معاملہ میں کبھی غصہ نہ آتا تھا اور اللہ عزوجل کے علاوہ کسی چیز کے لیے انتقام نہ لیتے کسی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ کرتے خواہ بدن کا کپڑا ہی کیوں نہ اتار کر دینا پڑے"

احمد بن شہاب کا بیان

شیخ احمد بن شہاب کا بیان ہے فرماتے ہیں میں نے اہل سلوک میں حضرت سیدنا عبد القادر سے زیادہ زاہد اور پرہیزگار کسی کو نہیں دیکھا اگر غصہ ہوتا تو تحمل سے کام لیتے، بات کرتے تو فصیح بولتے۔ جب فیصلہ کرتے تو عدل کو سامنے رکھتے۔ ان کا علم وسیع تھا۔ وہ اعلیٰ مرتبہ کے عارف باللہ تھے۔ دینِ حق کی تائید میں سخت تھے۔ لذتِ نفس کا ان کو مطلق خیال نہ تھا۔ ہم لوگ باوجود کمال تقرب کے کبھی بے باکانہ کلام نہ کر سکتے تھے۔ کسی جلال و جبروت والے کو آپ سے رفاقت کی امید نہ ہوتی تھی۔ اور کسی غریب کو جو حق پر ہوتا آپ سے کبھی مایوسی نہ ہوتی تھی۔

حضرت غوث الثقلین کی زندگی خدمتِ خلق کے لیے وقف تھی۔ وہ دن رات اخلاص و محبت پیدا کرنے کے لیے بے چین رہتے تھے۔ خدمتِ خلق کو انھوں نے اپنی زندگی کا ایک اہم ترین فریضہ بنا لیا تھا حضرت کی پوری زندگی اسی جدوجہد میں گزری حضرت اپنے ساتھیوں سے فرمایا کرتے تھے! اگر برائی کا بدلہ برائی سے دیا گیا تو یہ دنیا وحشی درندوں کا ایک مسکن بن جائے گی"

عاصم بن حارث کا بیان

حضرت عاصم بن حارث فرماتے ہیں" آپ کے دروازہ پر حاجب تھا نہ چوکیدار۔ آپ بغداد کی گلیوں میں بے کسوں کی دستگیری فرماتے تھے۔ حضرت کی ذات گرامی میں مختلف حیثیتوں کا دلکش اجتماع تھا۔ دینی دعوت تزکیہ نفس اور اشاعتِ حق یہ سب کام آپ بیک وقت انجام دیتے تھے۔ بدکار لوگوں کو دیکھ کر آپ فرماتے تھے" اللھم انی اخافك واخاف من لا یخافك۔ حضرت نے اپنی دعوت میں عشقِ دلی پر زور دیا اور خود محبت الٰہی میں سرشاری کی

زندگی بسر کی۔ حضرت محبت الٰہی کے سمندر میں غرق تھے اور دوسروں کو بھی محبت الٰہی کی دعوت دیتے تھے"

عبید بن اسم کا بیان

حضرت عبید بن اسم فرماتے ہیں "حضرت غوث الثقلین کے زیر اثر جو داعیانِ معرفت تھے وہ سب کے سب سراپا اپنار تھے حضرت کے شرفِ صحبت نے ان کو اخلاقِ کریمانہ سے آراستہ کر دیا تھا۔ ان خلوبانِ ملت میں کئی فنِ قرات کے امام تھے۔ حق تعالیٰ نے ان کی آوازوں میں درد و اثر پیدا کیا تھا جب وہ آیاتِ ربانی تلاوت فرماتے تو لوگوں پر ایک عام محویت طاری ہو جاتی۔ راہ گیر ٹھہر جاتے اور توجہ کے ساتھ قرآنِ مجید سنتے۔ تلاوت کے بعد آیات کی تفسیر بیان کی جاتی۔ ان داعیانِ محترم نے اپنے فرض کو نہایت ہی خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ ہزاروں فاسق و فاجر راہ راست پر آگئے اور بہت سے طالبانِ حق اسلام آغوش میں پہنچ گئے۔ ان کی پاک بازی نے بہت سے آدمیوں کو شراب معرفت کا متوالا بنا دیا تھا"۔

ابو نعیم بغدادی کا بیان

شیخ ابو نعیم بغدادی فرماتے ہیں "اس بات کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ بارہویں صدی عیسوی میں اسلامی دنیا کی حالت سخت نازک تھی۔ خلافت بغداد پر نزع کا عالم طاری تھا۔ امرا بدکاریوں کے سمندر میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اور اپنی اخلاق سوز حرکتوں پر نادم نہیں ہوتے تھے۔ شراب کا پینا ایک شائستہ حرکت تھی۔ لونڈیوں کا رقص دیکھنا ایک دلچسپ مشغلہ تھا۔ خوبصورت عورتیں بے حجاب مجمع عام میں نکلا کرتی تھیں۔ اور اپنے جسم کے خاص حصوں کو نمایاں کرتی تھیں۔ گناہ کی نئی نئی طاقتیں ابھر رہی تھیں۔ اخلاقی کمزوری اپنی آخری حد تک پہنچ چکی تھی امرا اور سلاطین پر لذتِ نفس کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کا روحانی اقتدار ہچکیاں لے رہا تھا۔ ان حالات میں حضرت غوثِ اعظمؒ کامل عزم کے ساتھ میدان میں

آئے آپ نے اپنی روحانی طاقت سے زبردست اصلاح کی ...... حضرت غوث الاعظمؒ نے اپنے روحانی اثرات سے کام لے کر اصلاح و تربیت کا ایک وسیع نظام قائم کر دیا۔ اور اپنے خلفاء کو دُور دُور جا کر اشاعتِ اسلام کا حکم دیا تھا۔ بلاشبہ دنیائے اسلام کے بیشتر صوبوں میں تبلیغی شاخیں قائم ہو گئی تھیں۔ اس تبلیغی نظام کی نگہبانی صاحبزادہ عبد الجبار کے ذمہ تھی۔ بغداد کا یہ عظیم المرتبت داعی حق جب اسلامی علاقوں میں پہنچا تو بڑے بڑے فرعونوں کی گردنیں اس کے سامنے جھک گئیں،

ہاشم بن یعقوب کا بیان! حضرت ہاشم بن یعقوب بغدادی رقم طراز ہیں "جب یہ آفتاب معرفت طلوع ہوا۔ کتاب و سنت کا عملی احترام بس برائے نام تھا۔ دین کا قلعہ ٹوٹ چکا تھا۔ اتباع سنت ایک بھولا ہوا سبق تھا۔ لذتِ نفس کے چمن میں بہار آرہی تھی۔ مکر و فریب ایک ہنر بن گیا تھا۔ نفس پرستی کا کاروبار تیزی سے جاری تھا۔ کتنی ہی زناکاریاں حلال کر دی گئی تھیں۔ شراب نوشی کے لیے مناسب مواقع تجویز کیے گئے تھے۔ قمار بازی ایک "روحانی تسکین" کا مشغلہ تھا۔ مذہبی روح بالکل مردہ ہو کر رہ گئی تھی۔ حضرت نے اس طوفانِ مصیبت کو سختی سے روکا اور مذہبی روح کو بیدار کرنے کی بے پناہ کوشش کی اور اصلاح باطنی پر خاص زور دیا"

عبد الجبار کا بیان! غوثِ اعظمؒ کے فرزند فرماتے ہیں کہ "میرے والد ماجد دن رات میں ایک ہزار نوافل پڑھا کرتے تھے۔ روزے بھی بکثرت رکھتے تھے۔ کئی حج کئے۔ مالی اعتبار سے اللہ تعالےٰ نے آپ کو جتنی وسعت دی تھی ویسے ہی آپ اس راہ میں خرچ کرتے تھے۔ کبھی کوئی سائل آپ کے دروازہ سے ناکام نہیں جاتا تھا۔ ایک مرتبہ آدھی رات کے بعد ایک سائل آیا۔ آپ اس وقت نماز میں مصروف تھے سائل کی آواز سنی تو جلد جلد نماز ختم کی، اس کی داستانِ غم سنی اور اس کی دستگیری کی"

علی متقی بن حسام الدین کا بیان!

شیخ علی متقی بن حسام الدین اپنی کتاب مناقب میں لکھتے ہیں "حضرت غوثِ اعظم منازل معرفت میں ایک اعلیٰ مقام رکھتے ہیں کہ کسی شخص کو اس مقام سے واسطہ نہیں۔"

مجد الدین غزنوی کا بیان

حضرت مجد الدین غزنوی "مناقب غوثیہ" میں تحریر فرماتے ہیں "حضرت غوث اعظم" عبد القادر جیلانی نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔ اس بیان کی شرح میں اہل معرفت فرماتے ہیں۔ بعض احوال و مقامات میں سید الانبیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا قدم اپنے قدم پر رکھا اور فرمایا "میرا یہ قدم میرا قدم ہے پس حضرت غوث الثقلین نے کہا میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے۔ حضرت کا یہ کلام بطور تحدیثِ نعمت ہے مشائخ سے پوچھا گیا کہ آیا شیخ عبد القادر نے یہ کلمہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے کہا۔ اہل معرفت نے جواب دیا بے شک یہ کلمہ حضرت نے اللہ تعالےٰ کے حکم سے کہا۔ اور یہ حضرت کے قطب الاقطاب ہونے کا ایک نشان ہے۔ اور یہ تمام قطبیت کی تکمیل ہے۔ حضرت شیخ نجیب الدین سہروردی نے اس واقعہ کو تسلیم کیا ہے اور "روضۃ المناظر فی مناقب شیخ عبد القادر" میں اس کا ذکر ہے۔ اور اکثر مشائخ نے لکھا ہے کہ حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ جو کچھ کہتے ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں وہ سب اللہ تعالےٰ کے حکم سے ہے۔"

یعقوب بن ہاشم کا بیان!

شیخ یعقوب بن ہاشم جیلانی فرماتے ہیں "حضرت غوثیت مآب ہر ایک قول و فعل میں پوری مطابقت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے میں نے اتباع رسولؐ کا عہد کیا ہے۔ ایسا نہ ہو مجھ سے کوئی کام خلاف سنت سرزد ہو اور مجھے دربار رسول میں نادم ہونا پڑے۔"

شیخ الاسلام عزیز الدین بن عبد السلام کا بیان

شیخ الاسلام عزیز الدین بن عبد السلام فرماتے ہیں کہ:۔ باوجود صاحب اولاد ہونے کے آپ اپنا زیادہ روپیہ لوگوں پر خرچ کرتے تھے۔ اور زیادہ وقت عبادات و مجاہدات میں صرف کیا کرتے تھے۔ ہمیشہ شریعت کے مطابق چلتے اور لوگوں کو بھی شریعت پر عمل کرنے کی تلقین فرماتے جس قدر کرامات کا تواتر آپ سے ظہور میں آیا ہیں نے کسی اور ولی سے اتنی کرامات کا ظہور نہیں دیکھا۔

باب

آپ کے عادات واخلاق اور طریقہ!

سیرت غوثِ اعظمؒ کا رنگ گندمی، قد درمیانہ، سینہ کشادہ، بدن نازک، اور شخصیت بڑی پر رعب تھی۔ ریش مبارک بہت گنجان تھی، بھوئیں باریک اور باہم ملی ہوئی تھیں چہرہ مبارک پر نور برستا تھا۔ آواز بہت بلند اور پسندیدہ تھی۔ طبعاً خاموش تھے۔ بلا ضرورت بات نہیں کرتے تھے۔ لوگوں سے زیادہ میل جول پسند نہ تھا۔ ویرانوں اور خاموش مقامات کو پسند فرماتے تھے استغراق کے شیدا تھے۔

لباس اس زمانہ میں علماء عموماً نفیس اور عمدہ لباس پہنا کرتے تھے غوثِ اعظم کا لباس بھی نہایت عمدہ ہوتا تھا۔ آپ کی پوشاک کے لیے دور دراز علاقوں سے اعلےٰ اور قیمتی کپڑا منگایا جاتا تھا۔ عموماً ہر صبح آپ لباس تبدیل کرتے۔ اس وقت پرانا لباس اتار کر کسی مستحق کو خیرات کے طور پر دے دیتے۔ طبیعت میں نفاست بہت تھی۔ گندگی سے سخت نفرت کیا کرتے تھے۔ بدبو بھی بہت ناگوار گزرتی تھی۔ یوں تو ہر وقت صفائی اور پاکیزگی کا اہتمام رہتا تھا مگر عبادت کے وقت نفاست اور پاکیزگی کا خاص خیال رکھتے تھے۔ اس موقع پر خوشبو ضرور استعمال کیا کرتے تھے۔ ہر جمعہ کے روز لباس کی تبدیلی کے علاوہ جوتے بھی تبدیل کر لیا کرتے تھے۔ اور استعمال شدہ جوتے کسی مستحق کو خیرات کے طور پر دے دیتے۔ عموماً خچر پر سواری کیا کرتے تھے جب آپ سواری پر باہر نکلتے تو لوگ راستہ میں مؤدب کھڑے ہو جاتے۔ راستہ کے دونوں طرف مشتاقین کا ہجوم

ہو جاتا تھا۔

غذا کھانا صاف ستھرا اور سادہ کھایا کرتے تھے سیرۃ غوث اعظمؒ میں لکھا ہے کہ "آپ کے واسطے غلہ علیحدہ آپ ہی کے پیسے سے بویا جاتا تھا۔ آپ کے احباب میں سے گاؤں میں ایک شخص تھے وہ ہر سال آپ کے لیے غلہ بویا کرتے تھے۔ پھر آپ کے دوستوں میں سے ہی ایک شخص پسواتے اور روزانہ چار پانچ روٹیاں پکوا کر مغرب سے قبل آپ کے پاس لے آتے۔ آپ انہیں توڑ کر جو غربا آپ کے پاس موجود ہوتے ان میں تقسیم کر دیتے۔ جتنی بچ رہتیں انہیں خود تناول فرمانے کے لیے رکھ لیتے۔

آپ کی خوراک بہت کم تھی اکثر اوقات دن رات میں صرف ایک ہی دفعہ کھایا کرتے تھے۔ کھانے میں اکثر ترک حیوانات فرماتے یعنی گوشت، گھی اور دودھ چھوڑ دیتے"۔

اخلاق حسنہ آپ کے اخلاق حسنہ اور خصائل حمیدہ کے بارے میں جتنا کچھ لکھا جائے تھوڑا ہے مختصر یہ کہ آپ خصائل حمیدہ اور اوصاف حسنہ کے مجسمہ تھے سیرت و کردار کے لحاظ سے وقت کے شیوخ میں کوئی آپ کا ہم پلہ نہ تھا آپ کے حسن سلوک کا یہ عالم تھا کہ غیر مسلم بھی آپ کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔ اور آپ کے محاسن اخلاق کو دیکھ کر غیر مسلموں کے دل میں اسلام کی حقانیت گھر کر جاتی تھی کیوں کہ آپ اسلامی اخلاق اور انسانی اوصاف کے پیکر اور عملی نمونہ تھے۔ اکثر گھر ہی میں رہا کرتے تھے۔ یا درس و تدریس کے سلسلہ میں وعظ کی جگہ تشریف لے جایا کرتے تھے۔ جمعہ کے سوا اور کسی دن اپنے مدرسہ سے باہر نہ جاتے تھے۔ جمعہ کے دن خچر پر سوار ہو کر جامع مسجد یا مسافر خانہ میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔

عجز و انکسار آپ بے حد متواضع اور منکسر المزاج بزرگ تھے عجز و انکسار کا یہ عالم تھا کہ اتنے بڑے مرتبہ اور عظمت کے مالک ہوتے ہوئے اور باوجود اس کے کہ ہزاروں خدام آپ کی خدمت کے لیے حاضر تھے۔ آپ اپنے چھوٹے

چھوٹے کام بھی خود ہی انجام دیا کرتے تھے۔ خود ہی بازار جاکر گھر والوں کے لیے سودا سلف خرید لاتے۔ اگر اپنے رفقاء کے ساتھ کہیں سفر پر جاتے تو جہاں کہیں منزل آتی وہاں اپنے ہاتھ سے آٹا گوندھتے۔ روٹیاں پکاتے اور ساتھیوں میں تقسیم کرتے۔ آپ کے ساتھی عرض کرتے کہ ہم خود یہ خدمت انجام دیں گے آپ ہمارے پیر و مرشد ہیں۔ آپ نہ کریں مگر آپ یہی جواب دیتے کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ خود میں بھی تمہارے جیسا آدمی ہوں۔

حد یہ ہے کہ جب کبھی آپ کی زوجہ محترمہ بیمار ہو جاتیں یا گھر کا کام کاج نہ کر سکتیں تو گھر کا سارا کام آپ خود ہی انجام دے لیتے۔ کسی کو مدد کے لیے نہ بلاتے۔ گھر میں جھاڑو تک خود دے لیتے۔ برتن صاف کرتے۔ کھانا پکاکر بچوں کو کھلاتے۔ خود ہی کوئیں سے پانی بھر کر لاتے۔

غرض آپ نہایت خوش اخلاق، صابر، شاکر، متوکل اور بے نیاز قسم کے بزرگ تھے اگر کسی کے ہاتھ سے آپ کو تکلیف پہنچتی تو آپ صبر و شکر کر کے خاموش ہو جاتے۔ کبھی بدلہ لینے کی فکر نہ کرتے، اپنی ذات کے لیے کبھی کسی پر غصّہ نہ فرماتے تھے۔ بلکہ قصور اور خطا معاف کر دیا کرتے تھے۔ دل کے بہت نرم تھے یعنی کسی کو بھی تکلیف میں دیکھنا نہیں گوارا کرتے تھے چنانچہ غریبوں اور مفلوک الحال لوگوں کی ہمیشہ مدد کیا کرتے تھے ضعیفوں اور بیماروں کو سہارا دیا کرتے تھے۔ مگر شریعت اور دین کے معاملہ میں کبھی نرمی نہ برتتے تھے۔

حق گوئی کسی حال میں بھی آپ سچائی کا دامن نہ چھوڑتے تھے خواہ آپ کی جان خطرہ میں پڑ جاتی۔ مگر آپ حق بات کہنے سے بھی نہیں چوکتے تھے۔ یہاں تک کہ خلیفہ اور جابر حاکموں کے سامنے بھی سچی بات ہی کہتے تھے خواہ انہیں کڑوی لگتی بڑے سے بڑے آدمی سے کبھی مرعوب نہ ہوتے تھے۔ اور نہ دوسرے دنیادار

علمائ کی طرح ان کا پاس خاطر کرتے تھے۔ جو بات کہنی ہوتی منبر پر کھڑے ہو کر بر سر عام بیان کر دیتے۔

ایک مرتبہ خلیفہ المقتفی لامر اللہ نے ایک ظالم شخص یحییٰ بن سعید کو بغداد کا قاضی مقرر کر دیا۔ لوگ اس کے ظلم و ستم سے خوب واقف تھے اور اس کا تقرر پسند نہ کرتے تھے مگر خلیفہ کے سامنے اعتراض کرنے کی کسی کو جرأت نہ تھی۔ غوث اعظم کو جب علم ہوا تو آپ نے منبر پر چڑھ کر خلیفہ سے علی الاعلان کہہ دیا (خلیفہ مجلس میں موجود تھا) کہ تم نے ایک ظالم شخص کو قضاۃ کے عہدے پر مامور کر دیا ہے۔ کل اپنے خدا کو جو اپنی مخلوق پر بے حد مہربان ہے کیا جواب دو گے؟ یہ سن کر خلیفہ پر ہیبت طاری ہو گئی۔ اور لرزنے لگا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے (یعنی اپنے فعل پر نادم ہونے کے باعث) اور اسی وقت یحییٰ بن سعید کی معزولی کا حکم جاری کر دیا۔

استغنا

آپ کے توکل اور استغنا کا یہ عالم تھا کہ اپنے قریب ترین عزیزوں یعنی اہل و عیال کے بارے میں بھی کبھی زیادہ محبت اور رجوع نہ فرماتے تھے اپنی محبت اور شفقت کو جائز حد سے آگے نہ بڑھنے دیتے تھے۔ دنیا کے مال و متاع سے تو قطعاً کوئی دلچسپی نہ تھی۔ مگر دنیاوی نعمتوں سے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں مرحمت کی گئی تھیں استفادہ کرنے سے بھی گریز نہ فرمایا جب آپ کا کوئی بچہ فوت ہو جاتا تو آپ اس پہ ہاتھ پھیر کر فرماتے یہ میت ہے۔ اس کی موت پر آپ کے دل پر کبھی شدید اثر نہ ہوا۔ ایسا بھی ہوتا کہ آپ وعظ فرما رہے ہوتے اس دوران میں آپ کا کوئی بچہ وفات پا جاتا مگر آپ اس کی اطلاع پانے کے باوجود مجلس کبھی برخاست نہ کرتے اور برابر تبلیغ ہدایت میں مصروف رہتے۔

خلاف شرع کام کرنے والوں سے آپ بہت بیزاری کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ اور کسی غریب پر کسی امیر کو کبھی ترجیح نہ دیا کرتے تھے۔ ہر معاملہ میں عدل و انصاف اور حق و

صداقت کا پورا پورا پاس کرتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کو مال و دولت نہیں بلکہ تقویٰ اور نیک اعمال عزیز ہیں۔

آپ اپنے حلقہ بگوشوں کا بڑا خیال رکھتے تھے مجلس میں یہ دیکھا کرتے تھے کہ کون کون نہیں آیا جو نہ آتا اس کے بارے میں دریافت فرماتے۔ اگر پتہ چلتا کہ وہ بیمار ہے تو اس کی بیمار پرسی کو تشریف لے جاتے۔ یا اس کے گھر آدمی بھیج کر خیریت دریافت کرتے۔

سخاوت و ایثار

سخاوت اور ایثار میں اپنی نظیر آپ تھے۔ دریا دلی کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ پاس ہوتا اسی وقت عنایت کر دیتے۔ اپنی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو ہمیشہ مقدم رکھتے تھے۔ آپ کے زمانہ طالب علمی کا واقعہ ابتدا میں بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ پردیس میں جب آپ کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا۔ اچانک والدہ کی طرف سے سونے کی ایک ڈلی موصول ہوئی۔ اپنی شدید ضرورت کے باوجود آپ نے اس میں سے تھوڑی سی اپنی ذات کے لیے رکھ لی جس سے کچھ کھانا خرید اجا سکے اور باقی دوسرے فقرائیں تقسیم کر دی۔ اور اپنے لیے جو کھانا خریدا اس میں بھی دوسرے فقرا کو بلا کر ساتھ شریک کر لیا۔

آپ کے اثنائے حج کا ایک واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے[1] کہ "ایک مرتبہ آپ حج کے لیے تشریف لے گئے اور راستہ میں بمقام حلّہ قیام فرمایا۔ آپ نے وہاں کے ایک باشندے سے دریافت کیا کہ اس جگہ میں کون شخص سب سے زیادہ محتاج ہے؟ اس نے آپ کو ایک کثیر العیال، مفلوک الحال شخص کا نام بتایا۔ آپ اس کے مکان کی طرف تشریف لے گئے

جب آپ وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ مکان نہایت شکستہ ہے دیواروں

---

[1] بہجہ ص ۱۰۳

کی بجائے بوسیدہ کمبل لٹکے ہوئے ہیں۔ اور اس میں ایک بوڑھا، بڑھیا اور لڑکی بیٹھی ہوئی ہے۔ آپ نے اس بوڑھے سے اجازت طلب کی اس نے بخوشی اجازت دیدی۔ آپ نے وہاں قیام فرمایا۔

تھوڑی دیر کے بعد جب آپ کی تشریف آوری کی خبر اہل حلہ کو پہنچی تو روسائے حلہ دوڑے ہوئے آئے اور حاضر خدمت ہو کر درخواست کی کہ حضور! ہمارے غریب خانوں پر قیام فرمایئے۔ مگر آپ نے منظور نہ فرمایا۔ اہالی شہر نے آپ کے لیے بہت سی گائے، بکریاں، سونا، چاندی اور کھانا بھیجا، لوگوں کا ہجوم بھی تحائف و ہدایا لے کر ٹوٹ پڑا۔ آپ نے فرمایا کہ سب سامان اور زر نقد صاحب خانہ کو دے دو۔ دوسرے روز فجر کی نماز کے بعد آپ بیت اللہ کو روانہ ہو گئے۔

آپ کے صاحبزادہ عبدالرزاق کا بیان ہے کہ کئی سال کے بعد حلہ میں میرا گزر ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ بوڑھا وہاں کے باشندوں میں سب سے مالدار ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ یہ سب کچھ اس رات کی برکت ہے۔ ان گائے بکریوں نے بچے دیئے اور وہ بڑھ گئے۔

اس طرح کا ایک اور واقعہ[۱] ہے کہ ایک دفعہ آپ نے ایک شکستہ دل فقیر کو دیکھ کر کہا تو رنجیدہ خاطر کیوں ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں آج دریا کے کنارے گیا اور ملاح سے کہا کہ مجھے دوسری طرف لے چل۔ اس نے انکار کیا۔ اس لیے افلاس اور غربت کے سبب میں شکستہ دل ہو گیا ہوں۔ فقیر نے ابھی اپنا کلام ختم نہ کیا تھا کہ ایک شخص تیس دیناروں کی تھیلی لے کر آپ کی نذر کرنے آیا۔ آپ نے اس فقیر سے فرمایا کہ یہ تھیلی لے کر ملاح کے پاس جاؤ اور اسے دے کر کہو کہ کسی فقیر کا سوال نہ رد کیا کر۔ پھر آپ نے اپنی قمیص اتار کر فقیر کو دے دی۔ پھر اس سے بیس دینار کو خرید لی۔

---

[۱] بہجہ ص۱۰۴۔

علامہ ابن نجار اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ جبائی کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا کہ میں نے اپنے تمام اعمال کی تفتیش کی تو کھانا کھلانے اور حسن خلق سے افضل و بہتر میں نے کسی کو نہیں پایا۔ اگر میرے ہاتھ میں دنیا ہوتی تو میں یہی کام کرتا کہ بھوکوں کو کھانا کھلاتا رہتا۔

علامہ ابن نجار سے یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ آپ نے مجھ سے یہ بھی فرمایا کہ میرے ہاتھ میں پیسہ بالکل نہیں ٹھہرتا اگر صبح میرے پاس ہزار دینار آجائیں تو شام تک ان میں سے ایک پیسہ نہ بچے۔[۲]

عقائد "آپ علمائے ماتریدیہ کی رائے کو علمائے اشعریہ کی رائے پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ کیوں کہ ان کی مداخلت فلسفیہ سے بعید اور اقتباس انوار نبوت سے قریب خیال کرتے تھے۔

آپ ہمیشہ حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ دونوں مذاہب پر فتوے دیا کرتے تھے۔[۳]

عبادات دراصل آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک فعل عبادت میں شامل ہے۔ آپ اپنے اٹھنے بیٹھنے، سونے، جاگنے اپنی ہر حرکت اور ہر سکون میں اللہ تعالیٰ کی رضا، اور اس کی خوشنودی کو ملحوظ رکھا کرتے تھے۔ اس لحاظ سے آپ کی زندگی کی کوئی ساعت ایسی نہیں جو عبادت سے خالی ہو۔ آپ خود فرماتے ہیں ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین (میری نماز، میری تمام عبادات، میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے)۔

ریاضت اور مجاہدہ کے دالہ و شیدا تھے شب بیداری تو آپ کی عادت بن

---

[۱] فوات الوفیات جلد ثانی [۲] سیرت غوث اعظم۔ [۳] ایضاً۔

چکی تھی نفس کشی آپ کا شیوہ تھا۔ اکثر دن کے وقت روزہ رکھنا اور راتوں کو درگاہ رب العالمین میں کھڑے رہنا آپ کا معمول بن چکا تھا۔ چالیس برس تک عراق کے جنگلوں اور بیابانوں میں آپ نے نفس کشی کے لیے جو جو مجاہدے اور ریاضتیں کیں، ان کی تفصیل پہلے آ چکی ہے۔

"سیرۃ غوث اعظم" میں بیان ہوا ہے کہ "شب بیداری اور قیام میں یہ حالت تھی کہ چالیس سال تک آپ نے عشاء کے وضو سے صبح کی نمازیں پڑھیں اور راتیں ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر تلاوت قرآن میں گزاریں۔ نفلوں کی یہ کیفیت تھی کہ ہر رات دو دو سو رکعت کے قریب پڑھا کرتے تھے۔ اور ہر رکعت میں سورہ مزمل یا سورۂ رحمٰن تلاوت فرماتے۔ اگر سورہ اخلاص پڑھتے تو ہر رکعت میں سو بار سے کم نہ پڑھتے نفس کشی یہاں تک تھی کہ کئی کئی روز تک ایک ہی روزہ رکھتے۔ اور پھر افطار کرتے وقت درختوں کے پتوں، بیابانوں کی جڑی بوٹیوں، جنگلی پھلوں اور گری پڑی ترکاریوں سے افطار کرتے۔

آپ ہمیشہ باوضو رہتے، جب حدث لاحق ہوتا اسی وقت وضو تازہ کرتے اور دو رکعت تحیۃ الوضو پڑھ کر بیٹھتے۔ آخری عمر میں بھی آپ شب کو بالعموم تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہتے اور بسا اوقات متواتر کئی کئی ساعت سربسجود رہتے، پھر صبح تک باقی وقت مراقبہ، مشاہدہ اور یاد الہٰی میں گزارتے۔ آپ محبت الہٰی میں کچھ ایسے سرشار اور مستغرق تھے کہ نیند مطلقاً آپ کے پاس تک نہ جھٹکتی تھی۔ آپ اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ مجھے دید عشق نیند سے مانع ہے۔

نماز صبح سے فارغ ہونے کے بعد آپ شاگردوں، خدام اور صوفیہ کو شریعت اور طریقت کی تعلیم دیتے اور مختلف دینی کتب کے سبق درس فرماتے۔ الغرض شب مولیٰ کی عبادت میں گزارتے اور دن اصلاح نفوس، احیائے دین اور اعلائے

کلمۃ الحق ہیں۔

باوجود ان ریاضیاتِ شاقہ، ان مجاہداتِ شدیدہ، اس نفس کشی، اس اتباع شریعت کے آپ مولے کے دربار میں اپنے تئیں کچھ شئے نہیں سمجھتے تھے۔ ہمیشہ منکسر متواضع اور متذلل رہ کر، اپنے آپ کو خاکِ مذلت میں گرا کر، سفرِ آخرت سے ڈر کر، خداوند تعالےٰ کے حضور میں گڑ گڑا کر، اپنی بے کسی، بے بسی اور بے مائیگی کا اظہار کیا کرتے تھے۔ چنانچہ شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے گلستان میں ایک واقعہ قلمبند کیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ خداوند تعالےٰ کے حضور میں کس قدر سچے تذلل و انکسار، صحیح عجز و نیاز اور خالص بے کسی و بے بسی کا اظہار کیا کرتے تھے۔ فی الحقیقت اس واقعہ کو پڑھ کر بے اختیار آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو ٹپک پڑتے ہیں۔ کہ ایسا خدا کا مقرب اور یہ انکساری، یہ بے کسی اور یہ بے بسی

سعدی علیہ رحمۃ فرماتے ہیں کہ "عبد القادر گیلانی را دیدند رحمۃ اللہ علیہ، در حرم کعبہ روئے بر حصا نہادہ بود و میگفت اے خداوند بہ بخشائے و اگر مستوجب عقوبتم، مرا روزِ قیامت نابینا برانگیز تا در روئے نیکاں شرمسار نہ باشم"

(حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے کعبہ کے اندر کنکریوں پر سر رکھے ہوئے دیکھا، کہ نہایت عجز و انکسار سے کہہ رہے ہیں کہ اے خداوند تعالےٰ! مجھے بخش اور اگر میں سزا کے لائق ہوں تو قیامت کے دن مجھے اندھا اُٹھائیو تاکہ میں نیکوں کے روبرو شرمندہ نہ ہوں)

الغرض آپ اپنی حیات کے آخری لمحات تک عبادت، ریاضت، مجاہدہ زہد، تقویٰ، طہارت، پرہیزگاری، پاکیزگی، دینداری، اتباع شریعت میں مستغرق رہے اور ایک آن، ایک لمحہ، ایک ساعت کے لیے بھی یادِ خدا سے غافل نہیں ہوئے"

طریقہ آپ کا طریقہ ظاہراً و باطناً "اتباع کتاب اللہ و شریعت تھا۔ آپ خود بھی

انتہا درجے کے عابد و زاہد متقی اور پابند شریعت تھے۔ اور لوگوں کو بھی زہد و عبادت، توبہ استغفار، اللہ تعالےٰ سے ڈرنے اور گناہوں سے بچنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ شیخ بقا بن بطو غوثِ اعظمؒ کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔[۱]

اتحاد القول والفعل واتحاد النفس والقلب ومعانقة للاخلاص والتسلیم تحکیم الکتاب والسنة فی کل خطرة ولحظة ونفس وارد وحال والثبوت مع اللہ عز وجل

قول و فعل اور نفس و قلب کا متحد رہنا، اخلاص و تسلیم اختیار کرنا، کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر وقت ہر لحظہ، ہر آن اور ہر حال میں موافق رہنا اور تقرب الی اللہ پر قائم رہنا آپ کا طریقہ تھا۔

شیخ ابوسعید قیلوی فرماتے ہیں۔

قوة الشیخ عبد القادر رحمة اللہ علیہ مع اللہ فی اللہ وباللہ ضعفت عندھا قوة الصنادید ولقد سبق کثیراً من المتقدمین بتمسکه بعروة من طریقة لا انفصام لھا ولقد رفعه اللہ تعالےٰ الی مقام عزیز فی الحقیقة

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام مع اللہ، فی اللہ اور باللہ تھا۔ جس کے سامنے بڑی بڑی قوتیں ہیچ تھیں۔ آپ بہت سے متقدمین میں سے سبقت لے کر ایسے مقام میں پہنچے تھے جہاں تنزل ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تدقیق فی الحقیقت کی وجہ سے آپ کو ایک بہت بڑے زبردست مقام پر پہنچایا تھا۔

مولانا محمد داؤد سیرۃ غوث اعظم میں لکھتے ہیں "سلوک میں حضور غوثیت مآب رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ بہ لحاظ شدت لزوم بے نظیر تھا۔ مشائخ زمانہ میں سے کسی کو طاقت نہ تھی کہ برابر حضرت

---

[۱] بہجۃ الاسرار ص۱۵۵

میں آپ کی برابری کرے۔

شیخ ابو محمد علی بن ادریس یعقوبی کا بیان ہے کہ شیخ ابوالحسن علی بن الہیتی سے حضرت شیخ عبدالقادر حنبلیؒ کا طریقہ دریافت کیا گیا تو آپ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان فرمایا؎

کان طریقهُ التفویض والموافقة مع التبری من الحول والقوة وتجرید التوحید وتوحید التفرید مع الحضور فی موقف العبودیة بسرٍّ قائم فی مقام العبودیة لا بشئٍ ولا لشئٍ وکانت عبودیة صحیحة مستمدة من لحظ کمال الربوبیة فهو عبدٌ سما عن مصاحبة التفرقة الی مطالعة الجمع مع لزوم احکام الشریعة۔

یہ مغلق اور معنی خیز عبادت جو گوناگوں اور متعدد حقائق و معارف اور حکم و دقائق پر مشتمل ہے۔ ہر قسم قاصر ذہن خاطر سے کہیں بالاتر ہے۔ اسے صحیح طور پر وہی سمجھ سکتا ہے جس نے یہ تمام مقامات طے کیے ہوں تاہم بحکم مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ، اس کا معنی اپنے ذہن میں جو کچھ آتا ہے اس کی اجمالی طور پر تشریح کیے دیتا ہوں۔

حضرت علی بن الہیتی فرماتے ہیں کہ آپ کا طریقہ محل عبودیت میں حضور اور مقام عبودیت میں مضبوط اور قائم راز کے ساتھ بلا کسی واسطہ اور بغیر کسی غرض کے اپنی تمام مرادات کو خدائے تعالےٰ کے سپرد کرنا، قضاء و قدر پر راضی رہنا، اپنی قوت و طاقت پر مطلقاً بھروسہ نہ کرنا، توحید کو ایسا خالص مجرد کرنا کہ اس میں کسی قسم کی ملاوٹ نہ رہے۔ اور تفرید کو اعلیٰ اور کمال درجہ تک پہنچانا تھا۔ آپ کی عبودیت کمال ربوبیت

؎ بہجۃ الاسرار ص۲ جو اللہ تعالیٰ کے اس قول علیٰ سبیل الحکایۃ کا منطوق ہے وافوض امری الی اللہ۔ ص۳ جیسا کہ آنحضرتؐ نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ پر عامل ہونے کی تاکید فرمائی ہے۔

سے موید تھی، آپ مصاحبت تفرقہ سے نکل کر مع لزوم احکام شریعت مطالع جمع میں پہنچ گئے تھے۔

حضرت شیخ عدی بن مسافر سے آپ کے طریقہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا[1]

الذبول تحت المجاری الاقدار بموافقة القلب والروح واتحاد الباطن والظاهر وانسلاخة من صفات النفس مع الغيب عن رؤ النفع والضر والقرب والبعد۔

(آپ کا طریقہ ہر مقام پر فروتنی اور آپ کا قلب اور روح، آپ کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ آپ صفات، نفع، ضرر، قرب اور بعد سے نکل کر مقام غیب میں پہنچے ہوئے تھے)..........

فقیہ صالح ابو محمد حسن کا بیان ہے کہ میں نے شیخ علی قرشی کو ایک شخص سے کہتے ہوئے سنا کہ اگر تم حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتے تو گویا تم ایسے شخص کو دیکھتے کہ جس نے اپنے مولیٰ کی راہ میں اپنی ساری قوت مٹا دی، اہل طریقت کو قوی کر دیا۔ آپ کا مشرب وصفاً، حکماً و حالاً توحید تھا۔ آپ کی تحقیق ظاہراً و باطناً شریعت تھی۔ قلبی ہستی فانی و مشاہدہ الٰہی آپ کا وصف تھا۔ آپ ایسے مقام پر تھے جہاں شک وشبہ پاس تک نہیں بھٹک سکتا تھا۔ نہ آپ کے مقام سر میں اغیار کو جھگڑنے کا موقع مل سکتا تھا۔ اور نہ آپ کے قلب میں کسی قسم کی پریشانی ممکن تھی۔

شیخ الاسلام علامہ شہاب الدین احمد بن حجر الشافعی العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اخبار صحیحہ سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ ایک اعلےٰ درجہ کے فقیہ، عابد اور زاہد تھے۔ لوگوں کو زہد و ریاضت اور توبہ و استغفار کی

---

[1] بہجۃ الاسرار ص۹۴

ترغیب دیا کرتے تھے، معاصی، گناہ اور عذاب الٰہی سے انہیں ڈرایا کرتے تھے۔ اس قدر اللہ کی مخلوق نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی کہ جس کی تعداد احاطہ شمار سے خارج ہے۔

آپ جمیل الصفات، شریف الاخلاق، کامل الادب و المروت، وافر العلم و العقل، کریم النفس متواضع تھے۔ تقویٰ، زہد، دینداری اور روحانیت میں حد درجہ ترقی کر گئے ہوئے تھے"

سلوکِ قادریہ اصطلاحات سلوک قادریہ کی شرح میں کئی کتابیں موجود ہیں جن میں تمام اصطلاحات کے حقیقی معنی تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں ان میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ[1] کا عربی رسالہ موسومہ "القول الجمیل" اس موضوع پر سب سے جامع اور نادر رسالہ ہے جس میں ان اصطلاحات کی تشریح نہایت عمدہ پیرائے میں بیان کی گئی ہے "سیرت غوث اعظم" کے الفاظ میں ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

---

[1] شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علم طریقت کے اکابر داساتذہ میں سے تھے۔ ۴ شوال ۱۱۱۴ھ کو دہلی کے قریب پیدا ہوئے دس سال کی عمر میں شرح جامی پڑھنے کے بعد معقولات پر جا پہنچے۔ پھر اپنے والد بزرگوار شاہ عبدالرحیم سے فقہ حدیث کی تعلیم پائی ۲۹ سال کی عمر میں مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ جہاں شیخ ابو طاہر کے درس حدیث میں شرکت کی۔ آپ کے والد بزرگوار نے مدرسہ رحیمیہ میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری کر رکھا تھا۔ ان کی وفات پر آپ نے یہ سلسلہ جاری رکھا۔ اس مدرسہ میں ہندوستان اور بیرون ہند کے طلباء تعلیم کے لیے آیا کرتے تھے پچیس سال تک مسند علم وارشاد پر متمکن رہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور علامہ سید مرتضیٰ بلگرامی جیسے بزرگ اس چشمہ سے فیضیاب ہوتے۔

آپ نے مذہب میں صحیح علم وفکر کی بنیاد رکھی۔ زندگی کے ہر مسئلہ پر محققانہ نظر ڈالی خیلات اور تحقیق کا ایک ایسا ذخیرہ فراہم کیا جو اپنے ماحول سے کوئی مناسبت نہ رکھتا تھا۔ انہوں نے اسلام میں غلط فکری کے انداز کو ختم کر دیا۔ مسلمانوں کے صحیح عقائد، افکار، علوم، تمدن اور سیاست میں آمیزش ہو گئی تھی اپنی کتاب ازالۃ الخفا میں ان تمام کی نشاندہی کر دی پھر دو چیزوں پر انگلی رکھ کر بتا دیا کہ اسلامی فکر کے تنزل کے باعث اقتدار سیاسی کا خلافت سے بادشاہت کی طرف منتقل ہونا اور روح اجتہاد کا مردہ اور تقلید جامد کا دماغوں پر مسلط ہونا ہے اور بس"۔

(بقیہ اگلا صفحہ)

اذکار جہریہ ذکر اسم ذات

پہلا شغل جسے مشائخ قادریہ تلقین کرتے ہیں وہ اسم اللہ کا جہر یعنی بلند آواز سے ذکر کرنا ہے۔ اس جہر سے مراد یہ ہے کہ افراط سے نہ ہو حد اعتدال[1] سے تجاوز نہ کرے بلکہ میانہ آواز سے ہو۔

ذکر جہری کی کئی قسمیں ہیں خواہ یک ضربی ہو یا دو ضربی سہ ضربی ہو یا چہار ضربی۔

یک ضربی کا طریقہ یہ ہے کہ ذاکر دو زانوں بیٹھ کر سانس کو ناف تلے بند کرکے اور لفظ اللہ کو شد و مد اور جہر کے ساتھ ناف سے اٹھاکر قلب پر ضرب لگائے پھر سانس ٹھکانے آنے تک ٹھہر جائے اور اس طرح بار بار ذکر کرے۔

دو ضربی کا طریقہ یہ ہے کہ ذاکر دو زانو بیٹھ کر سانس بدستور سابق روکے اور اللہ کو باواز بلند زور اور قوت سے[2] اٹھاکر ایک ضرب زانوئے راست پر اور دوسری قلب پر

بقیہ حاشیہ ص ۱۳۱ : علم کلام کی تاریخ میں آپ ان مجتہدین میں سے ہیں جنہوں نے فلسفہ اسلام کو مدون کرنے کی بنیاد رکھی اس فلسفہ میں آپ نے کائنات اور انسان کا وہ تصور قائم کیا ہے، جو اسلام کے نظام اخلاق اور تمدن سے ہم آہنگ ہے آپ نے سو سے زائد کتابیں تصنیف کیں مگر ان میں صرف پچیس کتابیں ملتی ہیں جن میں حجۃ اللہ البالغہ، اصول تشریعی اور اسرار شریعت ہیں غیر مسبوق ہے۔ آپ نے ۶۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔

حاشیہ صفحہ ہذا : [1] یہ اس لیے ہے تاکہ حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت نہ ہو جس میں حضورؐ نے فرمایا ہے کہ اربعو علی انفسکم فانکم لا تدعون اصم ولا غائبا" یعنی خدا کے پکارنے میں اعتدال پیدا کرو اور نرمی کرو جانوں پر۔ بہت سخت آواز سے نہ پکارا کرو کہ تم بہرے یا غیب کو نہیں پکارتے بلکہ تمہارے قریب اور سمیع و بصیر ہے

اتصالی بے تکیف و بے قیاس — ہست رب الناس را با جان ناس۔

[2] شدومد اور جہر اس لیے ہے کہ ذاکر کے دل پر اثر ہو اور اس کی پریشان خاطری اور اس کے وسوسے دفع ہو کر اسے یکسوئی حاصل ہو۔ ذکر کے وقت دوسری آواز اس کے کان میں نہ پڑے اس کی طبیعت بہمہ وجوہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے۔

لگائے اور اسی طرح بار بار فصل کرے۔

سہ ضربی کا طریقہ یہ ہے کہ ذاکر چار زانو بیٹھے اور ایک بار داہنے زانو پر دوسری بار بائیں زانو پر اور تیسری بار قلب پر ضرب لگائے تیسری ضرب سخت اور بلند تر ہونی چاہیئے۔

چہار ضربی کا طریقہ یہ ہے کہ ذاکر چار زانو بیٹھے پھر تین ضرب مذکورہ سہ ضربی کی مانند لگائے چوتھی ضرب بہ شد و مد اپنے روبرو زمین پر مارے۔

ذکر نفی و اثبات

منجملہ ذکر جہری کے نفی اثبات بھی ہے جسے مشائخ قادریہ اسم ذات کے ذکر کی مشق کے بعد تعلیم فرماتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ذاکر بطور نماز روبہ قبلہ بیٹھے اپنی آنکھیں بند کرے اور دم روک کر لفظ "لا" کو ناف سے اٹھاتا ہوا داہنے کندھے سے لے جا کر پس پشت ڈال دے تاکہ تحت امام وعقب طے ہو جائے۔ پھر وہاں سے الٰہ کو دماغ تک پہنچا کر خود داہنی طرف مخاطب ہو جائے۔ اور خیال کرے کہ میں نے تمام عالم کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ سب کچھ فانی ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ فوق اور یمین بھی طے ہو گیا ہے۔

پھر الّا اللہ کو داہنی طرف سے بائیں طرف قلب پر لے جا کر بشد و مد ضرب کرے کہ یسار بھی طے ہو جائے۔ اور خیال کرے کہ سوائے اللہ کے تمام عالم فنا ہو گیا ہے اب فقط اللہ کی محبت میرے قلب میں ہے۔

واضح رہے کہ ضربات اور تشدیدات کے شرط کرنے اور ان کے مکافات کی مراعات میں سِرّ اور راز یہ مضمر ہے کہ انسان مخلوق ہے۔ آوازوں پر کان دھرنا، نغمات کو سننا، جہالت مختلفہ کی طرف متوجہ ہونا اور باتوں اور خطرات کا اس کے قلب میں گھومنا وغیرہ اس کی جبلت اور سرشت میں داخل ہے۔ تو علمائے طریقت نے اپنے غیر کی طرف متوجہ ہونے کو روک دینے اور خطرات بیرونی کو آنے سے باز رکھنے کا یہ طریقہ نکالا تاکہ اس کی توجہ آہستہ آہستہ اپنی ذات سے بھی ٹوٹ کر اس کا دھیان صرف اللہ پاک ہی

سے لگ جائے۔

اس طرح پیشوایانِ طریقت نے اذکار مخصوصہ کے واسطے جلسات وہیئات ایجاد کیے ہیں جنھیں مناسباتِ مخفیہ کے سبب سے صافی الذہن مرد اور علوم حقہ کا عالم دریافت کرتا ہے۔

بعض صورت میں کسرِ نفسی ہے، بعض جلسہ میں خشوع وخضوع ہے بعض میں جمعیتِ خاطر اور دفع وسواس ہے۔ اور بعض میں نشاط ہے۔ اور یہی سِر نماز کے قومہ، جلسہ، رکوع سجود اور قیام وقعود وغیرہ میں ہے اور اسی بھید کی وجہ سے سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کولہے پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہونے سے منع فرمایا ہے۔ کہ یہ اہلِ نار کی شکل ہے۔ اس واسطے کی ایسی ہیئات میں اکثر کاہلی اور فتورِ نشاط ہوتا ہے۔ جو سرگرمیٔ عبادت کا منافی ہے۔

ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسے امور کو جو اذکار مخصوصہ میں خاص صفت کے لیے ایجاد کیے گئے ہیں مخالف شرع یا داخل بدعات سیئہ نہ سمجھنا چاہیئے۔

حلقہ اہلِ سلوک کو چاہیئے کہ مجتمع ہو کر نماز فجر یا عصر کے بعد حلقہ کر کے ذکر الٰہی کریں اجتماع میں جو فوائد ہیں وہ تنہائی میں حاصل نہیں ہوتے۔

اذکار خفیہ پھر جب طالب پر اس ذکر جلی کا اثر ہو اور اس کا نور اس میں دکھائی دے تو اس کو ذکر خفی کا حکم دیا جاتا ہے۔ اس ذکر جلی کے اثر سے یہ مراد ہے کہ قلب میں تو ایک ذوق وشوق پیدا ہو اور خدا کے نام سے دل میں اطمینان، تسلّی، تسکین، چین اور راحت حاصل ہو۔ وسواس دور ہو جائیں اور حق تعالےٰ کو اس کے ماسوائے پر مقدم رکھے۔

جو شخص دو ماہ یا اس سے کچھ زیادہ عرصہ تک مذکورہ شرائط کے ساتھ فی یوم چار ہزار بار اسم ذات کے ذکر پر مداومت کرے تو انشاءاللہ وہ اپنے قلب میں ضرور

یہ اثر مشاہدہ کرے گا۔ اور نور اور سرور اور طمانیت پائے گا۔ خواہ ذاکر کیسا ہی کم فہم کیوں نہ ہو۔

دورۂ قادریہ پہلا ذکر اذکار خفیہ میں سے اسم ذات ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی دونوں آنکھوں اور دونوں لبوں کو بند کرے اور دل کی زبان سے "اللہ سمیعٌ" کہہ کر ناف سے سینہ تک چڑھے، پھر اپنے تصور میں "اللہ بصیرٌ" کہہ کر سینہ سے دماغ تک پہنچے۔ پھر وہاں سے "اللہ علیمٌ" کہہ کر عرش تک پہنچے۔ پھر یہی الفاظ خیال کرتا ہوا درجہ بدرجہ اترے "اللہ علیمٌ" کہتا ہوا عرش سے دماغ پہ اترے اور "اللہ بصیرٌ" کہتا ہوا دماغ سے سینہ پر اترے۔ اور پھر "اللہ سمیعٌ" کہتا ہوا سینہ سے ناف پر اترے اور اسی طرح پھر بار بار کہتا رہے۔

اس طریقہ کے بعض لوگ اس میں "اللہ قدیرٌ" کو بھی زیادہ کرتے ہیں۔ اگر اللہ قدیرٌ اضافہ کرے تو تیسری بار آسمان تک پہنچے اور چوتھی بار عرش تک۔

پاس انفاس اذکار خفیہ میں سے دوسرا ذکر نفی و اثبات ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ذاکر بیدار، ہوشیار اور اپنے حال پر آگاہ رہے جب دم خود بخود باہر نکلے تو اس کے باہر ہونے کے ساتھ ہی لا الٰہ کا تصور کر کے خیال کرے کہ میں نے جملہ ماسوا اللہ کے اپنے جسم سے نکال دیا ہے اور بذریعہ "لا" نفی کرتا ہوں۔

پھر جب سانس خود بخود بغیر ارادہ اور قصد کے اندر جائے تو لفظ "الا اللہ" کہتا ہوا قلب پر پہنچے اور خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تمام اشیا فنا ہو گئی ہیں اور لفظ اللہ کا نقش دل پہ قائم رہ گیا ہے۔

بزرگانِ طریقت نے کہا ہے کہ اس ذکر کا نام پاس انفاس ہے اور خطرات و وسواس کے دفعہ کرنے میں اس کا بڑا اثر ہے۔ **للہ درُّ من قال۔**

؎ اگر تو پاس داری پاس انفاس — بسلطانی رسانندت ازیں پاس
تا بجا ادب لا نزد بے را — نہ اسی در مقام الا اللہ

ایک اور عارف فرماتے ہیں۔

در ذات مقدست کسے را راہ نیست — وز عین جلال ہیچ کس آگاہ نیست
سرمایہ رہرواں کہ در پیش طلبند — جز گفتن لا الہ الا اللہ نیست

مراقبہ پھر جب ذکر خفی کا اثر ظاہر ہو اور طالب میں اس کا نور معلوم ہو تو اسے مراقبہ کرنے کا حکم دیا جائے۔ ذکر خفی کے اثر سے مراد شوق، محبت الہی کا غلبہ، اس کی طلب میں ہمت کا جم جانا، سکوت میں حلاوت پانا اور اشغال امور دینوی سے متنفر ہو جانا وغیرہ ہے۔

طریقہ مراقبہ مراقبہ کا طریقہ یہ ہے کہ ایک آیت قرانی یا اللہ تعالےٰ کے نام پاک کو زبان تصور سے پڑھے پھر اس کے معنی کی طرف متوجہ ہو کر اس لفظ کے مفہوم میں اس طرح مستغرق ہو جائے کہ سوائے اس کے کوئی چیز دھیان میں نہ رہے۔ اسے مراقبہ کہتے ہیں۔

مراقبہ کی اصل وہ حدیث ہے جو آنحضرتؐ نے فرمائی ہے۔

الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک

ترجمہ:۔ احسان یعنی اعلیٰ نیکی یہ ہے کہ تو اپنے رب کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ اگر تو اسے نہ دیکھ سکے تو یہ دھیان کر کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

مراقبہ حضور حق تعالےٰ مراقبہ حضور حق تعالےٰ یہ ہے کہ سالک زبان سے کہے، یا جنان بہ خیال کرے کہ "اللہ حاضری" "اللہ ناظری" "اللہ معی"۔ پھر اللہ تعالےٰ کی حضوری اور نظر اور معیت اور ساتھ ہی اس ذات مقدس کے جہت اور مکان سے پاک ہونے کو خوب مضبوط تصور کرے، یہاں تک کہ تصور جم جائے کہ اس

میں مستغرق ہو جائے ۔

طریقہ معیت

یا اس آیت کا تصور کرے وھو معکم اینما کنتم یعنی تم جہاں کہیں بھی ہو حق تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے ۔ اور اس کے ساتھ ہونے کو قیام، قعود، خلوت و جلوت اور شغل و بیکاری میں دھیان کرے ۔

اقسام مراقبہ قرآنیہ

یا یہ آیت پڑھے اینما کنتم تولوفثم وجہ اللہ جدھر تم متوجہ ہو وہاں اللہ کی ذات ہے

یا یہ آیت پڑھے ۔ الم یعلم بان اللہ یریٰ کیا انسان نہیں جانتا کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے

یا اس آیت کا مراقبہ کرے ۔ نحن اقرب الیہ من حبل الورید ہم انسان کی رگ گردن سے بھی قریب ہیں

یا اس آیت کا تصور کرے ۔ واللہ بکلِ شیئٍ محیط ۔ اللہ ہر ایک چیز کو گھیرے ہوئے ہے ۔

یا اس آیت کا دھیان کرے ۔ ان معی ربی سیھدین یقیناً میرا اللہ میرے ساتھ ہے وہ مجھے ہدایت کرے گا ۔

یا اس بات کا مراقبہ کرے ۔ ھو الاول والاخر والظاھر والباطن ۔ اللہ تعالیٰ اول ہے اس کے پہلے کوئی چیز نہیں ۔ آخر ہے، جو بعد فنائے عالم باقی رہے گا، ظاہر ہے، باعتبار اپنی صفات اور افعال کے، باطن ہے باعتبار اپنی ذات کے کہ اس کی حقیقت کو کوئی نہیں سمجھ سکتا ۔

یہ مراقبات اللہ عزوجل کے ساتھ دل کا تعلق ہونے کے واسطے ازحد مفید ہے ۔

مراقبہ فنا

وہ مراقبہ جو قطع علائق، تجرد تام، شکر، محو بے ہوشی اور فنا کے لیے مفید ہے اور اس آیت کا مراقبہ ہے ۔

کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام جو کچھ زمین پر ہے، وہ نیست و نابود ہونے والا ہے اور باقی صرف تیرے رب کی ذات رہے گی جو بڑائی اور بزرگی والا ہے ۔

حضرات قادریہ کے درمیان اس مراقبہ فنا کا اکثر معمول ہے۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو تصور کرے کہ مر کر فنا ہو گیا ہے اور ایسی راکھ ہو گیا ہے جسے ہوائیں اڑاتی ہیں۔ ہر شے کی ترکیب اور شکل مٹ گئی ہے اور ایک ایسی ہوا غیب سے چلی کہ اس نے پرزے پرزے اڑا کر تمام عالم کو نیست و نابود کر دیا ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ اس تصور پر دیر تک قائم رہے شغل فنا بخوبی حاصل ہو گا۔

مراقبہ نیستی

اس طریقہ مذکورہ سے ذیل کا مراقبہ نیستی کا باعث ہے۔

ان الموت الذی تفرون منه فانه ملٰقیکم اینما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ

یقیناً جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ تمہیں ملنے والی ہے۔ جہاں کہیں کہ تم ہو گے موت تمہیں پالے گی۔ اگرچہ تم اونچے اور مضبوط برجوں میں۔

توحید افعالی

جس طالب میں مراقبہ کا اثر ظاہر ہو جائے اور اس کا نور مشاہدہ ہو تو اسے توحید افعالی کا امر کیا جائے۔ توحید افعالی یہ ہے کہ ہر فعل کو جو عالم میں ظاہر ہو خدا کی جانب سے سمجھے نہ زید اور عمر کی طرف سے، تاکہ غیر حق سے نہ خوف باقی رہے اور نہ توقع جیسا کہ سعدی علیہ الرحمت نے فرمایا۔

دریں نوع از شرک پوشیدہ است   کہ زیدم بیازرد و عمرم نخست

آئندہ حالات کا معلوم کرنا

آئندہ حالات کے کشف کے لیے چاہئے کہ طالب اچھی طرح غسل کرے پاکیزہ کپڑے پہنے خوشبو لگائے اور خلوت میں مصلی پر بیٹھے۔ پھر حق تعالیٰ سے بہ نیت تمام دعا کرے کہ فلاں واقعہ کو مجھ پر ظاہر کر دے پھر اسم ذات "یا علیم" "یا مبین" "یا خبیر" اسمائے ثلاثہ کا ان شرائط کے ساتھ جیسا کہ یک ضربی طریق یا سہ ضربی طریق میں بیان ہوا ہے با ضرب ذکر کرے، یہاں اپنے قلب میں

کشائش، اور نور کو پائے۔ اور سات دن تک اس پر مداومت کرے انشاء اللہ اس پر کشف حال ہو گا۔

کشفِ ارواح مشائخ قادریہ نے کہا ہے کہ جو طریق کشفِ ارواح کے لیے ہمارا مجرب ہے کہ شرائط مذکورہ کے ساتھ داہنی طرف "سبوح" کی ضرب لگائے اور بائیں طرف "قدوس" کی اور آسمان میں "رب الملئکۃ" اور دل میں "والروح" کی۔

حاجت روائی کیلئے حل مشکلات کے لیے یہ طریقہ ہے کہ رات کو شرائط مذکورہ کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھے جس قدر ممکن ہو پھر دائیں طرف کی ضرب لگائے، اور بائیں طرف 'یا وھاب' کی اسی طرح ہزار بار کرے۔

انشراحِ خاطر انشراح خاطر کا یہ طریقہ ہے کہ حبس نفس 'اللہ' کی ضرب دل پر لگائے پھر 'اللہ' ناف سے پس پشت لے جا کر دماغ پر چھوڑ دے پھر دائیں طرف 'اللہ' کہے، پھر بائیں طرف قلب پر 'ھو' کی ضرب دے، پھر 'الحی' کی ضرب دائیں طرف اور 'القیوم' کی ضرب بائیں طرف لگائے۔

دفعِ امراض جب شفائے مریض بھوک کو دفع کرنے، کشائش رزق، یا مغلوبی دشمن منظور ہو تو حسب مراد اسمائے حسنہ میں سے کوئی اسم لے کر باقاعدہ دو ضرب، سہ ضرب یا چہار ضربی ذکر کرے۔ مثلاً شفائے مریض کے لیے 'یا شافی' کشائش رزق کے لیے 'یا رزاق' بھوک دفع کرنے کے لیے 'یا صمد' مغلوبی دشمن کے لیے 'یا مذل' کہے۔

اسی طرح اسمائے حسنہ کو اپنے مطلب کے موافق مذکورہ طریقہ کے مطابق کرے۔

باب ۸

ہم عصر اولیائے سے غوث اعظم کے تعلقات

تعلقات کی نوعیت

غوث اعظم کے زمانہ میں سرزمین عراق میں متعدد علمائے و مشائخ اور اولیائے کرام موجود تھے۔ اور قریباً سب نے آپ کی مجلس میں حاضری دی ہے۔ عراق کے علاوہ دوسرے علاقوں سے بھی بعض بزرگان کرام آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ جو حاضر نہ ہو سکے وہ غائبانہ طور پر آپ سے دلی عقیدت رکھتے تھے اور آپ کو قطب الاقطاب مانتے تھے۔ ان بزرگوں سے غوث اعظم کے قلبی اور روحانی تعلقات قائم رہے۔ چونکہ ان تعلقات کے مطالعہ سے غوث اعظم کے سوانح حیات کے بارے میں اور زیادہ معلومات حاصل ہوتی ہیں اس لیے ضروری ہے کہ ان ہم عصر بزرگان کرام کے حالات و سوانح بھی خلاصۃً بیان کر دیئے جائیں اور غوث اعظم اور ان کے مابین جو مشترک واقعات رونما ہوئے ان کا بھی ذکر کر دیا جائے۔

اس ضمن میں بہت سے نام سامنے آتے ہیں مگر طوالت کے خوف سے سب کا تذکرہ نہیں کیا جا سکتا۔ چند ایک کے مختصر ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

تاج العارفین شیخ ابو الوفا

آپ صاحب کرامت بزرگ اور اپنے وقت کے مشہور مشائخ میں سے تھے۔ عراق کے ایک گاؤں قلمینیا میں رہتے تھے۔ آپ کے مریدوں میں عام لوگوں کے علاوہ بادشاہ بھی شامل تھے۔ کہا جاتا ہے کہ سترہ بادشاہ آپ کے مرید تھے۔ آپ کے جن احباب کو مقام ولایت حاصل تھا ان میں شیخ علی

بن الہیتی، شیخ بقا بن بطو، شیخ عبدالرحمٰن الطفونجی، شیخ مطر، شیخ ماجد الکردی اور شیخ احمد البقلی خاص شہرت رکھتے ہیں۔ یہ سب بزرگ آپ سے مستفید ہوئے۔ شیخ محمد الشنبکی آپ کے پیر طریقت تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جب آپ نے شیخ سے بیعت کی تو انہوں نے فرمایا آج میرے جال میں ایسا پرندہ پھنسا ہے جو آج تک کسی شیخ طریقت کے جال میں نہ پھنسا ہوگا۔ آپ کے مذہب کے بارے میں اختلاف ہے بعض آپ کو حنبلی اور بعض شافعی بتلاتے ہیں۔

آپ کی بیعت کے بارے میں ایک دلچسپ واقعہ بھی قابل ذکر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ابتدا میں آپ ڈاکوؤں کے ساتھ مل کر لوٹ مار کیا کرتے تھے۔ حالات نے پلٹا اس طرح کھایا کہ ایک روز آپ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر مویشیوں کا ایک ریوڑ لوٹ لیا اسے ہانک کر لے گئے۔ جس جگہ یہ ریوڑ رہتا تھا اس کے قریب ہی شیخ الشنبکی کی جائے قیام واقع تھی۔ جن لوگوں کا ریوڑ لوٹا گیا تھا وہ شیخ ابوالوفا کو جانتے تھے چنانچہ انہوں نے شیخ محمد الشنبکی سے شکایت کی کہ فلاں شیخ ہمارے مویشی ہانک کر لے گیا ہے ہمیں واپس دلادیں۔ شیخ نے اپنا آدمی شیخ ابوالوفا کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ شیخ محمد الشنبکی نے تمھیں بلایا ہے وہ کہتے ہیں کہ تم یہاں آکر توبہ کرو اور ان لوگوں کے جانور انہیں واپس دے دو۔

کہا جاتا ہے کہ جب خادم آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ نے اس پر نگاہ ڈالی تو وہ غش کھا کر گر پڑا۔ ہوش میں آیا تو آپ نے اس سے پوچھا کہ تمہارے شیخ نے تمھیں کیا حکم دے کر بھیجا ہے۔ اس نے پیغام سنایا تو آپ نے جواب دیا ان سے کہہ دو میں توبہ کرتا ہوں۔

یہ فرمانے کے بعد آپ نے آسمان کی طرف نظر اُٹھائی اور کہا، مجھے تیری ذات کی قسم میں اپنے کاموں سے توبہ کرتا ہوں۔ شیخ نے اُٹھ کر معانقہ کیا اور خرقہ پہنا کر فرمایا خدا تمھارے علم میں وسعت دے گا اور تم خلق خدا کی ہدایت کا کام انجام دو گے۔

اس کے بعد آپ بغداد چلے گئے اور دین حق کی اشاعت میں مصروف ہو گئے۔ وعظ ونصیحت اور درس وتدریس کے ذریعہ سے خدمتِ خلق کا کام انجام دینے لگے۔

جن دنوں آپ نے بغداد میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری کر رکھا تھا ان دنوں غوثِ اعظم بغداد میں نئے نئے آئے تھے ایک روز وہ بھی آپ کی مجلس میں تشریف لائے شیخ اس وقت وعظ فرما رہے تھے فوراً وعظ روک دیا اور اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ شیخ عبدالقادر کو باہر نکال دو۔ لوگوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ غوثِ اعظم مجلس سے نکال دیے گئے۔ اس کے بعد شیخ نے دوبارہ وعظ شروع کر دیا۔ اس اثنا میں غوثِ اعظم پھر مجلس میں تشریف لے آئے۔ شیخ نے پھر ان کو نکال دینے کا حکم دیا چنانچہ نکال دیے گئے۔ شیخ نے وعظ شروع کیا تو غوثِ اعظم پھر مجلس میں موجود تھے۔ اس مرتبہ شیخ کرسی سے نیچے اترے، غوثِ اعظم سے معانقہ فرمایا، ان کی پیشانی پر بوسہ دیا، پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا "اے اہل بغداد! اللہ کے ولی کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ میں نے انہیں باہر نکالنے کے لیے جو حکم دیا تھا وہ ان اہانت کے لیے نہ تھا بلکہ اس لیے تھا کہ تم لوگ انہیں اچھی طرح پہچان لو۔ خدا کی قسم ان کے سر پر جھنڈے ہیں جن کے پھریرے مشرق سے مغرب تک پھیلے ہوئے ہیں۔

اس کے بعد شیخ نے فرمایا" اے عبدالقادر! ہمارا وقت عنقریب تمہارا ہو جائے گا تمہیں عراق عطا ہوا ہے۔ اے عبدالقادر! ہر مرغ اذان دے کر چپ ہو جاتا ہے مگر تمہارا مرغ قیامت تک بانگ دیتا رہے گا۔

اس کے بعد شیخ نے اپنا سجادہ، اپنی قمیص، اور پیالہ غوثِ اعظمؒ کو عطا کر دیئے۔ وعظ ختم ہونے پر شیخ نے غوثِ اعظم کا ہاتھ پکڑ کر اپنی داڑھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا عبدالقادر! جب تمہارا وقت آئے تو اس پیری کو یاد رکھنا"

بیان کیا جاتا ہے کہ غوثِ اعظم شیخ تاج العارفین کی ملاقات کے لیے اکثر قلینیا

جایا کرتے تھے۔ شیخ آپ کو دیکھ کر تعظیماً کھڑے ہو جایا کرتے تھے اور اپنے حلقہ بگوشوں کو بھی غوثِ اعظم کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونے کا حکم دیا کرتے تھے۔

یہ اس زمانہ کے واقعات ہیں جب غوثِ پاک کی قطبیت آشکارانہ ہوئی تھی۔ چنانچہ شیخ تاج العارفین اپنے مریدوں سے فرمایا کرتے تھے۔ اس نوجوان کا ایک وقت ہے۔ جب وہ وقت آئے گا تو ایک دنیا ان کی محتاج ہو گی۔ یہ اپنے وقت کا قطب ہو گا۔ لہٰذا تم اس کی خدمت اپنے اوپر لازم جانو۔

آپ نے ۲۰ ربیع الاول سنہ ۵۱۶ھ میں قلمبنیا میں وفات پائی۔

شیخ یوسف بن ایوب ہمدانی آپ بڑے مرتبہ کے بزرگ اور خراسان کے اکابر مشائخ میں سے تھے۔ سنہ ۴۴۰ھ میں ہمدان کے ایک قصبہ نورنجرد[1] میں پیدا ہوئے اعلےٰ درجہ کے متقی، پرہیزگار اور متشرع بزرگ تھے۔ گوشہ نشینی

---

[1] سیرت غوثِ اعظم" میں اس قصبہ کا یہی نام تحریر ہے "مگر خواجہ غریب نواز" میں بوزنجر بتایا گیا ہے

مزید لکھا ہے کہ "آپ شیخ ابو علی فارمدی کے مرید تھے، شیخ عبد اللہ جوئی اور شیخ حسن سمنانی کی خدمت میں بھی رہے۔ غوث الثقلین محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی نے آپ سے تصوف کے بارے میں بہت کچھ سیکھا۔ منازل السالکین اور منازل السائرین آپ کی دو تصانیف کے نام ہیں۔ آپ نے تحصیل علم کے شوق میں اٹھارہ سال کی عمر میں وطن چھوڑا اور سیاحت اختیار کی۔ پہلے بغداد تشریف لائے۔ اور مولٰنا ابو اسحاق شیرازی کی خدمت میں رہے قرآن اور علم فقہ انہیں سے سیکھا۔ آپ مولٰنا ابو اسحاق شیرازی کے شاگردوں میں سب سے زیادہ مقبول ہیں۔ قیام بغداد کے دوران غوث الثقلین سے بھی مسلسل صحبت رہی۔ بغداد کے بعد اصفہان اور بخارا گئے اور وہاں رہ کر تحصیل علم کیا پھر عراق، خراسان، خوارزم اور ماوراء النہر میں پھرے اور بہت مشقت و ریاضت کی۔ مجاہدۂ نفس میں مشغول رہے۔ یہ تمام مراحل طے کرنے کے بعد خواجہ ابو علی فارمدی کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے اور ان سے کسب کمال کیا۔ لوگوں کو مواعظ حسنہ سے فیض پہنچاتے رہے بعد ازاں مرو میں سکونت اختیار کی۔ پھر ہرات تشریف لے گئے اور وہاں رہنے لگے۔ جب مرو میں آئے پھر ہرات واپس چلے گئے

(بقیہ ص ۱۴۴ پر)

کی زندگی گذارتے تھے۔ آپ کی بہت سی کرامات لوگوں میں مشہور تھیں۔ خراسان کے مشائخ آپ کو اپنا پیشوا مانتے تھے۔ آپ نے ۱۲ ربیع الاول ۵۳۵ھ میں وفات پائی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ہرات سے مرو تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں بنیا نام ایک مقام پر اچانک موت آگئی اور آپ نے دارِ فانی سے دارِ ابدی کی طرف کوچ فرمایا۔ آپ کو بنیا ہی میں دفن کیا گیا۔ کچھ مدت بعد نعش مبارک کو مرو لایا گیا۔ اور سجدان کے آخری حصہ حظیرہ میں جو آپ کی طرف منسوب ہے دفن کیا گیا۔

خواجہ یوسف ہمدانیؒ اور غوثِ اعظمؒ کی ملاقات[1] کا حال اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ عبداللہ بن ابی الحسن بن جبائی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا کہ ایک دفعہ ہمدان سے بغداد کی طرف ایک شخص آئے جنہیں یوسف ہمدانی کہتے ہیں۔ اور یہ مشہور تھا کہ وہ قطب ہیں، وہ سرائے میں اترے جب میں نے سنا تو سرائے کی طرف گیا مگر وہاں انہیں نہ پایا۔ میں نے سرائے والوں سے ان کی بابت پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ تہہ خانہ میں ہیں۔ میں اتر کر ان کے پاس گیا۔ انہوں نے جب مجھے دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے اور مجھے اپنے قریب بٹھایا۔ میرے تمام احوال کا مجھ سے ذکر کیا اور میری تمام مشکلات کو حل کر دیا۔ پھر مجھ سے کہا کہ اے عبدالقادر! تم لوگوں کو وعظ سناؤ۔ میں نے کہا اے میرے سردار میں ایک عجمی شخص ہوں، فصحائے بغداد کے سامنے

بقیہ حاشیہ ص۱۴۳۔ غرض اسی طرح مختلف علاقوں اور شہروں میں گھومتے اور خلقِ خدا کو علوم و فنون کی اور دینی و باطنی تعلیم دیتے رہتے ......

آپ کے چار خلفا مشہور ہیں خواجہ عبداللہ برقی، خواجہ حسن انداقی، خواجہ احمد یسوی اور خواجہ عبدالخالق غجدوانی موخرالذکر بزرگ بہت شہرت و عظمت کے مالک تھے۔ انہوں نے ۲۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ میں وفات پائی۔ مزار پر انوار غجدوان میں ہے" (خواجہ غریب نواز مطبوعہ کتاب منزل لاہور ص۳۵-۳۶)

[1] اخبار الصالحین ص[illegible] پر لکھا ہے کہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے بھی شیخ یوسف ہمدانیؒ سے ملاقات کی یہ ملاقات ہمدان میں ہوئی"

کیسے وعظ کروں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم نے اب تو فقہ، نحو، اصول، لغت، معانی، حدیث تفسیر پڑھ لی ہے۔ اب نہیں مناسب ہے کہ لوگوں کو وعظ سناؤ۔ جاؤ کرسی پر چڑھو اور لوگوں کے سامنے بولو۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا پودا عنقریب کھجور کا درخت ہو جائیگا۔"

شیخ ابوالخیر مغربی آپ اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں اکثر مجاہدہ اور مراقبہ میں مصروف رہتے۔ بہت سے مشائخ نے آپ کی صحبت میں رہ کر استفادہ کیا۔ اپنے علاقے میں بہت قدر و منزلت پائی۔ عزت کے طور پر لوگ آپ کو "تدو" کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ جس کا معنی ان کی زبان میں "پدر بزرگوار" تھا۔ آپ کے مجاہدات نہایت سخت ہوتے تھے۔ شروع حال میں پندرہ برس تک جنگلوں میں رہے اور ریاضت و مجاہدہ کرتے رہے۔ اس تمام عرصہ میں پتوں اور ادنیٰ قسم کی سبزیوں پر آپ کا گزارا تھا۔ اعنب نام ایک گاؤں میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ پھر ساری عمر اس جگہ گزاری، وہیں وفات پائی۔ مزار مبارک بھی اسی جگہ ہے۔ آپ صاحب کرامت ولی تھے۔ بہت سی کرامات آپ کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔

"سیرت غوث اعظم"[1] میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ ابوحفص عمر بن ابی معمر نے بیان کیا ہیں کہ ہمارے بعض احباب حضرت شیخ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بغداد جانے کی اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت دے دی اور فرمایا "وہاں عبدالقادر نام ایک عجمی بزرگ ہیں۔ ان سے ضرور ملنا اور میرا سلام عرض کرنے کے بعد ان سے دعا کے لیے درخواست کرنا اور کہنا ابوالخیر کو فراموش نہ کرنا" پھر فرمایا فی الحقیقت عرب و عجم میں ان کے پایہ اور مرتبہ کا کوئی ولی کوئی بزرگ اور کوئی شیخ نہیں"۔

شیخ عدی بن مسافر اموی رح آپ دمشق کے مشہور مشائخ میں سے ہیں۔ علم و فضل میں یکتا۔ اور عبادت و زہد میں یگانہ تھے۔ نہایت متقی

---

[1] سیرت غوث اعظم

متشرع اور دیندار بزرگ تھے۔ دمشق کے قریب "بیت فار" نام ایک مقام پر پیدا ہوئے۔ شروع میں آپ نے نہایت سخت مجاہدے کئے۔ آپ کے مجاہدوں کی شدت کا یہ عالم تھا کہ آپ کے متعلق کہا جاتا تھا۔ اگر مجاہدوں سے نبوت مل سکتی تو شیخ عدی ضرور اسے پا لیتے۔

جب آپ بغداد میں آئے تو غوثِ اعظم کی مجلس میں باقاعدہ آیا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ آپ نے حماد بن مسلم دباس، شیخ عقیل منبجی، شیخ ابوالوفا، شیخ ابوالنجیب سہروردی اور کئی اور مشائخ و اولیائے کرام کی صحبت سے بھی استفادہ کیا بعد ازاں بغداد سے "جبل ہکار" نام ایک مقام میں چلے گئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ لوگوں میں آپ۔۔۔۔ بے حد مقبول و معروف ہوئے۔ خلق خدا آپ سے استفادہ کرنے کے لیے امڈی چلی آتی تھی۔ شیخ ابو عبداللہ بطائحی کا بیان ہے کہ میں پانچ سال تک شیخ عدیؒ کی خدمت میں رہا۔ نماز کے دوران شدت مجاہدہ کی وجہ سے آپ کے سر مبارک سے ایسی آواز سنائی دیا کرتی تھی جیسے خشک کدو میں کنکروں کی آواز آتی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جس زمانہ میں آپ جنگلوں اور بیابانوں میں مجاہدات کے سلسلے میں پھرا کرتے تھے اس زمانہ میں جنگل کے پرندے، کیڑے مکوڑے اور درندے آپ کو کوئی ضرر نہ پہنچاتے تھے بلکہ آپ سے مانوس ہو گئے تھے۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد اچھی خاصی تھی بہت سے خدا رسیدہ بزرگوں نے بھی آپ کی صحبت سے فائدہ اٹھایا۔ حقائق و معارف میں آپ کا کلام خاصی شہرت رکھتا ہے۔

آپ نے نوے برس کی عمر میں ۵۵۵ھ میں وفات پائی "ہکاریہ" نام ایک مقام آپ کا جائے وفات بیان کیا جاتا ہے جس کے صحیح محل وقوع کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ آپ کا مزار بھی اسی جگہ بنایا جاتا ہے۔

غوثِ پاکؒ آپ کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔ اور اکثر آپ کی تعریف بیان فرمایا کرتے تھے۔ شیخ ابوالقاسم عمر بن مسعود کا بیان ہے کہ میں نے غوثِ پاک کی زبانِ مبارک سے کئی مرتبہ ان کی تعریف سنی چنانچہ مجھے ان سے ملاقات کا شوق پیدا ہوا میں نے غوثِ پاک سے حضرت شیخ کی ملاقات کے لیے اجازت طلب کی، انھوں نے اجازت دے دی میں سفر کر کے ہکاریہ پہنچا۔ دیکھا کہ شیخ اپنے زاویہ میں کھڑے ہیں مجھے دیکھتے ہی فرمایا "عمر! تو سمندر کو چھوڑ کر نہر کے پاس آیا ہے، شیخ عبدالقادر اس وقت تمام اولیاء کی سواریوں کے قائد ہیں۔ اولیا اللہ کی عنان ان کے ہاتھ میں ہے"

شیخ علی بن الہیتی

عراق کے مشائخ میں شیخ علی بن الہیتی بہت شہرت اور عظمت کے مالک تھے۔ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ نہر الملک کے ایک گاؤں "زیران" کے رہنے والے تھے۔ اور طویل مدت تک اس جگہ قیام رہا۔ زندگی بھر آپ نے اپنے لیے کوئی خانقاہ نہ بنوائی بلکہ دوسرے فقراء کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ جہاں جی چاہتا کچھ دن بسر کر لیتے۔ آپ کو اپنے علاقہ میں بے حد قبولیت حاصل ہوئی۔ شیخ ابومحمد علی بن ادریس یعقوبی اپنے وقت کے جلیل القدر بزرگ اور شیخ گزرے ہیں۔ وہ شیخ علی بن الہیتی ہی کی صحبت بابرکت سے مستفید ہوتے رہے اور اور آپ کے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔ شیخ کے پیر طریقت تاج العارفین شیخ ابوالوفاؒ تھے جن کا ذکر اس باب میں پہلے آ چکا ہے۔ آپ کے پیر آپ کی بہت تعریف بیان کیا کرتے تھے۔ اور ان کے دل میں آپ کی بے حد عزت تھی۔ دوسرے مریدوں اور شاگردوں پر ہمیشہ آپ کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ حقائق و معارف میں آپ کا کلام بہت اونچا درجہ رکھتا ہے۔ بہت سی کرامات بھی آپ سے منسوب کی جاتی ہیں۔ آپ بے حد حسین و جمیل تھے۔ آپ کی گفتگو میں لطافت اور ظرافت بھی پائی جاتی تھی۔ بہت سخی تھے۔ مریدوں اور شاگردوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے وہ سب

آپ کے جاں نثار بن گئے تھے۔آپ نے ۱۲۰ سال کی عمر پائی مگر اتنی زیادہ عمر میں بھی آپ آخر دم تک نہایت مضبوط جسم اور عمدہ صحت کے مالک رہے ۵۶۴ھ میں زریران میں وفات پائی اور اسی جگہ دفن ہوئے۔آج بھی آپ کا مزار مبارک زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

غوثِ اعظم کو آپ سے بہت محبت اور عقیدت تھی۔آپ کا ذکر بڑے ادب اور عزت سے کیا کرتے تھے۔اور اکثر آپ کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔آپ کی زبان مبارک سے ایک دفعہ یہ جملہ بھی ادا ہوا کہ بغداد میں جس قدر اولیاء اللہ بھی آئیں وہ ہمارے مہمان ہیں اور ہم سب شیخ علی بن الہیتی کے مہمان ہیں۔اس فقرہ میں شیخ کی عظمت اور بزرگی کا اشارہ ملتا ہے۔

شیخ علی اس قدر عزت واحترام کے مالک ہوتے ہوئے بے حد منکسر المزاج تھے۔غوثِ اعظمؒ کے لیے ان کے دل میں بڑی عزت تھی۔اور ان کا ادب ہمیشہ ملحوظ رکھتے تھے۔یہاں تک کہ جب کبھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ غوثِ پاک کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کرتے تو خود بھی غسل کرتے اور ساتھیوں کو بھی غسل کا حکم دیتے۔ اور ان سے مخاطب ہو کر فرماتے غسل کر کے اپنے جسم کو پاک کر لو اور اپنے دلوں کو بھی ہر قسم کے خطرات سے پاک وصاف کر لو کیونکہ ہم سلطان الاولیاء کی خدمت میں جا رہے ہیں۔جب ساتھیوں کے ساتھ غوثِ اعظم کی قیام گاہ پر تشریف لے جاتے تو دروازہ پر کھڑے ہو جاتے غوثِ اعظم اجازت دیتے تو آپ اندر تشریف لے جاتے غوثِ اعظم کی ہیبت سے ان پر اور ان کے ساتھیوں پر لرزہ طاری ہو جاتا۔

ایک مرتبہ آپ لرزہ کی حالت میں غوثِ اعظم کے سامنے کھڑے تھے غوث اعظم نے فرمایا آپ عراق کے شیخ ہیں پھر کیوں لرز رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا حضور! آپ سلطان الاولیاء ہیں اس لیے آپ کے خوف سے مجھ پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے

آپ مجھے امن دے دیں تو لرزہ دور ہو جائے گا۔ چنانچہ غوثِ اعظم نے فرمایا تمہیں امن ہے۔ یہ فرمانا تھا کہ آپ کا لرزہ دور ہو گیا۔

شیخ عبدالرحمٰن طفسونجیؒ

عراق کے اکابر مشائخ میں شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی بہت بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔ آپ صاحب کرامت بزرگ اور بڑے پایہ کے ولی اللہ تھے۔ بہت سی کرامتیں آپ سے منسوب ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ پیش آئندہ یا مخفی امور کی خبر دیا کرتے تھے۔ عراق کے ایک شہر طفسونج کے رہنے والے تھے۔ اس لیے طفسونجی کہلاتے ہیں۔

آپ بڑے فصیح البیان، پُر گو اور اعلےٰ درجہ کے واعظ تھے۔ وعظ میں مقامی لوگوں میں کوئی آپ کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ بہت سے اور مشائخ آپ کے وعظ میں شریک ہوا کرتے تھے۔ غوثِ اعظم کی بہت عزت و تکریم کیا کرتے تھے۔ ان کے بارے میں ایک واقعہ کسی دوسری جگہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ یہاں قدرے تفصیل کے ساتھ اس کا اعادہ کرنے کی ضرورت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لیے گھر سے نکلے اور خچر پر سوار ہو کر مسجد کو جانا چاہا۔ سوار ہونے کے لیے رکاب میں پاؤں رکھا ہی تھا کہ فوراً کھینچ لیا۔ آپ کے صاحبزادہ نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ اس وقت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بھی اپنے خچر پر سوار ہونے والے تھے اس لیے میں نہیں چاہتا تھا کہ سواری میں آپ سے سبقت کروں۔

اگرچہ آپ کی بزرگی اور عظمت مسلمہ ہے تاہم آپ غوثِ پاک کی بے حد عزت کرتے تھے۔ غوثِ اعظم کے دل میں بھی ان کی بڑی قدر تھی۔ اور ان کے مرتبہ کا خاص خیال فرمایا کرتے تھے۔ ان کے حق میں غوثِ اعظم نے ایک مرتبہ فرمایا "شیخ عبدالرحمٰن ایک مضبوط پہاڑ ہے جو حرکت نہیں کرتا۔"

آپ نے طفسونج میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ آپ کا مزار ابھی

تک موجود ہیں اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

مشہور ہے کہ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کے بیٹے شیخ ابوالحسن علی الحنین نے آپ سے وصیت چاہی تو آپ نے فرمایا میں تجھے یہ وصیت کرتا ہوں کہ شیخ عبدالقادر کی خدمت، تابعداری اور ان کی تعظیم و تکریم کرنے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑنا۔ چنانچہ والد کی وفات کے بعد شیخ ابوالحسن ایک روز غوثِ اعظمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ غوثِ اعظم نے ان کے حال پر توجہ فرمائی، بڑی عزت اور خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ انہیں خرقہ پہنایا اور اپنی صاحبزادی بھی ان کے نکاح میں دے دی۔

شیخ بقا ابن بطورؒ عراق کے مشائخ میں شیخ بقا ابن بطور بڑی عظمت کے مالک تھے صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے عبادت و ریاضت میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ بہت بڑے عارف تھے۔ آپ کی ایک کرامت بہت مشہور ہے کہ آپ برص کی بیماری دور کرتے تھے۔ ساری عمر یہیں گزاری۔ اسی جگہ ۵۵۳ھ میں بعمر اسّی سال وفات پائی۔ مزار مبارک اب تک موجود ہے جہاں لوگ زیارت کے لیے جاتے ہیں۔

آپ اکثر غوثِ پاک کی زیارت کے لیے بغداد تشریف لے جایا کرتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ جب کبھی غوثِ پاک کی خانقاہ کو جاتے۔ دروازے پر چھڑکاؤ کرتے، جھاڑو دیتے اور آپ سے اجازت طلب کر کے خدمت میں حاضر ہوتے۔

شیخ ابوسعید قیلویؒ قیلویہ ایک قصبہ کا نام ہے جو نہر الملک کے علاقے میں ہے آپ یہیں کے رہنے والے ہیں اور اس مقام کی نسبت سے قیلوی کہلاتے ہیں۔ ساری زندگی اسی جگہ رہ کر گزاری۔ آپ بہت بڑے مفتی اور فقیہہ تھے۔ صاحب کشف و کرامات بزرگ بیان کیے جاتے ہیں۔ خچر پر سواری کیا کرتے تھے۔ جن علماء اور مشائخ نے آپ سے استفادہ کیا ان میں شیخ ابوالحسن علی

القرشی، شیخ ابو عبد اللہ محمد بن احمد المدینی، شیخ مبارک بن علی الجبلی اور شیخ محمد علی قیدی کا نام لیا جا سکتا ہے۔ یہ سب حضرات کرام اپنے اپنے وقتوں میں بڑے پائے کے بزرگ اور شیخ گزرے ہیں۔

شیخ ابو سعید نے ۵۵۷ھ میں قیلویہ ہی میں وفات پائی اور اسی جگہ دفن ہوئے بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی قبر کا نشان اب بھی موجود ہے۔

آپ کو غوث پاک سے ولی لگاؤ تھا۔ ان کی بے حد عزت و احترام کیا کرتے تھے۔ ان کی ملاقات کے لیے بغداد بھی آتے رہتے تھے۔ عقیدت کا یہ عالم تھا۔ کہ بغداد میں غوث پاک کے مدرسہ پر پہنچتے تو دروازہ کی چوکھٹ کو بوسہ دیئے بغیر اندر داخل نہ ہوتے تھے۔

وفات کے وقت اپنے صاحبزادہ ابو الخیر سعید کو آپ نے وصیت فرمائی کہ شیخ عبد القادر کی ہمیشہ تعظیم و تکریم بجا لانا۔ فرزند نے پوچھا ان کے بارے میں کچھ بیان فرمایئے۔ آپ نے فرمایا ان کا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے۔ اور وہ اللہ تعالےٰ کو سب سے زیادہ محبوب اور اس کے زیادہ قریب ہیں۔

شیخ مطر البادرانی رح

مدنی عراق کے مشائخ میں شیخ مطر البادرانیؒ کا درجہ بہت اونچا تھا آپ بڑے صاحب کرامت بزرگ اور قطب بیان کیے جاتے ہیں شیخ ابو الکلام حلاوی اور شیخ ابو العزیز ملکی جیسے بزرگوں نے آپ سے استفادہ فرمایا۔ شیخ تاج العارفین ابو الوفا (جن کا ذکر اوپر آچکا ہے) آپ کے پیر طریقت تھے۔ آپ کا اصل مولد کوئی اور مقام تھا۔ مگر عراق کے ایک گاؤں "بادران" نام میں سکونت اختیار کر لی تھی، اور بدت العمر اسی جگہ رہے۔ اس جگہ قیام کرنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک دفعہ عالم رویا میں آپ نے ایک بہت بڑا درخت دیکھا جس کی شاخیں بہت زیادہ اور لمبی تھیں۔ یہاں تک کہ وہ "بادران" گاؤں تک پہنچتی تھیں

آپ نے یہ خواب اپنے پیر طریقت سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا تم اس گاؤں میں جاکر سکونت اختیار کرو۔ چنانچہ آپ وہاں چلے گئے۔ اسی جگہ آپ نے وفات پائی۔ قبر کا نشان موجود بتایا جاتا ہے۔ بلکہ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ کی قبر باقاعدہ مزار کی صورت میں موجود ہے۔

کہا جاتا ہے کہ وفات کا وقت قریب آنے پر آپ کے صاحبزادہ نے پوچھا کہ آپ کے بعد میں کس کے نقش قدم پر چلوں یعنی دین میں کس کی پیروی کروں۔ آپ نے فرمایا شیخ عبد القادر کی پیروی کرنا۔ صاحبزادے نے دوبارہ یہی سوال کیا۔ آپ نے دوبارہ یہی جواب دیا۔ صاحبزادے نے تیسری بار یہی سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا بیٹا عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانی کے سوا اور کسی کی اتباع نہ کی جائے گی۔

شیخ ماجد الکردی رحمۃ اللہ علیہ

عراق کے عارفوں میں شیخ ماجد الکردی بڑا اونچا درجہ رکھتے تھے صاحب کرامت بزرگ تھے عراق کے ایک مقام قوسان میں سکونت پذیر تھے اور زندگی اسی جگہ گزاری۔ عراق کے ایک پہاڑ "حمدین" پر آپ نے وفات پائی سن وفات ۵۶۱ھ بیان کیا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کا مزار اس جگہ اب تک موجود ہے۔

آپ کے بارے میں اتنا علم ہے کہ آپ غوث اعظمؒ کی بہت تعریف فرمایا کرتے تھے۔ اور آپ کی شان میں اکثر یہ الفاظ آپ کی زبان سے نکلتے کہ "محی الدین اہل دنیا کے امام اور پیشوا ہیں اولیاء اللہ کی گردنیں ان کے سامنے خم ہیں اور انہیں کے نور سے دلوں کو روشنی نصیب ہوتی ہے۔"

شیخ جاگیر الکردی رحمۃ اللہ علیہ

آپ عراق کے بہت بڑے عالم متشرع بزرگ تھے بہت سے علماء اور صلحاء نے آپ کی صحبت سے فائدہ اٹھایا عراق کے ایک جنگل میں قنطرۃ الرصاص نام ایک جگہ ہے۔ آپ نے ساری عمر اسی جگہ رہ کر

گزاری۔ اکثر عبادت وریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ بعض کرامات بھی آپ سے منسوب کی گئی ہیں۔ آپ نے اپنے مسکن ہی میں بڑھاپے کے عالم میں انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہیں۔

غوث اعظم سے آپ کی ملاقات ہوئی یا نہیں ہوئی؟ اس بارے میں کوئی شہادت میسر نہیں آسکی البتہ کہا جاتا ہے کہ "آپ اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ تاج العارفین حضرت شیخ ابوالوفا رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کے پایہ اور مرتبہ کا کوئی بزرگ دیکھنے میں نہیں آیا۔ فی الحقیقت ان کا طریقہ دیگر طریق سے اعلیٰ ہے اولیاء اللہ اس سمندر کی لہریں ہیں"

شیخ ابو محمد القاسم بن عبد البصریؒ آپ عراق کے مشہور مشائخ اور اولیائے کرام میں سے ہیں۔ شریعت وطریقت میں یگانہ تھے۔ مالکی مذہب سے تعلق رکھتے تھے اور فتوے دیا کرتے تھے۔ فتاویٰ میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ آپ کے فتوے بہت مستند مانے جاتے تھے۔ بہت سے مشائخ نے آپ سے استفادہ کیا۔ آپ کے وعظ میں بہت سے علماء شریک تھے۔ آپ نے بصرہ میں سکونت اختیار کر رکھی تھی اور ساری زندگی اسی جگہ گزاری۔ یہیں ۵۸۰ھ میں وفات پائی۔ اور شہر کے باہر ایک مقام پر دفن کیے گئے جہاں آپ کا مزار آج بھی مرجع خلائق ہے۔

بہت سی کرامات آپ سے منسوب کی جاتی ہیں۔ ....

......آپ کی ایک کرامت جس کا ذکر شیخ شہاب الدین عمر سہروردی نے کیا ہے اور جو اپنے اندر سبق آموز پہلو رکھتی ہے "سیرت غوث اعظم" سے نقل کی جاتی ہے۔

"شیخ شہاب الدین عمر سہروردی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں آپ کی زیارت کے لیے بصرہ گیا۔ اثنائے راہ میں میرا گذر بہت سے ایسے باغات میں سے ہوا جو آپ کی ملکیت تھے۔ یہ دیکھ کر میرے قلب میں خطرہ گزرا کہ یہ تو امیرانہ شان ہے۔

پھر میں سورہ انعام پڑھتا ہوا البصرہ میں داخل ہوا میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ دیکھوں، کونسی آیت پر میں آپ کے دولت خانہ میں داخل ہوتا ہوں، آپ کے حق میں میں اس آیت کو فال تصور کرونگا۔ غرض میں پڑھتا ہوا گیا۔ اور ذیل کی آیت پر میں آپ کے دولت خانہ پر پہنچا۔

اولٓئک الذین ھدی اللہ فبھدٰھم اقتدہ۔

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالٰی نے ہدایت کی، تم ان کی ہدایت کی پیروی کرتے رہو۔

میں یہ آیت پڑھتا ہوا آپ کے دروازہ میں کھڑا ہو گیا، معاً آپ کا خادم مجھے اندر لے گیا۔ جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اے عمر! جو کچھ زمین پر ہے وہ زمین ہی پر ہے۔ اس کی محبت اور وقعت میرے قلب کے اندر ذرہ بھر بھی نہیں ہے۔ آپ کے یہ فرمانے سے میں انگشت بدنداں رہ گیا"[1]

"سیرت غوث اعظم" میں بہجۃ الاسرار کے حوالے سے ایک واقعہ درج ہے کہ شیخ ابو محمد القاسم کی ملاقات خضر علیہ السلاۃ و السلام سے ہوئی آپ نے خضرؑ سے پوچھا کیا اس وقت کوئی ایسا مرد کامل ہے جس سے میں راہ سلوک کی مشکلات کا حل دریافت کروں۔ انہوں نے جواب دیا اس زمانہ میں کامل مرد حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ ہیں۔ آپ نے حیران ہو کر پوچھا کیا ان کا نام بہت بلند ہے خضرؑ نے جواب دیا حضرت شیخ عبد القادر اس دور کے اولیاء اللہ کے سردار ہیں۔ اللہ تعالٰی کے محب اور مقرب ہیں۔ اللہ تعالٰی نے اپنے اسرار میں سے انہیں وہ سر عطا کیا ہے جس کے باعث وہ جمہور اولیاء پر سبقت لے گئے ہیں۔

---

[1] یہ واقعہ بعض لوگوں کے خیال کی تردید کے لیے کافی ہے جو فقری۔ تنگدستی اور کنگالی کے روپ کو راہ حق میں کامیابی کے لیے ضروری خیال کرتے ہیں اور ہر صاحب ثروت آدمی کو خدا کا باغی کہہ دیتے ہیں۔

شیخ ابو عمرو عثمان بن مرزوق قریشیؒ

مصر کے مشائخ میں آپ کا درجہ بہت اونچا تھا صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ بہت حلیم الطبع نیک دل او ملنسار شخص تھے شریعت پر سختی سے عمل کرتے تھے۔ اکثر گوشہ نشینی میں یاد خدا میں مصروف رہتے تھے۔ معارف وحقائق میں آپ کا کلام خاص شہرت رکھتا تھا۔ بہت سی خوارق وکرامات آپ سے منسوب ہیں آپ نے ستر سال کی عمر میں ۵۶۴ھ میں مصر میں وفات پائی۔ امام شافعی کے مزار کے مشرق میں ان کے قریب ہی آپ کا مزار بتایا جاتا ہے۔

غوث اعظم سے آپ کی ملاقات ہوئی یا نہیں؟ اس بارے میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا بعض کتابوں میں آپ کی ملاقات کا حال لکھا ہے۔ بہرحال شیخ ابو اسحق ابراہیم بن مرہیل کے بیان کے مطابق آپ غوث اعظم کو اپنا سردار مانتے تھے۔ اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ غوث اعظم اپنے وقت کے تمام اہل اللہ کے سردار، امام اور طریقت میں سب اولیاء اللہ پر سبقت لے گئے ہیں۔

شیخ موید سنجاری

آپ قصبہ سنجار کے رہنے والے اور دیار بکر کے مشائخ میں سے ہیں۔ بڑے پایہ کے ولی اللہ تھے۔ شریعت وطریقت کے جامع تھے۔ بہت سے اکابر مشائخ نے آپ سے استفادہ فرمایا۔ آپ سے فیض پانے والوں میں شیخ التلعفری، اور شیخ عثمان بن عاشور بہت مشہور ہیں۔ آپ کا کلام اپنی معنویت اور جامعیت کے اعتبار سے مشہور تھا۔ بہت سی کرامات بھی آپ سے منسوب کی جاتی ہیں سنجار ہی میں آپ نے وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ اب بھی آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

آپ غوث اعظم کی بہت تعریف کیا کرتے تھے اور ان سے بے حد عقیدت تھی۔ انہیں اپنا سردار اور پیشوا کہا کرتے تھے۔

شیخ حیات بن قیس صرانی

آپ حران نام ایک قصبہ کے رہنے والے تھے۔

بڑے پائے کے بزرگ اور صاحب کرامت ولی تھے بڑے مشہور محقق اور عارف گزرے ہیں کئی بزرگوں نے آپ سے استفادہ فرمایا۔ اپنے زمانہ میں علاقہ کے سب سے مقبول بزرگ تھے۔ لوگ آپ کی بے حد عزت کرتے تھے، عوام کے علاوہ خواص بھی آپ کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بہت سے عجائبات وخوارق آپ سے سرزد ہوئے۔ آپ نے جمادی الاخر ۵۸۱ھ میں صران میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

غوثِ اعظمؒ کو آپ بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ عبدالقادر اس زمانہ کے عارفوں کے بادشاہ ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالےٰ شیخ عبدالقادر کی برکت سے تھنوں میں دودھ دیتا، بارش برساتا اور مصائب وبلیات کو دفع کرتا ہے۔ شیخ عبدالقادر اس زمانہ کے اولیاء و مقربین کے سردار ہیں۔

شیخ رسلان دمشقی آپ عراق کے بزرگوں میں سے تھے۔ دمشق آپ کا وطن تھا اپنے علاقے میں بہت مقبول ہوئے۔ آپ کی کرامات بہت مشہور تھیں۔ آپ نے ساری عمر دمشق میں ہی گزاری، وہیں وفات پائی۔ مزار مبارک بھی اسی جگہ ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رسولِ خدا کے نائب، سالکین اور عارفین کے سردار ہیں۔ تمام اولیائے کرام کی گردن ان کے سامنے ختم ہے۔

شیخ ابو محمد عبداللہ جبائی آپ بڑے پائے کے بزرگ اور اولیاءاللہ میں سے ہیں۔ عارف باللہ تھے۔ آپ کے والد عیسائی مذہب رکھتے تھے۔ مگر آپ نے چھوٹی عمر میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ اور اسلام لانے کے بعد جلد ہی قرآنِ کریم حفظ کر لیا تھا۔ پھر اسلامی تعلیم حاصل

کرنے کے لیے بغداد چلے آئے جو اس زمانے میں علماء کا مرجع تھا۔ یہاں کئی بزرگوں سے تعلیم حاصل کی۔ غوثِ پاک سے بھی یہیں ملاقات ہوئی اور ان کی صحبت سے مستفید ہونے لگے۔ فقہ میں آپ ہی سے تعلیم حاصل کی۔ علم حدیث آپ نے قاضی ابوالفضل محمد بن عمر الاحد، شیخ ابوالعباس احمد بن ابی غالب بن الطلایہ، شیخ ابوبکر محمد بن الزاغونی، ابن النبا اور شیخ ابوالفضل محمد بن ناصر الحافظ سے سیکھا۔ تحصیل علم کے بعد آپ بغداد ہی میں رہنے لگے۔ اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ اکثر حدیث کا سبق دیا کرتے تھے خاصی مدت بغداد میں گزارنے کے بعد عمر کا آخر حصہ گزارنے کے لیے اصفہان چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔

غوثِ اعظم کے لیے ان کے دل میں بڑی عزت تھی اور ان کی بزرگی اور فضیلت کے قائل رہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ شیخ عبدالقادر۔ اصفیا اولیاء اور اوتاد و اقطاب کے امام، پیشوا اور معلم ہیں۔ آپ شرافت، عظمت، بزرگی، علم، تقویٰ، عبادت پاکدامنی، عفت، احسان، عصمت، عفاف، کرم وجود، سخاوت، حلم اور عمل میں سب پر فوقیت رکھتے ہیں۔

شیخ ابونجیب عبدالقاہر سہروردی! آپ عراق کے مانے ہوئے بزرگ تھے۔ عراق کے بیشتر علماء اور مشائخ آپ کو اپنا پیشوا مانتے تھے۔ عراق کے مشہور مفتی اور بڑے عالم باعمل تھے۔ علم شریعت پر پورا عبور حاصل تھا بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں خاصی مدت تک درس و تدریس کا کام انجام دیتے رہے اس دوران میں آپ فتوے بھی دیا کرتے تھے۔ اور آپ کے فتاویٰ کو بہت اہمیت دی جاتی تھی۔ دور دراز علاقوں سے علماء آپ سے علم حاصل کرنے آیا کرتے تھے آپ کا کلام حقائق و معارف سے لبریز ہوتا تھا بعض کرامات بھی آپ سے منسوب کی جاتی ہیں۔ آپ کے کشف کے بارے میں شیخ شہاب الدین عمر سہروردی ایک واقعہ

بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص آپ کی خدمت میں گائے کا بچہ لے کر آیا اور کہا میں اسے نذرانہ کے طور پر آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جب وہ شخص نذرانہ دے کر چلا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ گائے کا بچہ مجھ سے کہتا ہے کہ میں شیخ علی بن الہیتی کو نذرانہ کے طور پر دیا گیا ہوں۔ آپ کے نذرانہ میں جو بچہ دیا گیا ہے وہ دوسرا ہے۔ شیخ شہاب الدین فرماتے ہیں تھوڑی دیر کے بعد نذرانہ دینے والا شخص پھر آیا اس کے پاس ایک اور بچہ تھا۔ کہنے لگا حضور مجھ سے غلطی ہو گئی ان دونوں بچوں پر مجھے شبہ سا ہو گیا تھا۔ دراصل آپ کے نذرانہ میں دیا ہوا بچہ یہ ہے۔ چنانچہ اس نے پہلا بچہ اٹھا لیا اور جو بچہ ساتھ لایا تھا وہ چھوڑ کر چلا گیا۔

آپ نے ساری عمر بغداد ہی میں گزاری۔ اسی جگہ ۵۶۲ھ میں وفات پائی اور یہیں دفن ہوئے۔

شیخ شہاب الدین عمر کا بیان ہے کہ میں شیخ عبد القاہر کے ساتھ ۵۶۰ھ میں شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے غوث اعظم کا بے حد احترام کیا جب ہم واپس آئے تو میں نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے شیخ عبد القادر کا اتنا زیادہ ادب کیوں ملحوظ رکھا۔ آپ نے فرمایا میں ان کا ادب کیسے نہ کروں۔ جب کہ تمام اولیا اپنی گردن ان کے سامنے خم کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں مجھ پر مالک بنا دیا ہے۔ عالم ہو جو ت میں وہ اس وقت یگانہ ہیں"

شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن علی

آپ سرزمین بطائح کے مشہور اولیائے کرام میں سے ہیں۔ آپ کی بزرگی اور قطبیت کا بہت سے اولیاء اللہ نے بھی اعتراف کیا ہے۔ عارفین اور محققین کے پیشوا تھے۔ نہایت عمدہ اخلاق و عادات کے مالک تھے۔ متواضع اور علم دوست بزرگ تھے۔ شافعی مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ دینی علوم کے علاوہ علم طریقت میں کامل تھے۔ بہت سے بزرگوں

کو آپ کا شرف تلمذ حاصل تھا۔ ان گنت لوگوں نے آپ سے راہ ہدایت پائی۔ اکثر مراقبہ میں رہا کرتے تھے۔ عبادت میں آپ کا خشوع و خضوع مشہور تھا۔ کرامات و خوارق میں بھی مشہور ہیں۔ بطائح کی سرزمین میں ام علبیدہ نام ایک مقام ہے۔ وہیں ۶۰۹ھ میں آپ نے وفات پائی اور اسی جگہ دفن ہوئے۔

شیخ نجم الدین ابو العباس احمد بن شیخ ابو الحسن علی بطائحی کا بیان ہے کہ میں نے اکثر اوقات شیخ ابو اسحاق ابراہیم کو فرماتے سنا کہ حضرت شیخ عبد القادر علیہ الرحمۃ ہمارے سردار اور ہمارے شیخ ہیں۔ سید المحققین اور امام الصدیقین ہیں، حجۃ العارفین اور پیشوائے سالکین ہیں۔ آسمان بھی ایک سورج رکھتا ہے لیکن اس وقت زمین کے سورج آپ ہیں۔

شیخ ابو الحسن علی بن ادریس یعقوبی

عراق کے مشائخ میں شیخ ابو الحسن علی بن ادریس یعقوبی کا نام خاص شہرت کا حامل ہے۔ آپ عراق کے بڑے بزرگوں اور اولیاء اللہ میں سے تھے۔ آپ حضرت غوث اعظم کے مریدوں میں سے ہیں۔ شیخ علی بن الہیتی کی صحبت میں بھی رہے۔ ان سے بہت کچھ سیکھا پھر لوگوں کی بھی رہنمائی فرمائی۔ بہت سے بزرگوں نے آپ سے استفادہ کیا۔ آپ مجاہدہ و ریاضت میں بھی بے مثال تھے۔ خود فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نفس کی خواہشوں سے پھر دس برس تک قلب کے نفس سے پھر دس سال تک قلب کے سر سے محافظت کی۔ اس کے بعد مجھ پر مقام رجوع الی اللہ وارد ہوا اور اس نے میری سر سے پیر تک حفاظت کی۔ بعض کرامتیں بھی آپ سے منسوب کی جاتی ہیں۔ ۶۱۹ھ میں یعقوبا نام ایک مقام پر وفات پائی۔ حضرت غوث اعظم کو آپ اپنا سردار امام پیشوا مانتے تھے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ شیخ عبد القادر جیلانی حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور دین اسلام کے مجدد ہیں۔

شیخ قضیب البان موصلی

آپ موصل کے رہنے والے تھے۔ اپنے وقت کے مقتدر شیوخ اور اکابر علماء میں سے ہیں۔ لوگوں میں بڑی عزت اور قدر و منزلت حاصل تھی۔ بہت سے علما مشائخ نے آپ سے استفادہ کیا۔ مجاہدہ اور ریاضت میں بہت شہرت رکھتے تھے۔ تزکیہ نفس کے لیے آپ نے ایسی ایسی ریاضتیں کیں جن کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ مشہور بزرگ شیخ ابوالبرکات صخر بن صخر بن مسافر کا بیان ہے کہ آپ تقریباً ایک ماہ تک ہمارے زاویہ کے قریب پھرتے رہے۔ آپ اس عرصہ میں ہمیشہ استغراق میں رہے۔ ان ایام میں ہم نے آپ کو کھاتے پیتے یا سوتے جاگتے کبھی نہیں دیکھا جب یہاں پر آپ کے پاس شیخ عدی بن مسافر آتے تو بے اختیار یہ فرماتے کہ اے قضیب البان! مبارک ہو تمہیں شہود الہی نے اپنی طرف کھینچ لیا ہے اور وجود ربانی نے تمہیں مستغرق کیا ہے۔ کئی کرامتیں بھی آپ سے منسوب ہیں۔

آپ نے موصل شہر میں ۵۷۰ھ میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ غوث اعظم کو آپ بھی جلیل القدر اولیاء اللہ مانتے تھے۔ اور ان کی بے حد تعظیم کیا کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ شیخ عبد القادر مقربین کے صدر، سالکین کے پیشوا، صدیقین کے امام، عارفین کے سردار اور دنیائے شریعت و طریقت کے نور آفتاب ہیں۔

شیخ مکارم بن ادریس النہر خالصی

آپ عراق کے بزرگوں میں سے تھے۔ نہر الخالص نام ایک مقام کے رہنے والے تھے۔ شیخ علی بن الہیتی رجن کا ذکر پہلے آچکا ہے) کے شاگرد اور مرید تھے۔ شیخ علی آپ کے بارے میں فرمایا فرمایا کرتے تھے۔ کہ شیخ مکارم ایک ہلال ہیں جو عنقریب بدر بن کر چمکیں گے اور دنیا کو روشن کریں گے۔ چنانچہ آپ فی الحقیقت بدر بن کر چمکے۔ اور آپ کو لوگوں میں بے حد مقبولیت حاصل ہوئی۔ علاقے کے قرب و جوار کے بہت سے بزرگ آپ ہی کے تربیت یافتہ تھے۔ بہت سی کرامات بھی آپ سے منسوب کی جاتی ہیں۔

آپ کا کلام بڑا پُر تاثیر اور بیش قیمت اقوال پر مشتمل ہوا کرتا تھا۔ مثلاً فرماتے ہیں فقیر وہ ہے جو صابر اور باادب ہو۔ اللہ تعالےٰ کے مراقبہ میں رہے، کسی پر افشائے راز نہ کرے اور اللہ تعالےٰ سے ڈرے۔ زاہد وہ ہے جو نفس کی راحت، ریاست اور امارت کو ترک کر کے نفس کو زجر و توبیخ کرتا رہے اور نفس کو خواہشات و شہوات سے روکے رکھے شاکر کے بارے میں فرمایا کہ شاکر وہ ہے جو اپنے حوائج اور ضروریات پر صبر کر کے اللہ تعالےٰ کا دامن تھام لے۔ خواص یا عوام میں سے رجوع نہ کرے۔ اپنے دل کو تدبیر و اہتمام سے خالی رکھے۔ نہر خالص ہی میں آپ نے وفات پائی۔ غوثِ پاک کے متعلق آپ کا قول یہ تھا کہ میں نے شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے پائے اور مرتبے کا کوئی بزرگ نہیں دیکھا۔

شیخ خلیفہ بن موسیٰ نہر ملکی

آپ عراق کے مشائخ کرام میں خاص شہرت کے مالک تھے بڑے خدا رسیدہ اور نیک دل بزرگ تھے۔ شیخ ابو سعید قیلوی جن کا ذکر اوپر آچکا ہے آپ کے استاد اور پیر و مرشد تھے۔ وہ ہمیشہ آپ کی تعریف میں رطب اللسان رہتے تھے۔ نہر الملک آپ کا وطن تھا بہت سے بزرگوں نے آپ کی صحبت سے استفادہ حاصل کیا۔ صاحب حال اور باکرامت ولی اللہ تھے۔ نہر الملک ہی میں آپ نے وفات پائی۔ وفات کے وقت آپ پر عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ "جب آپ قریب الوفات ہوئے تو تسبیح و تہلیل میں مشغول ہو گئے۔ آپ کے چہرہ پر خوشنودی کے آثار نمایاں ہوتے جاتے تھے۔ اسی اثنا میں آپ نے فرمایا کہ یہ جناب سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اصحاب کبار ہیں جو مجھے رضاء الٰہی کی خوشخبری سنا رہے ہیں۔ پھر آپ مسکرائے اور مسکرا کر فرمایا کہ بندہ کی روح پرواز ہونے کے وقت اللہ تعالےٰ اس پر اپنی تجلی کرتا ہے تو وہ خوش و خرم ہو جاتا ہے پھر آپ نے یہ آیت شریف پڑھی۔ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ۔ ابھی آپ یہ آیت شریف پوری نہ کرنے پائے تھے کہ آپ کی روح پر فتوح قفس عنصری

سے پرواز کر گئی۔

حضور غوثیت مآب کے بارے میں آپ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اولیاء، واقطاب، ابدال واقطاب، اور اصفیا واتقیا کے حاکم تھے

علامہ ابن جوزی

غوث پاک کے ہم عصر علماء ومشائخ میں کوئی ایسا نہیں جو آپ کے فضائل ومناقب کا معترف نہ ہو۔ البتہ علماء کی جماعت میں بعض اصحاب ایسے تھے جو بعض امور میں آپ سے اختلاف رکھتے تھے۔ ان میں علامہ ابن جوزی کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ علامہ جوزی ابتدا میں غوثِ اعظم کے مخالف رہے ہیں مگر بعد میں جب حقیقتِ حال ان پر واضح ہو گئی تو وہ بھی اپنے خیالات سے تائب ہو کر غوثِ اعظم کے معتقد اور معترف ہو گئے تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگی تھی پھر آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے تھے۔ یہ واقعہ عبرت وبصیرت کے لحاظ سے قابل ذکر ہے۔ اس لیے اسے ذیل میں درج کیا جاتا ہے[1]۔

امام ابوالفرج عبدالرحمٰن معروف بہ ابن جوزی حدیث وتفسیر میں امام زمانہ تھے۔ جمال الحافظ آپ کا لقب تھا۔ علم حدیث، علم تاریخ اور علم ادب میں آپ کی تفہیمات بکثرت ہیں چنانچہ موضوعات تلبیس ابلیس، منتظم فی تاریخ الامم، تلقیح فہوم الاثرۃ فی التاریخ والسیرۃ، لفظ المنافع وغیرہ بہت سی کتابیں آپ کی تصنیف ہیں

آپ کی تصنیفات کے متعلق علامہ ابن خلکان کا قول ہے کہ ابن جوزی کی تصنیفات احاطہ واندازہ خیال سے باہر ہیں بعض مورخین کا قول ہے کہ ابن جوزی نے انتقال کے وقت وصیت فرمائی تھی کہ میں نے جن قلموں سے حدیث لکھی ہے ان کا تراشہ بھرے حجرے میں ہے مرنے کے بعد مجھ کو نہلائیں تو غسل کے لیے اس تراشہ سے پانی گرم کریں چنانچہ آپ کی وصیت پر عمل کیا گیا۔ پانی گرم ہو کر کچھ تراشہ بچ رہا۔

---

[1] یہ تفصیل سیرت غوث اعظم سے ماخذ ہے۔

علامہ ابن جوزی ۵۱۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۹۷ھ میں بغداد کے اندر آپ نے انتقال فرمایا اور باب الطراف میں مدفون ہوئے۔

علامہ موصوف حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ علامہ ابن جوزی حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اسرار کو خلاف ظاہر شریعت جان کر انکار کرتے اور طعن و تشنیع میں بڑے زور سے حصہ لیتے تھے۔ بسا اوقات تو آپ کے حق میں سخت وسست اور دل شکن الفاظ بھی کہہ جایا کرتے تھے۔

علامہ ابن جوزی کی مخالفت نہ صرف حضور غوثیت مآب تک ہی محدود تھی بلکہ دیگر مشائخ وصوفیہ کی نسبت بھی وہ اکثر سختی اور درشتی سے کام لیا کرتے تھے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ جو بہ اعتبار فلسفہ، تصوف میں دنیا کی تمام شائستہ قوموں میں یکتا مانے گئے ہیں ان کی تردید بھی ابن جوزی نے کئی جگہ کھلے دل سے کی ہے۔ اور جن کا جواب کئی اہل معارف نے اپنی تصنیفات میں دیا ہے جن میں سے ایک کتاب قوائد الطریقہ فی الجمع بین الشریقہ والحقیقہ " سید احمد زدنی کی تصنیفات میں سے ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کے اکثر مسائل کا ذکر اپنے رسالہ "مدح البحرین" میں کیا ہے۔ علاوہ ازیں عبداللہ یافعی نے بھی ان باتوں کا جواب اپنی تالیف میں دیا ہے۔

الغرض علامہ ابن جوزی عرصہ تک حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے منحرف رہے۔ لیکن آخر میں ان کو معلوم ہو گیا کہ وہ غلطی پر ہیں۔ اپنے الفاظ سے تائب ہوئے اور حضور غوثیت مآب کے ظاہری و باطنی فضائل و کمالات کا اقرار کیا۔

چنانچہ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ کے فارسی ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ حرم شریف میں ایک رسالہ میری نظر سے گزرا جس میں لکھا تھا کہ بعض علماء و مشائخ عصر ابن جوزی کو حضور غوثیت مآب کی خدمت میں لے گئے اور طلب عفو کی

آپ نے معاف کر دیا۔

علامہ ابن جوزی کے رجوع کا واقعہ قلائد الجواہر اور بہجۃ الاسرار میں یوں مذکور ہے کہ ایک حافظ ابو العباس احمد علامہ ابن جوزی کے ہمراہ حضور غوثیت مآب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ ترجمہ پڑھانے میں مصروف تھے۔ قاری نے ایک آیت پڑھی اور آپ نے اس کے وجوہات بیان فرمانا شروع کیے۔ گیارہ وجوہات تک حافظ ابو العباس ہر وجہ پر ابن جوزی سے دریافت کرتے چلے گئے کہ کیا یہ وجہ آپ کو معلوم ہے اور آپ اثبات میں جواب دیتے گئے۔

اس کے بعد آپ نے پوری چالیس وجہیں بیان فرمائیں، اور ہر ایک وجہ کو اس کے قائل کی طرف منسوب کرتے گئے اور حافظ ابو العباس کے پوچھنے پر ابن جوزی آخیر تک ہر وجہ پر نفی میں جواب دیتے رہے۔ کہ مجھے اس کا علم نہیں۔

آخر حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے وسعت علم پر نہایت تعجب ہو کر بے اختیار کہنے لگے کہ ہم قال کو چھوڑ کر حال کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

اس کے بعد آپ نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ یہ دیکھ کر مجلس میں ایک اضطراب پیدا ہو گیا۔

شیخ احمد بن ابوالحسن رفاعی

آپ موضع ام عبیدہ کے رہنے والے تھے۔ عرب کے یک قبیلہ رفاعیہ کی طرف منسوب ہیں بڑے صاحب مرتبہ بزرگ تھے بطائح میں مریدوں کی تربیت کا معاملہ آپ ہی سے ظاہر ہوا ایک جماعت نے آپ سے استفادہ کیا۔ آپ کے خرقہ کی نسبت پانچ واسطوں سے خواجہ ابو بکر شبلیؒ تک پہنچتی ہے۔ شافعی المذہب تھے۔ ۵۷۰ھ میں ام عبیدہ ہی میں وفات پائی اور شیخ یحییٰ نجاریؒ کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ "شیخ عبد القادر کے مناقب بیان کرنے کی کسے قدرت ہے۔ وہ تو ایسے شخص ہیں کہ ان کے ایک جانب شریعت کا دریا اور دوسری جانب حقیقت کا دریا ہے۔ جس جگہ چاہتے ہیں غوطہ لگاتے ہیں۔ آپ اپنے مریدوں کو وصیت فرمایا کرتے تھے کہ جب بغداد شریف جاؤ تو پہلے شیخ عبد القادر سے ضرور ملو۔

باب ۹

غوث اعظم کی کرامات

آپ کی کرامات

غوثِ اعظمؒ کی کرامات بے حد و حساب ہیں۔ ابتدائی باب میں آپ کے بچپن کا واقعہ بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ ایام شیرخوری میں دن کے وقت (رمضان شریف میں) والدہ کا دودھ نہیں پیا کرتے تھے۔ یہ بھی آپ کی ایک کرامت ہے۔ معتبر اور مستند کتابوں میں آپ کی جن کرامات کا ذکر آیا ہے ان میں سے چند ایک ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ دریائے دجلہ میں سخت طغیانی آگئی۔ اہل بغداد کو خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں سارا شہر ہی غرق نہ ہو جائے۔ چنانچہ اعیانِ شہر حضرت غوثِ پاک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ خدا سے دعا کریں کہ یہ بلا ٹل جائے آپ نے عصا ہاتھ میں لیا اور دجلہ پر گئے۔ عصا کو دجلہ کے کنارے گاڑ دیا اور فرمایا بس آگے نہ بڑھ۔ خدا کی قدرت سے طغیانی کم ہونا شروع ہو گئی۔

عبداللہ زیال نام ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن غوثِ اعظم کے مدرسہ میں موجود تھا۔ غوثِ اعظم اپنے دولت خانہ سے باہر نکلے تو عصا آپ کے ہاتھ میں تھا میرے دل میں گزرا کہ آپ اس عصا سے اپنی کوئی کرامت دکھائیں گے۔ ادھر میرے دل میں یہ خیال آیا ادھر غوثِ اعظم میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور اپنا عصا زمین میں گاڑ دیا۔ وہ ایک گھنٹے تک خوب چمکتا رہا۔ روشنی کا عالم تھا کہ سارا مکان روشن نظر آ رہا تھا۔ پھر

انہوں نے اپنا عصا اٹھا لیا اور مجھ سے فرمایا، زیال! تم یہی چاہتے تھے نا!

شیخ ابو عبد اللہ قزوینی بیان کرتے ہیں کہ آپ کی شہرت دور دراز علاقوں میں پہنچی تو جیلان کے تین بزرگ آپ سے ملاقات کے لیے بغداد آئے انہوں نے دیکھا کہ آپ کتاب پڑھ رہے ہیں اور آپ کا آفتابہ قبلہ رو نہیں ہے۔ اس لیے ان بزرگوں کے دل میں کچھ نفرت سی پیدا ہوئی یہ کیفیت دیکھ کر غوثِ اعظم نے آفتابہ کی طرف توجہ کی اسی وقت آفتابہ کا رُخ خود بخود قبلہ کی طرف ہو گیا۔

ایک مرتبہ ایرانیوں نے بغداد پر حملہ کیا۔ خلیفہ ان کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکا اور غوثِ پاک سے مدد طلب کی۔ آپ نے شیخ علی بن الہیتی سے فرمایا۔ کہ عجم کے لشکر میں جاؤ وہاں سب سے آخر ایک چادر کا خیمہ ملے گا جس میں تین آدمی ہوں گے۔ ان سے کہہ دو کہ واپس ہو جاؤ۔ اگر وہ کہیں کہ ہم کسی اور کے حکم سے آئے ہیں تو تم بھی جواب دینا کہ میں بھی کسی کے حکم آیا ہوں شیخ علی بن الہیتی نے غوثِ پاک کی ہدایت پر عمل کیا وہاں جا کر دیکھا تو واقعی تین آدمی موجود تھے۔ آپ نے ان سے وہی بات کہی۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم کسی کے بھیجے ہوئے ہیں۔ ان کے جواب میں آپ کے خادم نے بھی یہی کہا کہ میں بھی کسی اور کے حکم سے یہاں آیا ہوں۔ یہ سن کر وہ سب اٹھ کھڑے ہوئے اور واپس چلے گئے۔ ان کے واپس جاتے ہی عجمی لشکر میں ایک ہل چل مچ گئی اور سب بھاگ نکلے۔

شیخ عدی بن ابو البرکات نے ایک روایت بیان کی ہے کہ ایک روز شیخ عبد القادر جیلانی مدرسہ میں اہل مجلس سے خطاب فرما رہے تھے کہ بارش شروع ہو گئی۔ ہزاروں حاضرین ایسے تھے جو آسمان تلے بیٹھے تھے چنانچہ غوثِ اعظم نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر فرمایا میں تو تیرے (خدائے تعالیٰ) کے لیے لوگوں کو جمع کرتا ہوں اور تو انہیں منتشر کرنا چاہتا ہے۔

یہ فرمانا تھا کہ بارش بند ہوگئی۔ مدرسہ کے اندر بارش کا قطرہ تک نہ گرتا تھا مگر مدرسہ کے آس پاس بارش ہوتی رہی۔

شیخ محمد بن الخضر بیان کرتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت غوثِ پاک کی خدمت میں حاضر ہوا میرے دل میں شیخ احمد الرفاعی سے ملاقات کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اس خیال کے آتے ہی غوثِ اعظم نے فرمایا اے خضر! لو شیخ احمد کی زیارت کر لو میں نے آپ کے بائیں طرف نظر کی تو وہاں ایک بڑے پُر وقار بزرگ کو کھڑا پایا میں نے اٹھ کر اُن سے مصافحہ کیا۔ وہ کہنے لگے اے خضر! جو شخص شیخ عبد القادر کو دیکھ لے اسے لازم ہے کہ ساری دنیا کے اولیاء اللہ سے بے نیاز ہو جائے کیونکہ ہم لوگ بھی تو آپ ہی کے ماتحت ہیں۔ اس کے بعد وہ بزرگ (شیخ احمد رفائی غائب ہو گئے۔

محمد بن الخضر بیان فرماتے ہیں کہ غوثِ اعظم کے انتقال کے بعد جب میں شیخ احمد رفائی کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ وہی بزرگ ہیں جنہیں غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دیکھا تھا۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا کیا تیرے لیے میری پہلی ملاقات کافی نہ تھی۔ جو یہاں آنے کی زحمت گوارا کی۔

ایک دفعہ غوثِ پاک وعظ فرما رہے تھے کہ یکایک خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد لوگوں سے خطاب کیا کہ میں صرف تم سے سو دینار مانگتا ہوں فوراً سینکڑوں آدمی سو سو دینار لے کر آگے بڑھے۔ آپ نے ان میں سے صرف ایک آدمی سے سو دینار لے لیے باقی کو واپس کر دیا۔ آپ نے ایک خادم کو یہ رقم دے کر فرمایا کہ فلاں مقبرہ پر جاؤ وہاں ایک بوڑھا بربط نواز ملے گا اسے یہ دینار دے دو پھر اسے میرے پاس لے آؤ خادم کا بیان ہے کہ میں نے غوثِ اعظم کے ارشاد کے مطابق وہ رقم بربط نواز کو دے دی وہ دیکھتے ہی چلایا اور بے ہوش ہو گیا کچھ عرصہ بعد ہوش میں آیا تو میں نے اُسے کہا کہ ہمارے شیخ بلاتے ہیں۔ وہ بربط لے کر میرے ساتھ چل دیا۔

جب ہم غوث اعظم کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے اسے منبر کے پاس بلایا اور کیفیت پوچھی۔ وہ کہنے لگا مجھے شروع ہی سے گانے بجانے کا شوق تھا۔ لوگ میرے گانے کو بہت پسند کرتے تھے لیکن بڑھاپے میں جب میری آواز بدل گئی تو لوگوں کی توجہ بھی کم ہو گئی اور میری قدر جاتی رہی چنانچہ میں نے عہد کر لیا کہ زندوں کو گانا نہ سنایا کروں میں نے قبرستان میں گانا بجانا شروع کر دیا۔

ایک دن میں قبرستان میں گانے بجانے میں مصروف تھا کہ ایک مردے نے قبر سے سر نکال کر پوچھا کہ تم کب تک مردوں کو گانا سناتے رہو گے جا کر خدا کے بن جاؤ۔ اس کے بعد مجھ پر نیند طاری ہو گئی جاگنے پر میں نے یہ اشعار گائے (مطلب :- اے اللہ! قیامت کے دن کے لیے میرے پاس ساماں موجود نہیں سوائے اس کے کہ تیری رحمت کی امید رکھتا ہوں اور میری زبان تیری حمد و ثنا میں مصروف ہے، کل قیامت کے دن امید رکھنے والے تیری جناب میں کامیاب ہوں گے۔ اگر میں محروم رہ گیا تو میری بدبختی پر سخت افسوس ہے۔ اگر نیک لوگ ہی تیری خواہش کرتے ہیں تو گنہگار لوگ کس کے پاس جا کر پناہ لیں گے۔ میرا بڑھاپا قیامت کے روز تیری درگاہ میں شفاعت کرے گا۔ امید ہے تو میرے بڑھاپے پر نظر کر کے مجھے دوزخ سے بچا لے گا۔

بربط نواز نے کہا میں یہ اشعار پڑھ رہا تھا کہ آپ کا خادم آ پہنچا اس نے مجھے یہ سو دینار دیے اور آپ کی خدمت میں لے آیا۔ اب میں گانے بجانے سے سچے دل سے توبہ کرتا ہوں۔

یہ کہنے کے بعد اس نے اپنا بربط توڑ دیا۔ اس پر غوث اعظم نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

دیکھو! ایک شخص لہو لعب میں سچائی اختیار کرتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ اسے اس کے مقصد میں کامیاب کرتا ہے۔ لہٰذا جو شخص فقر و طریقت میں سچائی سے کام لے گا

اس کا انجام کس قدر بابرکت ہو گا۔ تم ہر حال میں سچائی اختیار کرو۔

آپ کے پیر طریقت

شیخ حماد بن مسلم دباس رحمۃ اللہ علیہ غوث پاکؒ کے پیر طریقت تھے۔ بغداد کے بڑے مشائخ میں شمار ہوتے تھے۔ علوم وحقائق میں علمائے راسخین میں سے تھے۔ مریدوں کی تعلیم و تربیت میں بہت مہارت رکھتے تھے۔ بغداد کے کئی مشائخ اور صوفیا نے آپ سے استفادہ کیا۔ آپ کی ولادت رحبہ نام ایک گاؤں میں ہوئی جو شام میں دمشق سے میل بھر کے فاصلے پر واقع تھا۔ بغداد میں تشریف لانے پر مظفریہ نام ایک محلہ میں سکونت اختیار کی۔ آپ انگور و خرما کا شیرہ فروخت کیا کرتے تھے۔ اس لیے آپ کو دباسؒ کہا جاتا ہے۔ مشہور ہے کہ آپ کے شیرہ پر بھڑ یا مکھی نہیں بیٹھتی تھی۔ آپ نے ۵۲۵ھ میں وفات پائی۔

زہد و عبادت، شریعت و طریقت اور کشف و مکاشفہ جیسے فضائل سے متصف تھے۔ تقویٰ اور پرہیزگاری میں مانے ہوئے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز آپ شیخ معروف کرخیؒ کی زیارت کے لیے جا رہے تھے۔ کہ راستہ میں ایک مکان سے ایک عورت کے گانے کی آواز آئی۔ آپ آواز سنتے ہی واپس آ گئے اور اہل خانہ سے فرمایا کہ ہم لوگ کس مصیبت میں مبتلا ہیں کہ لہو لعب میں مبتلا کرنے والی آواز ہمارے کانوں میں آئی۔ اہل خانہ نے بتایا کہ ہم نے ایک برتن خریدا ہے جس میں ایک تصویر بنی ہوئی ہے شائد یہی ہمارا قصور ہے۔ آپ نے برتن منگایا اور تصویر مٹا دی۔

امام شعبانی طبقات الکبریٰ میں لکھتے ہیں کہ شیخ حماد علوم حقائق کے علمائے راسخین میں سے تھے انہیں مریدوں کی تربیت کی ریاست ملی تھی۔ اور پوشیدہ واردات کے کشف کے بارے میں ان پر اجماع منعقد ہوا تھا۔ ان کے وقت کے بہت سے علماء اور صوفیائے بغداد انہیں کی طرف منسوب تھے۔ اور یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی شیخ

؎ دبس اس عرق کو کہا جاتا ہے جو رطب میں سے نکلتا ہے اس رعایت سے دباس کے معنی ودشاب فروش کیے ہیں۔

عبدالقادرؒ نے صحبت پائی۔

غوث اعظمؒ اپنی جوانی کے زمانہ میں ان کی صحبت میں رہا کرتے تھے ایک روز غوث اعظم آپ کی مجلس میں ادب سے بیٹھے ہوئے تھے جب اٹھ کر باہر گئے تو شیخ حماد نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا: "ایں عجمی را قدمی است کہ در وقت وے بر گردن ہمہ اولیا خواہد بود وہر آئینہ مامور شود بانہ بگوید "قدمی ھذا علی رقبۃ کل ولی اللہ" وہر آئینہ آں را بگوید۔ ہمہ اولیا گردن نہند"

صاحب مرأۃ الاسرار فرماتے ہیں کہ اکثر مشائخ مثل شیخ عبدالقادر جیلانی و شیخ ابوالنجیب سہروردیؒ بخدمت وے استفادہ کردہ اند"

"تکملہ" میں شیخ ابوالنجیب سہروردی لکھتے ہیں کہ آغاز حال میں میں نے شیخ حماد دباسؒ کے پاس جا کر شکایت کی کہ باوجود کثرت مجاہدہ کے فتحیاب نہیں ہوتا۔ شیخ نے جواب دیا کل جب مدرسہ سے اٹھو تو ایک ہانڈی میں دودھ لے کر میرے پاس آؤ۔ چنانچہ دوسرے روز میں مدرسہ سے نکل کر دودھ کی ہانڈی سر پر رکھ کر شیخ کی خدمت میں چلا بازار سے گزرا تو لوگ مجھے دیکھ کر حیران ہوئے۔ جب میں سانس اوپر لیتا تو ایسے معلوم ہوتا جیسے گھی پگھلتا ہے اسی طرح میں اندر سے پگھلتا جاتا ہوں۔ شیخ حماد کے جائے قیام پر پہنچا تو دیکھا وہ دروازہ میں میرے منتظر کھڑے ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی ایسی نگاہ ڈالی کہ میں مالامال ہو گیا۔ اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ سارا دودھ بھی زمین پر گر پڑا۔ شیخ نجیب الدین فرماتے ہیں کہ میں آج تک اس نگاہ کا اثر محسوس کرتا ہوں۔ غرض یہ شیخ حماد دباسؒ کی کرامات میں سے ایک کرامت ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی اور بھی کئی کرامات مشہور ہیں۔

شیخ نجیب الدین فرماتے ہیں کہ خلیفہ المسترشد باللہ کا ایک غلام آپ کے پاس آیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ نے اس سے فرمایا مجھے تمہارے نصیب میں قرب الٰہی لکھا نظر آتا ہے۔ دنیا کو چھوڑ کر اللہ کی طرف رجوع کرو۔ چونکہ خلیفہ کے ہاں اس غلام

کی بہت قدرومنزلت تھی اس لیے اس نے آپ کا کہنا نہ مانا اور دنیا میں پھنسا رہا۔
آپ نے دوبارہ اسے سمجھایا مگر وہ نہ مانا۔ تب آپ نے فرمایا تیرے متعلق اللہ تعالےٰ نے مجھے حکم دیا ہے جس طرح چاہوں کھینچوں اب میں تم پر برص کی بیماری مسلط کرتا ہوں۔ یہ کہنا تھا کہ اسے برص کی بیماری لاحق ہوگئی۔ لوگ یہ دیکھ کر بے حد حیران ہو گئے۔ غلام خلیفہ کے پاس گیا خلیفہ نے اس کے علاج کے لیے طبیبوں کو بلایا لیکن سب نے جواب دیا کہ اس کا علاج نہ ہو سکے گا۔

کچھ مدت بعد لوگوں نے خلیفہ کو مشورہ دیا کہ اس غلام کو محل سے نکال دیا جائے۔ خلیفہ نے اسے نکال دیا۔ تب وہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے قدموں کو چوم کر بدحالی کی شکایت کی۔ اور آپ کے حکم پر عمل کرنے کا عہد کیا۔ شیخ نے اس کی قمیص اتروا کر فرمایا اے برص جدھر سے آیا ہے ادھر ہی چلا جا۔ یہ فرمانا تھا کہ برص جاتا رہا اور وہ شخص تندرست ہو گیا۔

اگلے دن غلام کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ اب پھر خلیفہ کے پاس چلا جاؤں حضرت شیخ نے اپنی انگلی سے اس کی پیشانی پر ایک خط کھینچا۔ اتنی جگہ میں پھر برص کا نشان پڑ گیا۔ تب آپ نے غلام سے کہا یہ نشان تجھے خلیفہ کے پاس جانے سے روکے گا۔ اب اس غلام پر اثر ہوا اور اس نے آپ ہی کی خدمت میں رہنے کا عہد کر لیا۔

ایک مرتبہ آپ ایک گاؤں سے گزر رہے تھے کہ ایک امیر کو دیکھا جو گھوڑے پر سوار چلا جا رہا تھا۔ امیر نے آپ کی شان میں گستاخی کے کلمے کہے۔ آپ جلال میں آ گئے فرمایا اے گھوڑے! اسے پکڑ، یہ کہنا تھا کہ گھوڑا آناً فاناً اپنے سوار کو ہوا کی طرح اڑا کر لے گیا۔ اور وہ نظر سے ایسا گم ہوا کہ پھر کبھی اس کا سراغ نہ ملا۔ خلیفہ کو خبر ملی تو اس نے اپنے امیر اور گھوڑے کی بہت تلاش کی مگر بے سود۔ شیخ حماد نے فرمایا مجھے رب العزت کی قسم ہے گھوڑا اسے کوہ قاف سے بھی پرے لے گیا ہے اور قیامت

کے دن وہ وہیں سے اٹھایا جائے گا۔

آپ کی وفات اسی محلہ میں ہوئی جس میں سکونت رکھتے تھے۔

آپ کے چند نادر اقوال اس قابل ہیں کہ انہیں بھی ملاحظہ کر لیا جائے چنانچہ ذیل میں درج کیئے جاتے ہیں۔

اللہ تعالٰے تک پہنچنے کا سب سے نزدیکی راستہ اس کی محبت ہے اور اس کی محبت میں صفائی نہیں پیدا ہوتی جب تک کہ محب روح مخفی نہ ہو جائے یعنی روح بلا نفس نہ رہ جائے جب تک اس کا نفس باقی ہے۔ وہ کبھی اللہ تعالٰے کے عشق کا مزہ نہیں چکھ سکتا۔

دل تین طرح کے ہیں۔ ایک وہ جو دنیا کے پیچھے لگے رہتے ہیں، دوسرے وہ جو عقبیٰ کی تلاش میں لگے رہتے ہیں۔ تیسرے وہ جو صرف اللہ سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے پھرانے سے پھرتے ہیں۔

جب تمھارے وجود سے نفسانی خواہش دور ہو جائے گی تو توحید حاصل ہو گی اور جب تمھاری تدبیروں میں تمھاری مراد کو دخل نہ ہو گا تو فنا رخ دکھائے گی۔ لیکن اگر وہ تمھیں بلائے تو جواب دو، اگر تم سے وعدہ کرے۔ تو توکل کرو اور اگر تمھیں حکم دے تو سر تسلیم خم کرو، اگر تم سے مانگنے کو کہے تو کہو میں تصدیق کر چکا ہوں۔ اگر عبادت کرنے کو کہے تو توفیق طلب کرو۔ اگر توحید کرنے کو کہے تو یہ درخواست کرو کہ مجھے اپنی طرف جذب کر لے پھر اگر معرفت آئے گی تو فضلِ ربانی ہو گی، اور تمھاری ساری ہستی زایل ہو جائے گی۔ تم اس کے قبضہ میں ایسے صاحب دل ہو جاؤ گے کہ تمھاری جو چیز ہو گی وہ رب عزوجل ہی کے ذریعہ سے ہو گی۔

آپ کے فیضیافتگان

غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے علوم شریعت و طریقت میں استفادہ حاصل کرنے والوں اور روحانی و باطنی فیوض پانے والوں کی تعداد۔

ہزاروں سے زیادہ ہے۔ ان اصحاب میں عوام بھی ہیں خواص بھی علماء بھی ہیں اور مشائخ بھی، درویش بھی ہیں اور صلحاء بھی، فقراء بھی ہیں اور بادشاہانِ وقت بھی غرض آپ علم و عرفان کے سمندر تھے جس میں بیک وقت ہزارہا تشنگانِ حق نے غواصی کر کے اپنی اپنی طاقت اور حوصلہ کے مطابق کچھ نہ کچھ حاصل کیا۔ لاتعداد مشائخِ کرام نے آپ کی زندگی میں آپ کے چشمہ روحانیت سے سیراب ہو کر اپنے اپنے زہد و اتقاء سے آپ کے خلفاء کی حیثیت حاصل کر کے دنیا میں نام پایا۔ ان حضرات کرام میں سے چند اولیاء، وصلحاء، اور خلفا حضرات کے اسمائے گرامی ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

آپ کے شرف صحبت سے بہرہ ور ہونے والوں اور آپ سے فیض و خرقہ خلافت حاصل کرنے والوں[۱] میں شیخ ابو نجیب سہروردی سب سے زیادہ شہرت رکھتے ہیں اس لیے ان کے مفصل حالات بھی بیان کیے جاتے ہیں۔

شیخ ابو نجیب سہروردی آپ زنجان کے قریب سہرورد نام ایک مقام پر صفر ۴۹۰ھ میں پیدا ہوئے۔ جوانی کے زمانہ میں بغداد تشریف لے آئے۔ اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ وہاں کے جامعہ نظامیہ میں علوم ظاہری تحصیل فرمائے مشہور عالمِ دین امام اسعد میہنی سے اصول فقہ اور علم کلام میں درس لیا۔ نحو و ادب میں علامہ ابو الحسن سے اور حدیث میں امام بیہقی، علامہ خطیب بغدادی اور امام قشیری سے استفادہ فرمایا۔ امام اوحدی کی تفسیر پر پورا پورا عبور حاصل تھا۔ آپ نے افریقہ جا کر سکندریہ میں بھی قیام فرمایا[۲]۔ اور وہاں کے شیخ الحدیث سے بخاری شریف پڑھی۔ نفحات الانس اور بعض دیگر مستند کتب سے ثابت ہے کہ آپ طویل مدت تک حضرت غوث اعظم کی صحبت بابرکت میں رہے۔ اور ان سے خرقہ تبرک بھی حاصل فرمایا۔

---

[۱] اخبار الصالحین صد ۲۶۴

[۲] نفحات الانس

ابتدائی عمر میں اپنے چچا شیخ وجہ الدین کی صحبت میں رہے۔ اور ان سے فیض حاصل کیا۔ بغداد میں علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔ درس و تدریس کا سلسلہ شروع سے جاری تھا۔ علوم باطنی کے میلان نے درس و تدریس کا سلسلہ چھڑا دیا۔ اور آپ نے درویشی اختیار کر لی۔ فقراء کے ساتھ زیادہ وقت گزارنے لگے۔ گویا اب آپ کی عملی زندگی کا آغاز ہو رہا تھا چنانچہ مجاہدہ و ریاضت میں لگ گئے۔ چلّے کاٹنے لگے۔ حضرت احمد غزالی کی صحبت میسر آگئی۔ چنانچہ انھیں کی خدمت میں رہ کر منازل سلوک طے کرنے لگے۔

آپ کے مجاہدے بہت سخت ہوا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اپنے اور اپنے احباب یا ساتھیوں کی معیشت کا بندوبست پانی بھر کر کیا کرتے تھے۔ غرض مجاہدات کی کٹھن منزلیں طے کرنے کے بعد مسند ارشاد و ہدایت پر متمکن ہوئے اور خلق خدا کی باطنی اصلاح اور روحانی ترقی کے کام پر لگ گئے۔ طالبانِ حق جوق در جوق آپ کی مجلس میں آتے اور دینی و دنیوی استفادہ حاصل کرتے۔

محرم ۵۴۵ھ میں خلیفہ بغداد کی خواہش پر آپ مدرسہ نظامیہ کے صدر مقرر ہوئے۔ مگر دو سال بعد ہی استعفیٰ دے دیا۔ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی جو بڑے پایے کے اولیاء اللہ گزرے ہیں۔ آپ کے برادر زادہ شاگرد اور سجادہ نشیں تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری[1] جب بغداد تشریف لائے تو شیخ ابو نجیبؒ سے بھی ان کی ملاقات ہوئی تھی۔ اور وہ بھی آپ کے فیضان صحبت سے مستفید ہوئے تھے۔

---

[1] اخبار الصالحین کے مصنف نے ملا شیخ جمال الدین چشتی سہروردی کی یہ روایت نقل کر کے اس کی صحت پر شبہ کا اظہار کیا ہے۔ کتاب خواجہ غریب نواز مطبوعہ کتاب منزل لاہور کے صفحہ ۱۰۴ پر خواجہ اجمیری کے جلیسوں کے نام آئے ہیں ان میں شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کا نام بھی مذکور ہے مگر شیخ ابو نجیب سہروردی کا ذکر نہیں ملتا۔

آپ کا احترام صرف درویشوں طالب علموں اور مریدوں تک ہی محدود نہ تھا بلکہ خلیفہ بغداد اور دوسرے مسلم سلاطین بھی آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ اور آپ کے ارشاد کی تعمیل اپنے لیے موجب عزت و مسرت خیال کرتے تھے۔ جب ابوجعفر منصور خلیفہ ہوا تو آپ نے اسے بہت سی نصیحتیں کیں۔ حکومت میں عدل و انصاف اور رعایا پروری کے بارے میں اسے تلقین کی اور فرائض دین کی ادائیگی کے بارے میں بھی تاکید کی۔[1]

وقت کے بعض مشہور فقہا، محدثین اور علما، آپ کے حلقہ درس میں شامل ہوا کرتے تھے۔ اور آپ کے شاگردوں اور مریدوں کا درجہ رکھتے تھے۔ ان میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

امام فخر الدین ابو علی در سطی، حافظ ابن عساکر، حافظ عبد الکریم سمعانی محدث، قاضی عبد الفتوح تکریتی، زین العلما، ابو البرکات محدث، "کتاب الانساب" میں امام سمعانی نے تحریر فرمایا ہے کہ وہ کئی بار شیخ ابو نجیب کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر ان کے کلام اور رشد و ہدایت سے مستفید ہوا کرتے تھے۔ انہوں نے شیخ کے بعض اقوال بھی لکھے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ شیخ سبز چادر اوڑھا کرتے تھے۔ خچر پر سواری کیا کرتے تھے۔ لوگوں میں آپ کو اتنا اونچا درجہ حاصل تھا کہ جب آپ سوار ہو کر نکلتے تو لوگ پیادہ پا ساتھ ساتھ چلتے شیخ الشیوخ عمر سہروردی، شیخ نجم الدین کبری اور شیخ اذر بھان مصری آپ کے خاص

[1] کامل ابن اثیر۔

[2] بعض بیانات کے بموجب حضرت غوث اعظم اور خواجہ معین الدین چشتی کی ملاقات اسی وقت ہوئی جب خواجہ صاحب شیخ نجم الدین کبری سے ملاقات کر کے واپس جا رہے تھے "خواجہ غریب نواز" میں پوری تفصیل اس طرح درج ہے "یہ ملاقات خراساں میں ایک پہاڑ کے دامن میں ہوئی جہاں خواجہ اجمیری ریاضت میں مشغول تھے اور دونوں بزرگ ستاون دن تک اکٹھے رہے پھر بغداد چلے گئے بعض کا بیان ہے کہ پیر و مرشد سے خرقہ خلافت حاصل کرنے

(باقی اگلے صفحہ)

خاص مریدوں کے نام ہیں۔

آپ کی تاریخ وفات کے بارے میں اختلاف ہے اخبار الصالحین کے بموجب آپ نے سنہ ۵۶۳ھ میں بعمر بہتر سال بغداد میں وفات پائی[۱] آپ نے ساری زندگی بغداد ہی میں گزاری۔ مزار مبارک بھی وہیں ہے۔ "حیات الکبریٰ" میں آپ کے بہت سے ارشادات بیان کیے گئے ہیں۔

غوث اعظمؒ کے تلامذہ جن حضرات نے غوثِ اعظمؒ سے باقاعدہ درس لیا اور علم شریعت وطریقت میں سند حاصل کی ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

عطیف بن زیاد الیمنی۔ عمر بن احمد الیمنی البجری۔ مکی بن ابو عثمان السعدی ابو القاسم بن ابو بکر احمد۔ عتیق بن ابو القاسم۔ تاج الدین بن بطر۔ محمد بن احمد بن

بقیہ حاشیہ ص۱۷۶:۔ کے بعد خواجہ صاحب نے بغداد کا راستہ لیا۔ راستہ میں سنجان نام ایک قصبہ تھا۔ جہاں خواجہ نجم الدین قیام فرما تھے۔ خواجہ صاحب ان سے ملے اور انہیں کی معیت میں کوہ جودی پر گئے (یہ وہی پہاڑ ہے جہاں سفینۂ نوح ٹھہرا تھا) یہیں ان دونوں بزرگوں کی ملاقات محی الدین شیخ عبد القادر جیلانیؒ سے ہوئی۔ یہیں سے تینوں بزرگ جیلان گئے۔ اور وہاں سے خواجہ اجمیری نے بغداد جاکر سکونت اختیار کر لی۔

عبد الحلیم شرر مذکورہ بیان کی تردید کرتے ہوئے اپنی کتاب موسومہ "معین الدین چشتیؒ" میں لکھتے ہیں کہ "بعض لوگوں نے لکھ دیا ہے کہ آپ سے حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی ملاقات ہوئی مگر یہ غلط معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ حضرت غوثِ الاعظم نے آپ کے ورودِ بغداد سے دو سال پیشتر ۵۶۱ھ کے ماہ ربیع الاول میں شربت وصال پیا تھا۔ آپ ان کی زندگی کے زمانے تک پیر و مرشد کے آستانۂ فیض کاشانہ سے باہر نہیں نکلے تھے۔" از "خواجہ غریب نواز" از ادارہ تصنیف و تالیف کتاب منزل کشمیری بازار لاہور

حاشیہ صفحہ ہذا:۔ ۱ ابن خلکان نے تاریخ وفات ۷ جمادی الثانی اور صاحب سفینۃ الاولیاء نے ۱۲ جمادی الثانی بیان کی ہے۔ نفحات الانس مطبوعہ نولکشور میں ۵۳۳ھ درج ہے۔ یہ یقیناً غلط ہے۔

بختیار۔ عبدالمنعم بن علی الحرانی۔ عبداللہ الاسدالیمنی۔ مدافع بن احمد۔ ابراہیم بن یسارۃ العدلی۔ فرزند عباس المصری۔ ابراہیم الحداد الیمنی۔ عمر بن مسعود البزاز۔ استادہ میر محمد الجیلانی۔ عبداللہ بطائی نزیل بعلبک۔ ابنائے عبدالرحمٰن و صالح ابوعثمان السعدی۔ عبداللہ بن الحسین بن العکبری۔ محمد بن ابوالمکارم الحجۃ الیعقوبی۔ عبدالملک بن ویال۔ عبدالرحمٰن بن نجم الخزرجی۔ ابواحمد الفضیلہ۔ ہلال بن امید العدنی۔ عثمان الیاسری۔ عبداللہ بن المنصوری سرزمۃ محمد الواعظ الحیاتا۔ ابومحمد عبداللہ بن ابوالحسن الجبائی۔ احمد۔ عبدالعزیز بن ابو نصر الجنانذی۔ یحییٰ التکریتی۔ یوسف بن مظفر العاقولی۔ احمد بن اسماعیل حمزہ عمر بن المدائنی۔ عبدالرحمٰن بن بقا۔ احمد بن مطیع۔ شریف احمد بن منصور۔ محمد بن نصرہ۔ محمد بن ابوالحسین۔ عبداللہ بن محمد بن ابوسعید۔ عبدالمحسن وزیرہ۔ دلف الحمیری۔ احمد بن الدبیعتی علی بن النفیس المامونی۔ علی بن ابوبکر بن ادریس عبداللطیف محمد الحرانی۔ محمد بن احمد الموذن۔ یوسف ہبۃ اللہ الدمشقی۔ محمد النخال۔ عبدالعزیز بن کلف۔ عبدالکریم بن المصیری۔ محمد بن اللیث الحزیز

مشاہیر خلفاء جن علمائے کرام نے غوثِ اعظمؒ سے شریعت و طریقت کا خرقہ پہنا اور خلافت و اجازت حاصل کی ان کی تعداد کا صحیح یقین نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ چند مشاہیر خلفائے کرام کے نام درج ذیل ہیں۔

شیخ العارفین ابوالسعود احمد بن ابی بکر حریمی عطار۔ شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم بن ثابت المعروف ابن الکیبردنی۔ امام ابوعمرو عثمان بن مرزوق بن حمید بن سلامت قرشی۔ شیخ ابومحمد عبداللہ خشاب۔ امام ابواسحاق ابراہیم بن عبدالواحد مقدسی شیخ ابومحمد عبداللہ بن حسین بن الفضل جبائی۔ علامہ فقیہ ابوالحسن علی بن ابی طاہر بن ابراہیم۔ فخرالفقہاء قاضی ابویعلی۔ حافظ ابوالخیر عبدالمغیث بن زہیر بن

زرادبن علوی حریمی ۔ ابوالفتح نصر بن بطر نتنی ۔ امام ابومحمد محمود بن عثمان ۔ ابوعمرو عثمان
بن اسمٰعیل بن ابراہیم سدی ملقب بہ شافعی زمان ۔ شیخ ابومحمد رسلان بن عبداللہ
بن شعبان ۔ شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی المعالی آدانی ۔ شیخ ابوعبداللہ بن سنان ۔
شیخ ابوعلی حسن بن عبداللہ بن رافع انصاری ۔ شیخ محمد ابوطلحہ بن مظفر ۔ شیخ ابو
الخلیل احمد بن السعد بن وہب بن علی بغدادی ۔ تاج العلماء شیخ ابوالبقار
محمد ازہری ۔ غلام ابوالحسن علی بن احمد بن وہب ازبی ۔ قاضی ابوالحسن علی
قاضی القضاۃ علامہ ابوالقاسم عبدالملک بن عیسیٰ بن ادریس ماردینی شافعی
قاضی ابوطالب عبدالرحمٰن مفتی عراق ۔ امام ابواسحاق ابراہیم بن مریبل بن
نصر مخزومی ۔ شیخ ابوعبداللہ بن رسلان بن عبداللہ فقیہہ شافعی ۔ ابوبکر عبداللہ
بن نصر بن حمزہ تیمی بکری صدیقی بغدادی (مفتی عراق) ۔ شیخ ابومحمد عبدالجبار
بن ابی الفضل بن فرح بن حمزہ ازجی تقفی حصری ۔ ابوعبداللہ عبدالغنی بن
عبدالواحد مقدسی ۔ ابوعمر محمد بن احمد بن محمد قدامہ مقدسی ۔ امام موفق الدین
ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ مقدسی ۔ شیخ ابوالفتح محمد بن قاضی ابوالعباس
احمد ۔ شیخ ابوالقاسم خلف بن عیاش بن عبدالعزیز مصری ۔ شیخ امام نجم الدین
ابوالفرج عبدالمنعم بن علی بن نصیر بن صیقل صرانی ۔ استاذ الفقہا شیخ ابوالحسن
علی بن ابراہیم بن حداد یمنی ۔ شیخ ابومحمد عبداللہ اسدی ۔ شیخ ابوحفص عمر بن
احمد یمنی ۔ شیخ ابومحمد مدافع بن احمد ۔ شیخ ابواسحاق ابراہیم بن بشارت بن
یعقوب عدنی ۔ شیخ ابوالقاسم عمر بن مسعود بن الغر بغدادی ۔ شیخ صالح
ابوعبداللہ شاہ میر بن محمد بن نعمان جیلانی ۔ ابوعبداللہ بطائحی لبلائی ۔ شیخ

؎ غوثِ اعظم کی وفات کے بعد ان کی سب سے پہلی سوانحِ عمری "انوار الناظر فی معرفۃ اخبار الشیخ عبدالقادر"
کے نام انہیں بزرگ نے پہلی مرتبہ شائع کی ۔

علامہ امام ابو محمد ابراہیم بن محمود بعلبکی ۔ شیخ امام ابو الحرم مکی بن امام ابو عمر عثمان بن اسمٰعیل بن ابراہیم سعدی ۔ شیخ ابو البقا صالح بہاؤ الدین نور الاسلام ۔ شیخ امام البقا عبد اللہ بن حسین بن عبد اللہ بکری بصری نابینا ۔ شیخ ابو عبد اللہ محمد بن شیخ امام ابو محمد محمود ۔ شیخ ابو محمد عبد الرحمٰن بن امام ابو حفص عمر بن غزالی واعظ شیخ ابو العباس احمد بن شیخ ابو بکر احمد ۔ شیخ ابو بکر عتیق بن ابی الفضل ۔ حافظ ابو محمد عبد اللہ بن ابی نصر محمود بن المبارک خیاندی معروف تاج الحافظ ۔ شیخ حافظ ابو عبد اللہ محمد بن ابی المکارم فضل بن بختیار بن ابی نصر یعقوبی ۔ علامہ ابو عبد الملک زیان بن ابی المعالی بن راشد بن بنان عراقی ۔ شیخ امام ابو احمد شیخ امام ابو الفرج عبد الرحمٰن بن شیخ ابو العلی نجم بن شرف الاسلام ابو البرکات عبد الوہاب ۔ شیخ ابو المجد عیسیٰ بن امام موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد قدامہ مقدسی ۔ شیخ ابو موسیٰ عبد اللہ بن حافظ ابو محمد عبد الغنی بن عبد الواحد مقدسی ۔ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد بن عبد الرحمٰن مقدسی ۔ شیخ ابو الفتوح یحییٰ بن شیخ ابو السعادت سعد اللہ بن حسین ۔ شیخ ابو الفتوح نصر بن ابو الفرج محمد بن علی بغدادی ۔ شیخ ابو محمد یوسف بن المظفر بن شجاع عاقوی ۔ ازجی صہار شیخ ابو العباس احمد بن اسمٰعیل بن ابی البرکات مبارک بن حمزہ بن حسین بن ازجی ۔ شیخ فقیہہ ابو الفضل اسحاق بن احمد ۔ شیخ امام ابو القاسم ہبۃ اللہ بن

ؒ مولانا محمد داؤد اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ آپ فقہا محدثوں ، صرفیوں ، نحویوں ، اصولیوں کے سردار مختلف علوم کے امام اور متعدد تصانیف کے مصنف تھے ۔ جب آپ حضور غوثیت مآب کی مجلس میں پہلی دفعہ گئے تو اپنے دل میں کہا ! اس عجمی کے کلام کو کیا سنوں گا ۔ ابھی آپ کے دل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ حضور غوثیت مآب نے اپنا کلام قطع کر کے فرمایا اے دل اور آنکھوں کے اندھے تو اس عجمی کے کلام کو کیا سنے گا ۔ بس اس کے سنتے ہی آپ ذرہ سکے اور منبر کے پاس جا کر حضور کے قدموں پر گر پڑے ۔ حضور نے کچھ دیر توجہ دی تو آپ کو خلعت خرقہ سے سرفراز فرمایا ۔

احمد - شیخ عبداللہ محمد بن سمدویہ صریفینی - شیخ ابو طاہر بن شیخ ابوالعباس احمد بن علی بن خلیل بن ابراہیم بن خلیل جوسقی صرصری - شیخ ابوبکر محمد بن عمر بن ابی بکر بن عبداللہ ازجی - شیخ عبدالقادر بن عثمان بن ابی البرکات - شیخ ابومحمد عبدالعزیز بن ولف بن ابی طالب بغدادی - شیخ ابومحمد عبدالعظیم بن شیخ ابو محمد عبدالکریم بن محمد مصری - شیخ امام حافظ ابومنصور عبداللہ بن محمد بن ولید بغدادی - شیخ ابوالفرج عبدالمحسن - شیخ امام ابومحمد ابراہیم بن محمود بن جوہر لبلبکی - شیخ فقیہ ابوعبداللہ محمد بن حسین بن عبداللہ بن عیسٰی بن ابی الرجال یونینی لبلبکی - شیخ صوفی ابوعبداللہ محمد بن عبدالصمد بن ابی عبداللہ بن حمائل بن خلیل بن راشد انصاری -

خلفا کی عظمت

حضرت سعید بن صالح فرماتے ہیں "حضرت غوث الثقلین کے خلفاء سراپا رحمت تھے ان کی فیض یابی سے عرب و عجم کا ہر گوشہ منور ہوا۔ ۵۵۱ھ میں حضرت نے بہت سے داعیانِ ہدایت مختلف علاقوں میں ایسے روانہ کیے تھے جو آسمانِ معرفت کے روشن ستارے تھے۔ جن کو تزکیۂ قلوب اور اصلاح خلق کا بے نظیر تجربہ تھا۔ جن کے اندر شانِ تسلیم رضا تھی۔ جن کو روحانی قوت میں کمال حاصل تھا۔ وہ داعیانِ معرفت بہت سے گمراہوں کو راہِ راست پر لائے۔ انہوں نے عیش پرستوں کے قلوب کو سنوارا۔ جن کے دل بیمار تھے ان کا علاج کیا۔ اور جو مبتلائے معصیت تھے۔ وہ پرہیزگار بن گئے۔ جو حرص و ہوس کے زندان میں اسیر تھے انہیں آزاد کیا۔ جو ظلمت کدوں میں تھے انہیں نور خدا کی محفل میں محو کیا۔ یہ فیض صرف مسلمانوں ہی تک محدود نہ تھا بلکہ یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین بھی اس ہدایت سے محروم نہ تھے۔ شروع شروع میں داعیانِ معرفت کو سخت تکلیفیں اٹھانا پڑیں لیکن انجام کار وہ کامیاب ہوئے۔

یہ داعیانِ معرفت زہد و تقویٰ میں بے مثل تھے۔ علوم کے آفتاب تھے۔

معرفت کے مسائل بیان کرنے میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ اشاعت اسلام سے انہیں عشق تھا۔ ان کے فضل وکمال کا سکہ عرب وعجم میں ہر جگہ تسلیم کیا جاتا تھا۔ ان حضرات نے طویل عرصہ تک ارشاد وتلقین کا ہنگامہ برپا رکھا۔ ان کے علم وفضل، ان کی ایثار مندی، ان کے حلم اور ان کی تواضع نے انہیں ہر دلعزیز بنا دیا تھا۔ ان کی سعی وکوشش سے صدہا گم گشتگان راہ کو فائدہ پہنچا۔ ان کی تبلیغی جد وجہد سے عراق وشام میں زندگی کی ایک نئی لہر پیدا ہوگئی۔

یہ داعیانِ معرفت اکثر والذین امنو اشد حباً للّٰہ کی روح پرور تفسیر بیان کرتے اور یہ کہتے "اللہ کی محبت ہی رازِ حیات ہے۔ اگر اس کی لو دل میں نہ ہو۔ تو وہ گوشت کا ایک بے جان ٹکڑا ہے"۔ اس سلسلہ میں یہ بھی کہتے "علائق کے ہجوم میں گرفتار رہ کر اپنے معبود سے محبت کرنا اور اس کی رضا مندی کو سامنے رکھنا یہ سب سے بڑا جہاد ہے یہ سالک وہ ہے جو ہر کام میں رضائے الٰہی کا طلب گار ہو۔ اگر یہ راہ اختیار کر لی جائے تو انسان کی پوری زندگی عبادت بن جاتی ہے"۔

یہ داعیانِ محترم کبھی کبھی یہ آیت پڑھتے۔!

من یتق اللّٰہ یجعل لہ مخرجاً ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی اللّٰہ فھو حسبہ:۔

بعض مجالس میں کیفیاتِ قلب پر بحث کی جاتی۔ یہ کہا جاتا کہ دل کی مثال آئینہ کی سی ہے جب اس پر گناہوں کے حجابات پڑ جاتے ہیں تو وہ نظارہ جمال کے قابل نہیں رہتا۔ اور جب حجابات دور ہو جاتے ہیں تو وہ نظارۂ جمال کے قابل ہو جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر یہ کہ جب گناہوں کے بادل چھا جاتے ہیں تو آئینہ دل غبار آلودہ ہو جاتا ہے اور اس میں انوار ربانی کو کھینچنے کی کوئی صلاحیت باقی نہیں رہتی اس سلسلہ میں سرکار رحمتِ دو عالم فرماتے ہیں:

الاوان فی الجسد لمضغة اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی قلب

(معلوم ہونا چاہیئے کہ گوشت کا ایک ایسا ٹکڑا ہے جس پر انسان کی اچھائی اور برائی کا مدار ہے جب وہ ٹھیک ہوتا ہے تو انسان ٹھیک رہتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو انسان میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اس کا دل ہوتا ہے)

یہ داعیانِ محترم گناہ گاروں کو سختی سے ڈانٹتے نہیں تھے بلکہ اخلاق و محبت کے ساتھ ان سے راہ و رسم پیدا کرتے تھے۔ اور پھر ان کو ذکر فکر کی دعوت دیتے تھے اچھا لباس حاصل کرنے، اچھا ماحول پیدا کرنے اور اچھی غذا کھانے کی ہدایت کرتے تھے۔ قلب کی اصلاح کرنے اور ملکوتی قوتوں کو ابھارنے کے لیے عبادت کی طرف بھی توجہ دلاتے تھے۔[1]

عاصم بن نجیب الدین کا بیان شیخ عاصم بن نجیب الدین فرماتے ہیں میں طویل عرصہ تک (غوثِ اعظم کے) داعیانِ محترم کے ساتھ رہا میں نے کبھی خلوت و جلوت میں ان کو سر برہنہ اور پاؤں پھیلائے ہوئے نہیں دیکھا۔ ان کا اندازِ بیان دل کش اور آواز بلند و صاف تھی خشک سے خشک مضمون کو نہایت فصاحت سے ادا کرتے تھے۔ ان کی زبان کسی کی غیبت سے آلودہ نہیں ہوتی تھی۔ ہر وقت تعلیم و ارشادات میں مشغول رہتے۔ وہ سب خادمانِ دین، دنیاوی جاہ و حشمت کو حقیر سمجھتے۔ اکثر اپنی تقاریر میں یہ کہتے:

"جس علم پر عمل نہ ہو ایک بے جان جسم کی مانند ہے اور جس علم نے خواہش و معاصی سے نہ روکا وہ خاک سے بدتر ہے۔"

کبھی کبھی کسی سوال کے جواب میں کہتے۔

---

[1] سیرت غوثِ اعظم۔

"ہمارے شیخ نے تربیت و تعلیم باطنی حضرت سید الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بلاواسطہ پائی ہے اور خلافت حضرت قاضی القضاۃ سلمان ابوسعید مخزومی سے حاصل کی ہے۔ ہمارے شیخ مقتدائے خلق اور علوم ظاہری و باطنی کے آفتاب ہیں"۔

اس آفتابِ معرفت کے نور سے ریگستانِ عراق کا ذرہ ذرہ روشن ہوا اور ہزاروں گُم گشتگانِ راہ نے اس کی روشنی میں اپنی منزلِ مقصود کا پتہ لگایا۔

سلیمان بن داؤد کا بیان

حضرت سلیمان بن داؤد بغدادی لکھتے ہیں کہ حضرت غوث الثقلین کے اکثر مرید اور خلفاء درد و اثر کے دریا، حلم و بردباری کے پہاڑ اور مروت و شفقت کے سمندر تھے۔ غریبوں کو کھانا کھلاتے اور یتیموں کی پرورش کرتے تھے۔ جن اصحاب کو دعوت و تبلیغ کے لیے مقرر کیا گیا تھا وہ صف اول کے خطیب تھے۔ برمحل اور برجستہ خطبہ دیتے تھے۔ ان کی آوازیں بلند تھیں۔ تقریر باثر ہوتی تھی۔ قوتِ تقریر کے ساتھ تحریر میں بھی ان کو کمال حاصل تھا ان کی رائے نہایت صائب ہوتی تھی۔ دن کے وقت تبلیغی کاموں میں مشغول رہتے رات عبادت کے لیے تھی۔ جب سحر نمودار ہوتی تو گھر والوں کو عبادت کے لیے جگاتے ان میں سے اکثر ہر سال حج کرتے تھے۔ ان میں سادگی تھی۔ اکثر فرشِ خاک پر سو جاتے۔

بعض داعیانِ محترم نہایت بے تکلفی اور سادگی سے رہتے تھے۔ کپڑوں میں کئی کئی پیوند لگے ہوتے۔ اخلاق کے لحاظ سے بے مثل تھے۔ زہد و قناعت، تواضع و انکسار، صبر و رضا اور شکر و توکل کا سرمایہ ان کے پاس کثیر تھا۔ اپاہجوں کی خدمت کرنا وہ اپنا فرض سمجھتے تھے۔ ان کے پاس جا کر وضو کراتے، ان کے سر میں تیل ڈال دیتے۔ ان کے کپڑے دھو کر سکھاتے اور انہیں کھانا کھلاتے۔ وہ سفر و حضر اور خلوت و جلوت میں ایثار و اخلاق کو سامنے رکھتے تھے۔ ان کے خلوص اور ان

کی حق پرستی سے ہر شخص متاثر ہوتا تھا۔ جو شخص ان کے قریب رہتا وہ ان کے قالب میں ڈھل جاتا۔ وہ جن علاقوں میں جاتے وہاں سے ضرور بدکاری اور بادہ نوشی کا خاتمہ کر دیتے۔ وہ جن لوگوں کو تعلیم دیتے۔ وہ پاکیزہ نفسی، نیک خوئی اور حق پرستی کا مرجع بن جاتے

حضرت غوث الثقلین نے ۵۴۱ھ میں مندرجہ ذیل مقامات پر تبلیغ کے مدارس قائم کئے تھے۔ طوس، بسطام، تبریز، ہمدان، موصل، کوفہ، الحطیف، حلب اور دمشق۔ ان مقامات پر داعیانِ محترم نے تربیت قلوب، اور اصلاح خلق کا کام بڑی خوبی سے انجام دیا۔ ان کی تبلیغی جدوجہد سے ہزاروں گمراہ راست پر آ گئے۔ ہزاروں غفلت شعار خواب غفلت سے جاگ اٹھے۔ بہت سے مبتلائے معصیت پرہیزگار بن گئے۔ حرص و ہوس کے آرزومند حق تعالیٰ کی رضامندی چاہنے لگے۔ لذتِ نفس کے پجاری عابد و زاہد بن گئے۔ ظالموں کے اندر نرم دلی پیدا ہو گئی۔ معرفت حق کا پیغام اس طرح نشر ہوا کہ آسمان کی ہزاروں گردشیں اور زمانہ کے ہزاروں انقلابات بھی ان اثرات کو ختم نہیں کر سکے۔[1]

امام احمد بن حنبلؒ

حضرت غوثِ اعظم کے عقائد کے ضمن میں بتایا گیا ہے کہ آپ حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مذاہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ زیادہ رجوع حضرت امام احمد بن حنبل کی طرف تھا۔ اپنی تصانیف خصوصاً غنیۃ الطالبین میں غوثِ اعظم نے زیادہ تر امام احمد بن حنبل ہی کے افکار بطور سند پیش کیے ہیں لہٰذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل کے حالات بھی قدرے تفصیل سے پیش کر دیئے جائیں تاکہ ان کے عقائد اور ان کے مذہب کے بارے میں بھی وضاحت ہو جائے۔

سلطنت عباسیہ کے زمانے میں جب معتزلہ گروہ کو عروج حاصل ہوا اور خلفاء کے دربار اور ان کے مزاجوں پر معتزلہ حادی ہونے لگے تو جو محدثین ان کے خلاف سینہ سپر ہوئے

---

[1] سیرت غوث الاعظم۔

ان میں امام احمدؒ کا نام نمایاں نظر آتا ہے۔

آپ ربیع الاول ۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ ولادت سے قبل آپ کے والد کا انتقال ہو گیا تھا چنانچہ والدہ نے بڑی محنت سے پرورش کی۔ گزر اوقات کے لیے تھوڑی سی جائیداد تھی جس سے بمشکل گزارا ہوتا تھا۔ اس سبب بچپن ہی میں جفاکشی اور محنت سے کمانے کی عادت پیدا ہو گئی۔ ساتھ ہی تعلیم بھی جاری رکھی۔ بچپن ہی میں قرآن حفظ کر لیا پھر تحریر و انشاء میں بھی مشق بہم پہنچائی۔ تقویٰ اور عبادت کے اسی زمانہ سے سختی سے پابند تھے۔ علوم دینیہ میں حدیث کی طرف خاص توجہ کی۔ قاضی ابو یوسفؒ سے حدیث کی کتابت کی۔ پھر چار برس تک بغداد میں امام حدیث ہشیم بن بشیر بن ابو حازم واسطی (متوفی ۱۸۳ھ) سے استفادہ کیا، مشہور ائمہ حدیث عبدالرحمٰن بن مہدی اور ابوبکر بن عیاش سے بھی کسب فیض کیا۔ آپ کا اپنا بیان ہے کہ ان دنوں اتنی سویرے حدیث کا سبق لینے جایا کرتا تھا کہ میری والدہ میرا دامن پکڑ کر روک دیتیں اور کہتیں کہ ذرا دن نکلنے دو پھر جانا۔

بغداد میں سفر کر چکے تو بصرہ، حجاز، یمن، شام اور جزیرہ کا سفر کیا۔ اور ان مقامات میں بڑے بڑے جید علماء اور محدثین سے استفادہ فرمایا۔ ۱۸۷ھ میں حجاز جاتے وقت امام شافعی سے ملاقات ہوئی۔ پھر بغداد میں دوبارہ ان سے اس وقت ملے جب وہ اپنے اصول اور اپنی فقہ بہت کچھ مکمل کر چکے تھے۔ امام احمد بن حنبل اس وقت پختہ کار ہو چکے تھے۔ چنانچہ امام شافعی حدیث کے صحت و سقم کے بارے میں اکثر ان پر اعتماد کرتے تھے۔ اور ان سے فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم محدثین کے یہاں حدیث صحیح ہو تو مجھے بتا دیا کرو میں اسے اختیار کر لیا کروں گا۔

غرض آپ نے بڑی جفاکشی، محنت اور ہمت سے حدیث کی مکمل تعلیم حاصل کی۔ دس لاکھ حدیثیں زبانی یاد کیں۔ اس وسعت علم اور کثرتِ حفظ کے باوجود امام شافعیؒ کے تفقہ حسنِ استنباط اور ذکاوت سے متاثر تھے۔ انہوں نے ان سے اجتہاد کے

اصول سیکھے اور اس کا ملکہ اخذ کیا۔ بالآخر وہ اس امت کے نامور مجتہدین میں ہوئے جن کی فقہ ابھی تک عالم اسلام میں زندہ ہے۔ امام شافعیؒ بھی ان کے بڑے معتقد اور قدردان تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ "بغداد میں احمد بن حنبل سے بڑھ کر کوئی متقی اور فقیہہ نہیں"

چالیس سال کی عمر میں آپ نے حدیث کا درس دینا شروع کیا۔ سامعین اور طالبین بہت کثرت سے آپ کے درس میں آیا کرتے تھے۔ بعض اوقات ان کی تعداد پانچ پانچ ہزار ہوا کرتی تھی جن میں پانچ سو صرف لکھنے والے ہوا کرتے تھے۔

ائمہ سلف کی طرح آپ کی زندگی بھی فقر و زہد اور توکل و قناعت کی تھی۔ آپ کا یہ فقر اختیاری تھا۔ آپ نے وقت کے حاکموں یا خلفاء کا کبھی کوئی عطیہ قبول نہ کیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ عطیے حرام نہیں حلال ہیں مگر میں انہیں اعتناءً نہیں لیتا۔ اگرچہ زندگی فقر و فاقہ سے بسر ہوتی تھی تاہم بڑے فیاض اور عالی حوصلہ تھے۔ اس درجہ کمال اور عظمت حاصل ہونے کے باوجود آپ میں تکبر نام کو نہ تھا۔ بڑے منکسر المزاج، ملنسار، رحمدل اور فرشتہ خلقت انسان تھے۔ فتنہ خلق قرآن کے خلاف آپ نے بڑی ثابت قدمی دکھائی جس کی وجہ سے تمام عالم اسلام میں آپ کا چرچہ ہوا۔ آپ کی عظمت اور شہرت کا یہ عالم تھا کہ غیر مسلم بھی آپ کو دیکھنے کے لیے آیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ عیسائی طبیب علاج کے لیے آیا اس نے کہا میں کئی سال سے آپ کی زیارت کا آرزومند تھا۔ آپ کی زندگی صرف اسلام ہی کے لیے خیر و برکت کا باعث نہیں بلکہ ساری مخلوق کے لیے برکت کا باعث ہے۔ ہمارے ہم قوم بھی آپ سے بہت خوش ہیں۔

آپ کا رعب داب اور وقار اتنا تھا کہ حکومت اور فوج بھی آپ سے مرعوب رہتی تھی اور سب اہل حکومت آپ کی بے حد عزت کرتے تھے۔ آپ کا زہد بھی ضرب المثل تھا۔ خلیفہ مامون، معتصم اور واثق کا زمانہ آپ کے لیے اس حیثیت سے آزمائش کا

تھا کہ یہ تینوں آپ کے در پے آزار تھے مگر ان میں سے کوئی بھی آپ کی استقامت میں فرق نہ پیدا کر سکا۔ ایک مرتبہ خلیفہ متوکل نے ایک بھاری تھیلی خچر پر لاد کر آپ کے لیے بھیجی آپ نے صاف کہہ دیا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

ستتر سال کی عمر میں آپ بیمار ہوئے۔ عیادت کرنے والے ہجوم کی یہ کیفیت تھی کہ باری باری سے گروہ آپ کی عیادت کے لیے گھر کے اندر آتے۔ ایک گروہ چلا جاتا تو دوسرا گروہ آجاتا اور یہ سلسلہ ختم ہونے میں نہ آتا۔ گھر سے لے کر سڑک تک آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے حتیٰ کہ حکومت کو ان کے دروازے پر پولیس کا پہرہ مقرر کرنا پڑا تاکہ ہجوم سے پریشان نہ ہوں

مسئلہ خلق قرآن کی مخالفت، عقیدہ صحیحہ کی ہدایت اور حکومت وقت کے مقابلہ کی ذمہ داری آپ پر ڈال کر حکومت نے آپ کو گرفتار کر لیا۔ پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر رقہ سے بغداد لایا گیا تین دن تک مناظرہ جاری رہا مگر آپ اپنے عقیدہ سے نہ ہٹے چنانچہ سزا کے طور پر آپ کو ۲۸ کوڑے لگائے گئے۔ مگر یہ سختی برداشت کی اور اپنے صحیح عقیدہ سے ذرا انحراف نہ کیا۔ اور برابر اس فتنہ کی مخالفت میں سرگرم رہے۔

آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ کی بے نظیر ثابت قدمی اور استقامت سے یہ فتنہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا مسلمان ایک بہت بڑے دینی خطرہ سے محفوظ ہو گئے۔ اس کارنامہ سے آپ کی دینی اور علمی شان دوبالا ہو گئی۔ آپ کی محبت مسلمانوں کا شعار اور علامت بن گئی۔

غرض آپ حدیث میں امام وقت تھے کتاب مسند کی ترتیب و تالیف آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ آپ مجتہد فی المذہب اور امام مستقل تھے بڑے عابد و زاہد بزرگ تھے ۲۴۱ھ میں وفات پائی۔

امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل فقہ کے چار دبستان فکر

کے امام ہیں۔ ان چاروں ائمہ کرام کی فقہ اس وقت تک عالم اسلام میں زندہ و مقبول ہے۔ ان حضراتِ کرام نے اپنی ساری زندگی دین کے تحفظ اور شریعت کی ترویج کے لیے وقف کردیں۔ امام احمد نے تن تنہا حکومت وقت کے رجحان اور اس کے "سرکاری مسلک" کا مقابلہ کیا۔ اور اپنے مسلک اور اہل سنت کے طریقہ پر پہاڑ کی طرح جمے رہے، ان چاروں بزرگوں میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے موضوع پر تن تنہا اتنا کام کیا اور مسائل اور تحقیقات کا اتنا بڑا ذخیرہ جمع کردیا جو بڑی بڑی منظم جماعتیں اور علمی ادارے بھی آسانی سے نہیں پیدا کر سکے۔

امام ابو حنیفہ نے تراسی ہزار مسائل اپنی زبان سے بیان کیے، جن میں اڑتیس ہزار عبادت سے تعلق رکھتے ہیں اور پینتالیس ہزار[1] معاملات سے۔ شمس الائمہ کردری نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے جس قدر مسائل بیان کیے ہیں ان کی تعداد چھ لاکھ[2] ہے۔ المدونہ میں جو امام مالک کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے اس میں چھتیس ہزار مسائل ہیں۔ کتاب آرام جو امام شافعیؒ کے نادرات کا مجموعہ ہے۔ سات ضخیم جلدوں میں ہے۔ ابو بکر خلال (متوفی ۳۱۱ھ) نے امام احمد کے مسائل چالیس[3] جلدوں میں جمع کئے[4]۔"

ایک قصیدہ شیخ المشائخ حضرت قطب الدین بختیار کاکی[5] رحمۃ اللہ علیہ وہ باکمال ولی اللہ گزرے ہیں جن کا درجہ صوفیہ میں بہت اونچا مانا جاتا ہے

---

[1] فجر الاسلام بہ حوالہ مناقب ابی حنیفہ للمکی ص ۹۶۔ [2] سیرۃ نعمان (مولانا شبلی) بہ حوالہ العقود العقیان

[3] اس کتاب کا نام الجامع العلوم لامام احمد ہے۔ [4] حالات کی یہ تفصیل "تاریخ دعوت و عزیمت" حصہ اول سے لی گئی ہے۔

[5] آپ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے فیض یافتہ ہیں بغداد بھی تشریف لے گئے جہاں شیخ شہاب الدین صاحب سہروردی اور شیخ احمد الدین کرمانی سے بھی استفادہ فرمایا۔ خواجہ ابو یوسف چشتی سے بھی ملاقات کی

انھوں نے جس معتقدانہ انداز سے غوثِ اعظم کی شان میں قصیدہ تحریر فرمایا ہے اس سے غوثِ اعظم کی عظمت و جلالت کا بہ خوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ یہ شیخ المشائخ کا قصیدہ فارسی زبان میں ہے جو ذیل میں درج ہے:۔

زبسم اللہ کنم آغاز مدح شاہ جیلانی | کہ برقدس آمد لباس اعظم ثانی
زہے غوثے کہ غوثیت مدام او را مسلم شد | زہے قطبے کہ قطبیت مراو را ہست ارزانی
تو ظاہر شود آنگہ کہ کینت دارد آنحضرت | اگر لفظ ابو را با محمد متصل خوانی
ابو صالح اثار نام والدش آمد | بعصمت فاطمہ آمش کہ بود او را ابو ثانی
خطاب او محی الدین عبد القادر اسم او | شدہ تا در با حیا کردن دین مسلمانی
سیادت از امامین ہست او را و نسب نامہ | حسن از جانب والد حسین از جانب ثانی
ز قاضی بو سعید آمد مبارک خرقہ اش در بر | کہ مخدومی مبارک خواند خلقش در سخن دانی
ہر آں کشف و کراماتے کہ بود اں شاہ جیلاں را | نہ در تحریر می گنجد نہ در تقریر انسانی
در ایام صیام فرض امش گفت در طفلی | نخورہ شیر من ہر گز یقین آں مونس جانی
ہلال ماہ صوم از ابر شد یک بار پوشیدہ | از امش آشکارا گشت حال ماہ پنہانی
کہ گفت امروز فرزندم نخورہ شیر من ہر گز | کہ بود آں روز ہم از روزے فرض یزدانی
تو دہ سیالش حیاتش بود تفصیلش ز من بشنو | بہ ہژدہ سال از جیلان بہ بغداد آمدہ دانی
پے تحصیل علمی ہفت سال اندر شمار آمد | بہ بست و پنج سالش انقطاع از خلق ربانی
چہل سالہ بدعوت سوئے حق خواندہ خلائق را | حساب عمر ایشاں بود گفتم من باسانی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۹:۔ آپ کی طرف دو کتابیں منسوب کی جاتی ہیں ایک دیوان ہے دوسری کتاب کا نام "فوائد السالکین" ہے جس میں آپ کی سات مجلسوں کے ملفوظات ہیں جنھیں آپ کے مرید اور خلیفہ خواجہ فرید الدین گنج شکر نے جمع کیا تھا اس میں سالک کے لیے ضروری ہدایات درج ہیں جامع مسجد دہلی سے قریباً گیارہ میل کے فاصلے پر قصبہ مہرولی میں آپ کا روضہ مرجع خلائق ہے۔ یہ قصبہ عام طور پر قطب صاحب کے نام سے مشہور ہے۔

بسالِ پانصد و یکشصت آں شاہ ہمہ شاہاں　　رواں سوئے جناں گشتہ گزشت از عالم فانی

کمالاتش ز حد بیروں خوارق از شما افزوں　　بعلم حلم صوفئے چو او پیدا نشد ثانی!

چو حرفے بیش ازیں نتوانم اندر مدح او گفتن　　بگویم بر توانم گفت اخلاقے مے دانی

طفیل خاص اخلاصے کہ قطب الدین کاکی را　　باں درگاہ والا دستگاہِ شاہِ جیلانی

توئی شاہ ہمہ شاہاں ہمہ شاہاں گدائے را　　گدایانِ جہاں امداد تو یابند سلطانی

توئی مطلوبِ اہل اللہ توئی مقصود ہر آگہ　　توئی ہادی ہر گمراہ توئی محبوب سبحانی

گدائے در گہر عالی امت شاہا آمدہ کاکی

بہ بخشش اور اسرافرازی ز اسرار خدادانی

باب ۱

غوثِ اعظم کی تصانیف

آپ کی تصانیف

حضرت غوثِ اعظم کا منتہائے مقصد صرف یہی تھا کہ طالبانِ حق و صداقت اور متلاشانِ علم و معرفت کو اپنے انوارِ باطن سے مزین اور مستفید فرما کر جادۂ حق پران کی راہ نمائی کا کام انجام دیں چنانچہ اس مقصد کے تحت علم شریعت و طریقت کی تحصیل سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے بغداد میں مسند ارشاد بچھائی۔ جہاں جوق در جوق لوگ آپ کی خدمت میں آتے اور دینی و دنیوی فیوض سے مالا مال ہو کر جاتے۔ اسی مقصد کے تحت آپ نے مواعظ حسنہ کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا تاکہ بعد میں آنے والی نسلوں کو بھی رشد و ہدایت کا راستہ مل سکے اور دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی آپ کا فیض عام جاری رہے۔ آپ کی تصانیف جن کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے، بیمار دلوں کا علاج اور مردہ دلوں کو نئی زندگی بخشنے کا کام انجام دیتی ہیں۔

آپ کی تصانیف میں "غنیۃ الطالبین" زیادہ شہرت کی حامل ہے۔ اس کے علاوہ فتح الغیب نام سے آپ کی ایک اور کتاب بہت معروف و مقبول ہے "فتح ربانی" آپ کے دو سال کے مواعظ حسنہ اور ارشادات و اقوال کا نادر مجموعہ ہے۔ اس کے علاوہ قصیدہ غوثیہ نام سے آپ کے بعض اشعار بھی عربی نظم کی صورت میں موجود ہیں۔ ان سب کی الگ الگ تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

غنیۃ الطالبین غوثِ اعظمؒ کی اس گرامی قدر کتاب کی عظمت اور افضلیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ حضرت مولانا عبدالحکیم سیالکوٹیؒ جیسے بلند پایہ بزرگ اور جید عالم نے اس کتاب کو ہر خاص و عام کے لیے

ؒ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی وہ مشہور بزرگ ہیں جنہیں حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی "آفتاب پنجاب" کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ دونوں بزرگوں نے سیالکوٹ کے محلہ کشمیری کی ایک مسجد میں مولانا کمال الدین سے کسب علم کیا تھا۔ مولانا عبدالحکیم حدیث، فقہ اور تفسیر میں یکتائے زمانہ تھے۔ علم فلسفہ، منطق اور علم الکلام پر انہوں نے کئی کتابیں لکھیں جو ہندوستان کے علاوہ بیرونِ ہند کی درسگاہوں میں بھی پڑھائی جاتی تھیں۔ عہد اکبری میں آپ سب سے بڑے مدرسہ کے صدر الصدور رہے۔ جہانگیر نے بھی آپ کے علم و فضل کی قدردانی کے طور پر بھاری جاگیر عطا کی تھی اور اپنے مصاحبوں میں شمار کر لیا تھا۔ شاہ جہان نے آپ کی نگرانی میں سیالکوٹ میں ایک دینی درس گاہ قائم کی تھی جس میں بیرونِ ہند کے طلبا بھی تحصیل علم کے لیے آیا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ شاہی خرچ پر دو ہزار طلبا یہاں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ یہ مدرسہ سیالکوٹ میں اس جگہ واقع تھا جہاں آج کل سرکاری ہسپتال ہے۔ ہسپتال کے عقب میں اس مکان کے کھنڈر اب بھی موجود ہیں جہاں مولانا عبدالحکیم پیدا ہوئے جس کمرہ میں آپ کی ولادت ہوئی وہ تاحال موجود بتایا جاتا ہے۔ باقی مکان مسمار ہو چکا ہے۔ یہ عمارت محلہ میانہ پورہ کے وسط میں واقع ہے۔

کہا جاتا ہے کہ بادشاہ کے حکم سے مولانا لاہور میں بھی رہے اور جو فتوے ان کے حکم سے جاری ہوتے تھے وہ ہندوستان بھر کے تمام عالموں کے نزدیک مستند اور قابل قبول ہوتے تھے۔ سارا اسلامی ہند آپ کی فقہی افضلیت کا قائل تھا۔

مولانا سیالکوٹی کے پیر طریقت مولانا کمال الدین مشہور قادری اور سہروردی بزرگ شاہ جمال رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بھائی ہیں جن کا مزار مبارک اچھرہ (لاہور) سے بجانب مشرق واقع ہے۔ آپ سلسلہ سہروردیہ کے بڑے عالم تھے۔ زندگی بھر درس و تدریس کا کام کرتے رہے۔ آپ کے مزار کے بارے میں دو روایتیں ہیں بعض کہتے ہیں کہ آپ اپنے بڑے بھائی شاہ جمال کے پاس ہی مدفون ہیں اور بعض سیالکوٹ میں شاہ مونگا ولی کے احاطہ میں مدفون بتلاتے ہیں۔

نفع بخش اور قابل مطالعہ جان کر اسے فارسی زبان میں ترجمہ کیا[1]، اور تشریح و توضیح کے لیے جگہ جگہ قیمتی حواشی بھی درج کیے ہیں۔ خزینۃ الاصفیا میں لکھا ہے کہ مولانا نے قطب وقت حضرت شاہ بلاول قادری لاہوری کے ارشاد اور حضرت غوث اعظم کی روحانی اجازت سے اس کتاب کا ترجمہ کیا اور اس ترجمے کی بدولت شہنشاہ جہانگیر اور شاہ جہان (جو اس وقت شہزادہ تھا) کے نزدیک بہت قدر و منزلت پائی۔

اس کتاب کے ابتدائی حصہ میں دین کے پانچ ارکان پر مفصل بحث کی گئی ہے اس کے بعد اسلامی آداب و اخلاق، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، نکاح کرنے، بال منڈانے، داڑھی بڑھانے، استنجا کرنے، غسل و طہارت، پوشاک پہننے، سونے، سفر کرنے کے آداب اور مسائل بالتفصیل بیان کیے گئے ہیں، والدین کی فرمانبرداری۔ جانوروں کو

---

[1] مولانا عبدالحکیم کا یہ ترجمہ مع عربی متن میری نظر سے گزرا ہے۔ یہ کتاب آج کل نایاب ہے۔ البتہ اس کے اردو ترجمے "تحفۂ دستگیر" نام سے بعض عام پبلشروں نے چھاپے ہیں۔ تینوں ترجمے دیکھنے کا مجھے اتفاق ہوا مگر یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ ان تینوں ترجموں میں بڑی بے توجہی سے کام لیا گیا ہے۔ نہ اصل کتاب کے مفہوم کا کوئی خیال رکھا گیا ہے نہ ہی موضوعات کی کوئی صحیح ترتیب نظر آتی ہے۔ اور نہ ہی چھپائی کسی ڈھنگ کی ہے ایسی نادر دینی اور علمی کتاب کے ساتھ یہ سلوک نہیں ہونا چاہیئے۔ آج کل کے دور میں اس کتاب کے صحیح اور مستند اردو ترجمے کی خاص طور پر ضرورت ہے۔ کسی بڑے ادارے کے لیے اس کام کو انجام دینا کوئی بڑی بات نہیں۔

[2] جلد دوم ص ۳۸۱

[3] شاہ بلاول بڑے مرتبہ کے بزرگ اور اولیاء اللہ تھے ۹۰۵ھ میں پیدا ہوئے مریدی کا سلسلہ نو واسطوں سے غوث اعظم تک پہنچتا ہے۔ ۱۰۴۶ھ میں وفات پائی کنار راوی دفن ہوئے بعد ازاں دریا کی زد سے بچانے کے لیے قبر کا صندوق نکال کر شاہ عالمی کے قدیم راستہ کے شمال اور باغ درجہ دینا ناتھ کے مشرق کی جانب ایک مقام پر دفن کیا گیا۔ جہاں آپ کا مزار آج بھی مرجع خلائق ہے۔ مزار کی پہلی جگہ "شاہ بلاول" کا بن کہلاتی ہے۔ مزید تفصیلات کے لیے میری کتاب "عرس اور میلے" دیکھئے۔

داغنے، عورتوں اور غلاموں سے سلوک کرنے، قرآنِ کریم پڑھنے، صدقہ دینے اور اس قسم کے مسائل پہ کماحقہٗ روشنی ڈالی گئی ہے۔ قرآن اور حدیث کے حوالوں سے ان تمام مسائل کو بالتشریح بیان کیا گیا ہے۔ پرہیز گاری، اچھے اور برے اعمال، اوامر و نواہی، قبر کے عذاب، مختلف مصائب اور حاجات کی دعاؤں کا ذکر بھی بڑے عمدہ طریقہ سے کیا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی معرفت، ایمان، ثواب و عذاب اور بہشت و دوزخ کے بارے میں تمام احادیث اور آیاتِ قرآنی کی تفسیریں اکٹھا کر دی گئی ہیں۔ اور بڑے دل کش اور واضح انداز میں ہر بات کی عقدہ کشائی کی گئی ہے۔ مختلف فرقوں کی تعداد، ان کے عقائد، ان کے بانیوں کے حالات غرض ہر شے کا تذکرہ موجود ہے۔ شب برات، رمضان، شب قدر، ماہ شعبان، بزرگ دنوں اور بزرگ مقامات وغیرہ کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ انسان کے مؤکلوں، نفس، روح، شیطان، اعوذ کی تشریح انبیا کی فضیلتیں، توحید، نماز تراویح عیدین، قربانی، عاشورہ، مردے کی تجہیز و تکفین، مریدوں کے آداب، راگ رنگ سننا مجاہدات و ریاضات غرض دینوی اور اخروی ضرورت کا کوئی موضوع باقی نہیں چھوڑا گیا اس لحاظ سے یہ ایک لاجواب کتاب ہے جس کا مطالعہ فی الواقع دینوی اور دینی رہنمائی کا باعث ہے۔

فتوح الغیب آپ کی دوسری تصنیف "فتوح الغیب" علم تصوف اور معرفت میں بڑے پائے کی کتاب مانی گئی ہے۔ یہ کتاب کئی مقالات پر مشتمل ہے۔ ہر مقالہ معرفت و حقیقت کی کان ہے۔ شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ نے اسے فارسی میں ترجمہ کیا تھا۔ اس کے بعد اس کے متعدد تراجم کیے گئے ہیں۔ اس میں آپ کے کل اٹھہتر وعظ ہیں جو آپ نے مختلف مواقع پر ارشاد فرمائے۔

فتح ربانی آپ کی تیسری تصنیف کا نام فتح ربانی ہے۔ جو تریسٹھ خطبات پر مشتمل ہے ان خطبات کا ایک ایک حرف دل سے نکلا ہے اور اسی بنا پر وہ دل

کی گہرائیوں میں اپنی جگہ تلاش کرتا ہے۔ آپ کے دو رسالہ ارشادات و مواعظ کا ملخص ہے اصل کتاب عربی میں ہے اور مدرسہ میمنیہ مصر میں طبع ہوئی تھی۔ اس کے اردو تراجم بھی ملتے ہیں ان خطبات کا ذخیرہ شیخ عفیف الدین بن المبارک نے اکٹھا کیا جیسا کہ "سیرۃ غوثِ اعظم" میں مذکور ہے "حضرت شیخ عفیف الدین کو کہ آپ نے آنے والی نسلوں کی پیاس پر نظر رکھی اور اس ضرورت کو محسوس فرمایا کہ آبِ مزین کے بادل کا برسنا جس وقت ختم ہو جائے گا تو تشنگان ہدایت اور قطب العالم کے مواعظ و ملفوظات کا فیضان حاصل کرنے کے متمنی اور طلب گار حسرت و یاس کے ساتھ العطش العطش پکاریں گے اور آسمان ولایت کے آفتاب کو غروب ہو جانے کی وجہ سے جب دیکھ نہ سکیں گے تو کف افسوس ملنے کے سوا کچھ بن نہ پڑے گا۔ اس لیے اس گہر بار مجلس کے ستر اسی وعظ قلمبند کر دیئے اور حضرت محبوب سبحانی کے وہبی فلاح معدن سے حکمت و دانش ۔ ۔ ۔ ۔ کے جو پھول مختلف مجالس میں جھڑا کرتے تھے، جتنا کچھ ہو سکا، ان کو فراہم فرما کر ہمارے لیے ذخیرہ چھوڑ گئے"۔

قصیدہ غوثیہ یہ تیس عربی اشعار کا ایک قصیدہ ہے جو غوثِ پاک نے اپنے بارے میں فرمائے۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ قصیدہ جذبہ کی حالت میں آپ کی زبان سے صادر ہوا تھا۔ بہر حال اس قصیدہ کی معرفت کے لٹریچر میں خاص اہمیت حاصل ہے اس کے مطالعہ سے ایسا سبق حاصل ہوتا ہے جو کبھی فراموش نہیں ہونے پاتا۔ اور یہ حقیقت کھل جاتی ہے کہ محبتِ الٰہی کیا ہے۔ اس کا نتیجہ کیا ہے۔ محب اور محبوب کے درمیان کیا واسطہ ہے۔ محب اپنے محبوب سے مل کر کیا حاصل کرتا ہے۔ غرض ظاہری و باطنی اخلاق کا ایک قبالہ اور حقائق و عرفاں کا ایک رسالہ ہے۔ قصیدہ میں جمال اور جلال دونوں کیفیات موجود ہیں۔ اس لیے اس کے پڑھنے سے دل پر دونوں کیفیات اثر کرتی ہیں۔ قصیدہ میں غوثِ پاک نے اپنے ارفع و اعلیٰ روحانی مقامات کا

ذکر فرمایا ہے۔ اور یہ ذکر بطور تحدیث نعمت کے ہے۔ "فتوح الغیب" کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ جب غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اس قصیدہ کے بعض اشعار پڑھتے تو آخر میں فرماتے "ولا فخر وھذا من فضل ربی"

مولانا سید بہاؤ الدین جیلانی نے "غنیۃ الطالبین" کے حاشیہ پر لکھا[1] ہے کہ جو سالکان طریقت معمولاً اس قصیدہ کو سوچ سمجھ کر پڑھتے ہیں ان کے روحانی مراتب میں حیرت انگیز ترقی ہوتی ہے خوف و ہراس کے مواقع پر اس قصیدہ کو پڑھنے سے سکونِ دل کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ اور خوف و ہراس کے بادل بہت جلد دور ہو جاتے ہیں۔

ذیل میں قصیدہ غوثیہ مع اردو ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

۱ سَقَانِی الْحُبُّ کَاسَاتِ الْوِصَالِ	فَقُلْتُ لِخَمْرَتِی نَحْوِی تَعَالِ
۲ سَعَتْ وَمَشَتْ لِنَحْوِی فِی کُؤُسٍ	فَهِمْتُ بِسُکْرَتِی بَیْنَ الْمَوَالِ
۳ فَقُلْتُ لِسَائِرِ الْاَقْطَابِ لُمُّوْا	بِحَالِی وَادْخُلُوْا اَنْتُمْ رِجَالِ
۴ وَهُمُّوْا وَاشْرَبُوْا اَنْتُمْ جُنُوْدِی	فَسَاقِی الْقَوْمِ بِالْوَافِی مَلَالِ
۵ شَرِبْتُمْ فُضْلَتِی مِنْ بَعْدِ سُکْرِی	وَلَا نِلْتُمْ عُلُوِّی وَاتِّصَالِ
۶ مَقَامُکُمُ الْعُلٰی جَمْعًا وَّلٰکِنْ	مَقَامِی فَوْقَکُمْ مَازَالَ عَالِ
۷ اَنَا فِی حَضْرَةِ التَّقْرِیْبِ وَحْدِی	یُصَرِّفُنِی وَحَسْبِی ذُوالْجَلَالِ
۸ اَنَا الْبَازِیُّ اَشْهَبُ کُلِّ شَیْخٍ	وَمَنْ ذَا فِی الرِّجَالِ اُعْطِی مِثَالِ
۹ کَسَانِی خِلْعَةً بِطِرَازِ عَزْمٍ	وَتَوَّجَنِی بِتِیْجَانِ الْکَمَالِ
۱۰ وَاَطْلَعَنِی عَلٰی سِرٍّ قَدِیْمٍ	وَقَلَّدَنِی وَاَعْطَانِی سُؤَالِ
۱۱ وَوَلَّانِی عَلَی الْاَقْطَابِ جَمْعًا	فَحُکْمِی نَافِذٌ فِی کُلِّ حَالِ
۱۲ وَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّی فِی بِحَارٍ	لَصَارَ الْکُلُّ غَوْرًا فِی الزَّوَالِ

[1] سیرت غوث اعظم" از مولانا زاہد القادری۔

١٣ ولو ألقيت سري في جبال ... لدكت واختفت بين الرمال

١٤ ولو ألقيت سري فوق نار ... لخمدت وانطفت من سر حالي

١٥ ولو ألقيت سري فوق ميت ... لقام بقدرة المولى تعالى

١٦ وما منها شهور أو دهور ... تمر وتنقضي إلا أتا لي

١٧ وتخبرني بما يأتي ويجري ... وتعلمني فاقصر عن جدالي

١٨ مريدي هم وطب واشطح وغن ... وافعل ما تشاء فالاسم عالي

١٩ مريدي لا تخف واش فإني ... عزوم قاتل عند القتال

٢٠ مريدي لا تخف الله ربي ... عطاني رفعة نلت المنال

٢١ طبولي في السماء والأرض دقت ... وشاؤس السعادة قد بدا لي

٢٢ بلاد الله ملكي تحت حكمي ... ووقتي قبل قلبي قد صفا لي

٢٣ نظرت الى بلاد الله جمعا ... كخردلة على حكم اتصالي

٢٤ درست العلم حتى صرت قطبا ... ونلت السعد من مولى الموالي

٢٥ رجالي في هواجرهم صيام ... وفي ظلم الليالي كاللآلي

٢٦ وكل ولي له قدم وإني ... على قدم النبي بدر الكمال

٢٧ فمن في أولياء الله مثلي ... ومن في العلم والتصريف حالي

٢٨ نبي هاشمي مكي حجازي ... هو جدي به نلت المنال

٢٩ أنا الجيلي محي الدين اسمي ... وأعلامي على رأس الجبال

٣٠ أنا الحسني والمخدع مقامي ... وأقدامي على عنق الرجال

وعبد القادر المشهور اسمي

٣١ وجدي صاحب العين الكمال

ترجمہ (۱) مجھے خدا کی محبت نے وصال کے ساغر پلائے ہیں اور سیراب کیا ہے لیکن میں اپنے پلانے والے خدا سے یہی کہتا رہا کہ مجھ پر اور نظرِ کرم کر اور مجھے پلا اور سیراب کر۔

(۲) تو اس کی وسیع رحمت نے مجھے خوب ساغرِ معرفت پلائے۔ میرے سامنے ساغر پر ساغر آتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عشق الٰہی کے سکر و سرور میں دنیا بھر کے لوگوں سے میں بلند محترم ہو گیا۔

(۳) دنیا کے تمام اقطاب و ابدال و اولیاء سے میں نے کہا، میری عظمت کے سامنے سر جھکاؤ، میرے سلسلہ میں داخل ہو جاؤ، تم میرے شاگرد اور مرید ہو۔

(۴) عزم کرو اور بلند و محترم بنو اور خوب پیو کہ تم میرے لشکر ہو اس لیے کہ ساقی قوم خوب بھر بھر کر پلانے والا ہے اور مست و بے خود بنانے والا ہے۔

(۵) جب میں مست ہو گیا تو تم نے میرا جھوٹا پیا۔ لیکن تم میرے مقام بلند اور قرب الٰہی کی منزلِ اعلیٰ کو نہیں پا سکتے۔

(۶) اگرچہ تم سب کا مقام بھی بلند ہے لیکن قرب الٰہی کا میرا مقام سب سے بہت بلند ہے اور ہمیشہ سب سے بلند رہے گا۔

(۷) صرف مجھے ہی خاص قرب حضوری حاصل ہوا جس میں کوئی دوسرا میرا شریک نہیں وہ میرا مالک ہے اور مجھ پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ اور وہ خدائے ذوالجلال میرے لیے کافی ہے۔

(۸) میں آسمانِ معرفت کا باز رہوں اللہ ہر شے پر مجھے قدرت حاصل ہے اور دنیا میں کس ولی کو میرے جیسی بزرگی و عظمت عطا ہوئی ہو۔؟

(۹) خدائے قدوس نے مجھے اولو العزمی و بلند ہمتی کا خلعت عنایت کیا ہے اور کمالات کے بہت سے تاج مجھے پہنائے ہیں۔

(۱۰) خدائے واحد نے مجھے اپنے رازِ قدیم کا واقف و محرم بنایا اور میرے گلے

ہیں عزت کا ہار پہنایا اور جو کچھ میں نے اس طلب کیا وہ اس نے اپنے فضل و کرم سے مجھے عطا کیا۔

(۱۱) اور دنیا کے تمام اقطاب و اولیاء کا مجھے حاکم و والی بنایا ہے۔ پس میرا حکم ہر حال میں ہر شخص پر واجب العمل اور واجب الاطاعت ہے۔

(۱۲) اور اگر میں اپنے عشق کا کوئی راز سمندر میں ڈال دوں تو تمام سمندر بھی اسے برداشت نہ سکیں گے۔ ان کا پانی زمین میں دھنس جائے گا۔ سارے سمندر خشک ہو جائیں گے۔

(۱۳) اور اگر میں اپنا کوئی حال پہاڑوں پر ظاہر کروں تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں اور ریت بن کر اڑ جائیں۔

(۱۴) اور اگر میں اپنا راز آگ پر ظاہر کروں تو وہ میرے حال کی عظمت سے بجھ جائے۔ اور اپنی روشنی و حرارت سے محروم ہو جائے۔

(۱۵) اور اگر میں اپنی محبت الٰہی کی توجہ کسی مردہ پر ڈال دوں تو اللہ تعالے کی قدرت سے وہ فوراً زندہ ہو جائے۔

(۱۶) جو زمانے دنیا میں گزرے ہیں اور جو حالات اہل دنیا پر آتے جاتے رہتے ہیں ان میں سے کوئی زمانہ اور کوئی حالت ایسی نہیں ہے جو میرے پاس نہ حاضر ہوئی ہو یعنی ماحول اور زمانے کا اللہ نے مجھے حاکم بنایا ہے۔

(۱۷) اور وہ ماحول اور زمانہ میرے ہاں حاضر ہو کر مجھے دنیا میں اس وقت ہونے والے اور آئندہ جو کچھ ہو گا اس کی خبر دیتے ہیں پس جو شخص مجھے نہیں جانتا وہ کیوں مجھ سے بحث کرتا ہے۔

(۱۸) میرے مریدو! ہمت و عزم سے کام لو، خوش رہو، غنی ہو جاؤ، کسی سے مت ڈرو، جو چاہو کرو اس لیے کہ تمھاری بیعت کی نسبت میرے نام سے ہے وہ عظیم

وبہتر ہے۔

(۱۹) میرے مریدو! کسی سے کوئی خوف مت کرو، اللہ میرا پروردگا ہے اور اس نے اپنی مہربانی وعنایت سے مجھے ایسا مقام بلند عطافرمایا ہے کہ میں اس سے ہر آرزو اور دولت کو حاصل کرلیتا ہوں۔ کائنات دو جہاں کی ہر نعمت میرے قبضہ میں ہے۔

(۲۰) میرے مرید کسی بھی خطرناک دشمن کا خوف نہ کھا، کہ میں بہت صاحب ہیبت ہوں بے حد بہادر ہوں، اور دشمن سے تیرے مقابلہ کے وقت میں اسے قتل کرونگا۔

(۲۱) زمین وآسماں میں میری شان وعظمت کے نقارے بجتے ہیں اور سعادت دعوت کے نقیب میرے آگے آگے چلتے ہیں۔

(۲۲) خدا کے تمام شہر اور اس کی ساری زمین میرا ملک ہے۔ میرے زیر فرمان ہے۔ اور دنیا پر میری یہ حکومت میرے قلب کے ہونے سے پہلے ہے یعنی وہی ولی ہوں، پیدائشی حاکم وقت ہوں۔

(۲۳) اس وقت ہی میں نے تمام روئے زمین پر نظر ڈالی تو مجھے یہ رائی کے دانہ کے برابر حقیر وصغیر نظر آئی۔

(۲۴) پھر میں نے ظاہری وباطنی علوم وکمالات حاصل کیے یہاں تک کہ میں قطب ہو گیا۔ اور مجھے یہ سعادت وعظمت خدائے احکم الحاکمین کے دربار سے حاصل ہوئی ہے۔

(۲۵) میرے مرید اور شاگرد سخت گرمیوں میں بھی روزے رکھتے ہیں اور راتوں کی تاریکیوں میں موتی کی طرح چمکتے ہیں یعنی دن کو روزے رکھتے ہیں اور راتوں کو نمازیں پڑھتے ہیں۔

(۲۶) ہر ولی کا ایک طریقہ ہوتا ہے لیکن میرا طریقہ صرف اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو کمالات کے ماہتاب ہیں۔

(۲۷) پھر اولیاء اللہ میں میرا مثل کون ہے اور کون ہو سکتا ہے جو میرے علم اور تصرف کا مقابلہ کرے۔

(۲۸) حضور جلیل القدر نبی ہیں، ہاشمی ہیں، اعلے النسب ہیں، مکی ہیں بلد محترم کے رہنے والے ہیں۔ حجازی ہیں، مدینہ کی شاداب سرزمین کے مالک ہیں، میرے جد اعلیٰ و امجد ہیں اور آپ ہی کے اقتدا و اتباع اور پیروی ہی میں میں نے عزت و حکومت کی یہ دولتیں اور نعمتیں حاصل کی ہیں۔

(۲۹) جیلان میرا وطن ہے اور لقب محی الدین ہے اور دین کی اسی خدمت کی وجہ سے میرا لقب محی الدین ہوا۔ اس لیے میری عظمت و حکومت کے جھنڈے بہادروں کی انتہائی بلند چوٹیوں پر لہرا رہے ہیں۔

(۳۰) میں سید ہوں، امام حسن کا بیٹا ہوں، میری جگہ مخدع ہے اور اسی عظمت و علو کی وجہ سے میرے پاؤں تمام اولیاء و بزرگانِ دین کی گردن پر ہیں۔

(۳۱) اور عبد القادر میرا مشہور نام ہے اور میرے جد محترم رسول اللہ صلی اللہ علیہ کمالات کے چشموں کے مالک ہیں۔

چہل کاف

ایک قطعہ کی صورت میں تین اشعار بھی آپ سے منسوب ہیں جو مع ترجمہ ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔[۱]

کفاك ربك یکفیك واکفة
کفاکافها ککمینٍ کان لکك ۱
تکرکرا ککرا الکر فی کبد
تحکی مشککة کلکلٍ لکك ۲

۱؎ اشعار اور ان کا ترجمہ سیرت غوثِ اعظم سے لیا گیا ہے۔

کفاكَ مالی کفاكَ الکاف کرتبۂ

۳ یا کوکبأً کان یحکی کوکب الفلك

ترجمہ:-

۱- اے میرے دل تیرا رب پہلے بھی کئی مرتبہ تجھے سخت سخت مصائب سے کفایت کرتا رہا ہے۔ اب بھی تجھے ایسی ایسی مصیبتوں سے کفایت کرے گا کہ جن کی بازگشت (یعنی واپسی) یا استادگی (یعنی رُکے رہنا) بھاری لشکر کے گھات لگانے کے مانند ہے۔

(یعنی ان مصائب کا پس پا ہونا ان کے دوبارہ حملہ کرنے کی آمادگی پر مبنی ہے جیسے ایک بھاری لشکر اس خیال سے اپنے مد مقابل سے منہ موڑ کر اپنی پسپائی ظاہر کرے کہ مقابل کو دھوکہ دے کر غفلت میں ڈال کر شدت کا حملہ کر کے اس کی بیخ کنی کر دے یا ان مصائب کا رکنا گویا ایک عظیم الشان لشکر کا اس خیال سے گھات لگانا اور دب کے بیٹھے رہنا ہے کہ موقع پاتے ہی جھٹ سے نکل کر اپنے مقابل کا انفصال کر دے۔)

۲- وہ مصیبتیں ایسا سخت اور مضبوط حملہ کرتی ہیں جو اپنی مضبوطی اور ان کے یک جان ہونے میں ایک بڑی موٹی رسی کی لڑیوں کی مضبوطی اور ان کے یک جان ہونے کی مانند ہیں اور وہ مصیبتیں اپنی تیزی، تندی، دلیری اور سختی میں ایک ایسے بھاری مسلح نیزہ زن لشکر کی مانند ہیں جو اپنی جسارت طاقت اور یک جان ہونے میں ایک فربہ جوان اور سخت گوشت اونٹ کے مانند ہیں۔

۳- اے میرے دل جسے میں ستارہ تصور کرتا ہوں، اور جو آسمانی ستارہ کے ہم پلہ ہے، خدائے تعالیٰ نے تجھے ان تمام مصائب سے کفایت کی (یعنی نجات دی) جو مجھ پر نازل ہوئی تھیں (یا خدائے تعالیٰ ان تمام مصائب

سے نجات دے اور کفایت کرے جو آئندہ مجھ پر نازل ہوں) کفایت کرنے والے خدا نے تیرے رنج و تکلیف سے کفایت کی (یا کرے)

ان کتب، اور اشعار کے علاوہ بعض اور چیزیں بھی آپ کی تصنیف بیان کی جاتی ہیں مگر ان تصانیف کی صحت کے بارے میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

باب ۱۱

مبتدی، مُرید اور پیر کو ہدایت

جامع بیان غوثِ اعظم نے پیر اور مرید دونوں کے فرائض اور ان کے طریقوں کو الگ الگ کھول کر بیان فرمایا ہے۔ مبتدی کو کیا کرنا چاہیئے، مبتدی کے ضمن میں پیر کو کیا طریقِ کار اختیار کرنا چاہیئے۔ مرید کے آداب کیا ہیں شیخ کو کونسی روش اختیار کرنی چاہیئے، مریدوں کی تربیت کس طرح ہو! غرض آپ نے اپنی مختلف تصانیف میں جگہ بجگہ ان مسائل پر پیر حاصل گفتگو فرمائی ہے۔ ذیل میں ان افکار و مسائل کو آپ کی مختلف تحریروں سے منتخب کر کے ان کا ماحاصل یک جا پیش کیا جاتا ہے۔

ارادت کی تفصیل ارادت کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ "جس چیز کی عادت پڑ گئی ہو اسے چھوڑ دینے کو ارادت کہا جاتا ہے۔ اس لفظ کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ مضبوطی کے ساتھ اللہ کی طلب میں دل لگایا جائے اور خدا کے سوا دوسری چیزیں ترک کر دی جائیں۔ جب دنیا اور آخرت کی لذت کے خیالات دل سے نکال دیتا ہے تو اس کی ارادت خالص ہو جاتی ہے۔

ہر کام کے لیے پہلے ارادہ کیا جاتا ہے، ارادہ کے بعد قصد ہوتا ہے، قصد کے بعد فعل، ارادہ ہر سالک کے راہ کی ابتدا ہے۔ اور ہر قصد کرنے والے کی پہلی منزل۔

مرید مرید بننے والے کو لازم ہے کہ وہ قرآن کے احکام پر عمل کرے، سنت پر

چاہئے" ان کے سوا کسی بات کو نہ سنے۔ خدا کے نور کا مشاہدہ کرتا رہے۔ جو شخص ایسا کرے گا وہ اپنے میں اور اپنے سوا باقی مخلوق میں بھی اللہ تعالےٰ ہی کے فضل کو دیکھے گا۔ اس کے سوا کچھ نہ دیکھے گا پس آدمی کو لازم ہے کہ قرآن و سنت پر عمل کرنے کے سوا، خدا کے نور کا مشاہدہ کرنے کے بغیر کسی چیز کو نہ دیکھے۔ کسی کو دیکھنے سے اپنی انکھوں کو اندھا کرلے۔ خدا کی ذات کے سوا کسی کو غافل نہ جانے۔ بلکہ غیر اللہ کو اس محرک اور تدبیر کرنے والے کا ایک سبب اور ایک آلہ خیال کرے۔۔۔۔۔۔۔

جب تک کسی کی ارادت خالص نہ ہو اس وقت تک اس کے دل میں خدا کا خوف جگہ نہیں پاتا۔ جب آدمی کے دل میں یہ خوف جگہ پالیتا ہے تو پھر وہ خدا کے سوا جو کچھ ہے اسے جلا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب بادشاہ کسی مقام میں آتے ہیں تو اسے ویران کر دیتے ہیں اور اس میں جس قدر عزت والے لوگ ہوتے ہیں انہیں ذلیل کرتے ہیں۔ یہی حال اس وقت انسان کے دل کا ہوتا ہے۔ جب اس میں اللہ کی دوستی جگہ پالیتی ہے اس آدمی کی نیند خواب کے غلبہ کی شدت سے ہوتی ہے۔ اس کا کھانا فاقہ کے وقت، اس کا کلام ضرورت کے وقت۔ وہ ہمیشہ اپنے نفس کو نصیحت کرتا رہتا ہے۔ اور اسے اپنے حقیقی محبوب کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ خدا کے بندوں کو نصیحت کرتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ سے خلوت میں انس کرتا ہے سب گناہوں سے باز رہتا ہے۔ خدا کی رضا پر راضی رہتا ہے اور اس کے احکام بجالاتا ہے۔ ناجائز فعل کو دیکھ کر اسے شرم آجاتی ہے۔ خدا کی دوستی حاصل کرنے میں اپنی ساری کوشش صرف کرتا ہے۔

مراد اور معرفت

وہ ہمیشہ ایسا سبب اور وسیلہ تلاش کرتا ہے جو اسے اللہ کی بارگاہ میں پہنچا دے۔ وہ اپنی گم نامی اور خلوت پر قناعت کرتا ہے۔ لوگوں کی تعریف اور خوشامد نہیں کرتا۔ زیادہ نفل پڑھتا ہے اور

ان کے ذریعہ اپنے دل میں اللہ کی محبت بڑھاتا ہے۔ تاکہ اس کی بارگاہ میں رسائی حاصل کر سکے۔ اور اس کا نام خدا کے عاشقوں میں لکھ لیا جائے۔ یہی اس شخص کی مراد ہوتی ہے۔ اس وقت کو مراد کے نام سے پکارتے ہیں۔ اس وقت سالکان طریق الہی کی گردن پر جو بار ہوتا ہے اسے اتار لیا جاتا ہے۔ اسے خدا کی رحمت اور مہربانی کے پانی سے نہلا کر پاک و صاف کرتے ہیں۔ خدا کی ہمسائیگی میں اس کے لیے گھر تیار کیا جاتا ہے۔ اور طرح طرح کے فاخرہ خلعتوں سے اسے نوازا جاتا ہے۔ اس کو اللہ کی معرفت کہا جاتا ہے۔ اسے خدا ہی سے انس ہوتا ہے اور اسی لیے اسے سکون و طمانیت حاصل ہوتی ہے۔ وہ ہر کام اللہ کی حکمت سے کرتا ہے۔ وہ خدا کے خاص گروہ میں شامل ہو جاتا ہے۔ اور ایسے نام سے موسوم ہوتا ہے جسے اللہ ہی جانتا ہے۔ وہ خدا کے بھیدوں سے واقف ہو جاتا ہے کیوں کہ اسے مخصوص کر دیا جاتا ہے۔ مگر یہ اسرار ایسے ہیں جو اللہ کی حضوری ہی سے حاصل ہوتے ہیں۔ وہ جو کچھ سنتا ہے اللہ ہی سے سنتا ہے۔ دیکھتا ہے تو اللہ تعالےٰ ہی کی طرف دیکھتا ہے۔ جب بولتا ہے تو خدا ہی سے کلام کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہی سے قوت حاصل کرتا ہے۔ آرام کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ ہی کی طرف آرام کرتا ہے۔ سوتے وقت بھی اللہ کی یاد میں ہوتا ہے۔ ہر حال میں اللہ اس کی نگہبانی کرتا ہے۔

مراد و مرید مرید طالب ہے اور مراد مطلوب۔ مرید کی عبادت مشقت اور مراد کی عبادت بخشش الہی ہے۔ مرید اس لیے عمل کرتا ہے کہ اس کا اجر پائے اور مراد فنا فی اللہ ہوتا ہے۔ اپنے عمل کو نہیں دیکھتا وہ صرف اللہ کے احسان اور اس کی توفیق ہی کو دیکھتا ہے۔ مرید راستہ میں چلنے کی کوشش کرتا ہے اور مراد ہر مجمع اور ہر راستہ میں کھڑے ہوتے ہیں۔ مرید جو کچھ دیکھتا ہے خدا کے نور

کی روشنی میں دیکھتا ہے ۔ اور مراد اللہ تعالےٰ کی خاص ذات کے بیچ میں نظارہ کرتا ہے۔
مرید خدا کے حکم پر قائم رہتا ہے اور مراد خدا کے فعل کے ساتھ قائم ہوتا ہے یعنی
خدا کے فعل کے ساتھ لپٹا ہوا اور چسپاں ہوتا ہے ۔ مرید نفس کی ہوا اور ہوس کے
خلاف کرنے والا ہوتا ہے اور مراد اپنے ارادے اور اپنی آرزو سے سرفراز ہوتا
ہے ۔ مرید قریب ہوتا ہے اور مراد قریب کیا جاتا ہے ۔ مرید کی نگہبانی کی جاتی
ہے اور مراد کی حقیقت یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے دوسری چیزوں کی حفاظت
کی جاتی ہے ۔

مرید ترقی پانے والا ہوتا ہے اور مراد آگے ہی پہنچا ہوا ہوتا ہے ۔ اور عالم بالا
میں سیر کرتا پھرتا ہے ۔ بادشاہوں کے بادشاہ کی سواری اور اس کے جلوس کے نظاروں
سے لطف اندوز ہوتا ہے سب نفیس ستھری اور پاکیزہ چیزوں سے بہرہ اندوز ہوتا ہے
بس مراد سب اطاعت کرنے والوں ، عابدوں اور اللہ کے مقربوں سے بڑھا
ہوا ہے ۔ اور ان سب پر گوئے سبقت لے گیا ہے ۔

مبتدی اور پیر

مبتدی کو کیا کرنا چاہیئے ۔ وہ اپنے پیر کا ادب کیونکر کرے ، پیر
اپنے مرید کو ادب کیسے سکھائے ؟ اس کے بارے میں
پیر کو چاہیئے کہ مرید کا اعتقاد شروع ہی میں مضبوط کیا جائے ۔ اسے اس امر کی تلقین
کی جائے کہ اہل سنت میں جو بزرگ اور نیکوکار بزرگ گزرے ہیں ان کے طریقہ
پر چلے ، انبیائے کرام ، مرسلین ، صحابہ ، تابعین ، ولیوں اور صدیقوں کے عقائد اور ان
کے طریقے اختیار کرے ۔ قرآن کریم اور حدیث کے ساتھ تمسک کرے ۔ جو
اوامر و نواہی اور اصول قرآن و حدیث کے مطابق ہیں ان پر عمل کرے ۔ ان دونوں
(قرآن و حدیث) کو اپنے بازو کی قوت جانے ۔ کیونکہ اس راستہ میں وہ ان دونوں ہی
کے ذریعہ سے پرواز کرے گا ۔ یہی دونوں چیزیں آدمی کو مقصود یعنی پروردگار تک

پہنچانے والی ہیں۔

ان امور کے بعد صدق اور کوشش اختیار کرے اس راستہ میں یہاں تک ثابت قدم رہے کہ ہدایت کرنے والے اور دلیل پر رسائی ہو جائے۔ یہ اسے کھینچ کر خدا کی راہ میں لے جا کر کھڑا کر دیں۔

اس کے بعد مرید کو مونس تلاش کرنے کی تلقین کی جائے۔ جو ان موقعوں پر اس کا مددگار ہو، ماندگی، رنج، تاریکی شہوت کا غلبہ، لذت، نفس کی صفات ذمیمہ، گمراہ کرنے والی خواہشات وغیرہ۔

مرید کا دل اس مونس سے الفت اور رحمت اختیار کرے۔ خدا فرماتا ہے کہ جو لوگ ہماری طلب کی کوشش کرتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنی راہ دکھاتے ہیں۔ ایک حکیم کا کہنا ہے کہ جس نے طلب کیا اور کوشش کی اس نے پالیا پس اعتقاد کے سبب انسان کو حقیقت کا علم ہوتا ہے اور کوشش کرنے سے حقیقت میں چلنے کے راستے معلوم ہوتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالےٰ کے ساتھ اپنے عہد و پیماں کو خالص اور مضبوط بنائے۔ اور یہ جبھی ہو سکتا ہے کہ اس نے جو عہد کیا ہے اس کے خلاف دوسرے راستہ میں ایک قدم بھی نہ چلے اپنی منزل مقصود تک جانے کے لیے کسی کی ملاقات سے ہمت نہ ہارے، اپنی ہمت مضبوط رکھے جو لوگ قول کے سچے ہوتے ہیں وہ اپنے قول سے نہیں پھرتے۔ اگر کچھ کرامت حاصل ہو جائے تو اس پر قناعت نہ کر بیٹھے اگرچہ یہ کرامت اس کی کوشش کے باعث بارگاہ صمدیت سے حاصل ہوگی بلکہ اس پر قناعت کرنا اللہ تعالےٰ اور اس کے درمیان ایک حجاب ہے جب حضوری حاصل ہو جائے تو کرامت اسے کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتی یعنی حجاب روک دینے کا باعث نہیں بنتی کیوں کہ یہ قدرت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ اور اس کے ثمروں اور اس کی علامتوں میں سے ہے۔ اللہ تعالےٰ کی حضوری میں پہنچنا اس کی قدرت

ہی سے حاصل ہوتا ہے پس حضوری کے ہوتے ہوئے کرامت اس کی ذات کی کسی چیز کو ضرر نہیں پہنچا سکتی.........

پس مرید کی جو صفتیں بیان کی گئی ہیں اور جن باتوں سے پاک ہونے کے لیے کہا گیا ہے جب تک ان سے پاک وصاف نہیں ہوگا۔ وہ اس لائق نہیں ہو سکتا کہ اس کا نام مرید رکھا جائے۔

شیخ کے حضور مرید کی حاضری

مرید کے لیے ہدایت ہے کہ ظاہر میں کبھی پیر کی مخالفت نہ کرے، باطن میں بھی اس پر کوئی اعتراض نہ کرے۔ جو شخص بہ ظاہر ادب کو ترک کرتا ہے وہ گناہ کرتا ہے۔ جو باطن میں پیر پر اعتراض کرتا ہے وہ اس کی لغزش کا خواہاں ہے۔ چاہیئے یہ کہ مرید اپنے پیر کے لیے اپنے نفس سے دشمنی کرے۔ پیر کے مقابلہ میں ہمیشہ اپنے نفس کو زجر و توبیخ کرتا رہے۔ ظاہر اور باطن دونوں طرح سے پیر کی مخالفت نہ کرے۔ خدائے تعالےٰ کے اس کلام کا زیادہ ورد کیا کرے کہ "اے اللہ ہمیں بخش دے ہم سے پہلے جو مومن بھائی گزر چکے ہیں انہیں بھی بخش دے۔ اور ہمارے دلوں کو مومنوں کی طرف سے میلا نہ کر۔ اے اللہ! اس میں کوئی شک نہیں کہ تو ہم پر مہربانی اور رحمت کرنے والا ہے۔

اگر شیخ سے شرع کے خلاف کوئی عمل ہوتا ہو تو اشارہ اور ضرب المثل سے شیخ کو آگاہ کرے، صریح نہ کہے تاکہ پیر کے دل میں اس سے نفرت نہ پیدا ہو۔ اگر پیر میں کوئی عیب نظر آئے تو اسے چھپائے، اپنے نفس پر تہمت لگائے۔ اس فعل کی تاویل کرے۔ اگر کوئی عذر نہ ملے تو شیخ کے لیے استغفار پڑھے۔ اس کے حق میں دعا کرے کہے اے اللہ! انہیں علم اور بیداری کی توفیق عطا فرما۔ اور ان کی نگہبانی فرما۔ پیر کی عصمت پر پورا پورا اعتقاد نہ رکھے۔ اسکے عیب سے دوسروں کو اطلاع نہ دے۔ جب دوبارہ پیر کی خدمت میں جائے تو دل میں یہ خیال لے کر جائے کہ اب پیر کا وہ عیب دور ہوگیا ہوگا۔ اور وہ

اپنے پہلے درجہ سے زیادہ اونچے درجہ پہنچ گیا ہوگا شیخ سے پہلے جو کچھ سرزد ہوا (عیب) وہ غفلت کے باعث سرزد ہوا۔ اور دو حالتوں کے درمیان جو جدائی ہوتی ہے۔ اس میں ہوا۔ ایک حالت رخصتوں اور اباحتوں کی قدس عزیمت اور سخت عمل کرنے کی ہے۔ یہ دو گھروں کے درمیان دہلیز اور دو منزلوں کے درمیان ایک منزل کے برابر ہے۔ پہلے گھر میں کھڑا ہوتا ہے تو یہ ایک حالت ہوتی ہے۔ چوکھٹ پر کھڑا ہوتا ہے تو یہ دوسری حالت ہوتی ہے۔ ایک لباس سے دوسرا لباس نقل کرنا۔ ایک ولایت سے دوسری ولایت میں پہنچنا جو پہلی سے افضل ہو یہ سب جدا جدا حالتیں ہیں کیوں کہ اس میں روز بروز قرب الٰہی میں آگے ہی کی طرف بڑھتے ہیں۔

اگر پیر شیخ غصہ کرے، رنج کا اظہار کرے یا مرید کی طرف سے چشم پوشی کرے تو مرید اس سے قطع تعلق نہ کرے بلکہ اس کی وجہ معلوم کرے۔ اس کی خدمت میں کوئی بے ادبی، قصور یا نافرمانی ہوئی ہے تو اس کی نسبت اپنے رب سے توبہ کرے اور عہد کرے کہ آئندہ ایسا نہ کرے گا پھر شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی تقصیر کا عذر کرے۔ اپنی عاجزی ظاہر کرے اور تعلق بتائے۔ مخالفت کا خیال دل سے دور کر کے آئندہ دوستی جتائے۔ اور ہمیشہ اس کے مطابق رہے۔ شیخ کو اپنے اور خدا کے درمیان وسیلہ گردانے تاکہ اس کی وساطت سے درگاہِ الٰہی میں پہنچنے میں آسانی رہے۔

پیر کی ضرورت کیوں؟

جب کسی کو بادشاہ تک پہنچنے کی راہیں معلوم نہیں ہوتیں تو کسی دربان کے ساتھ دوستی پیدا کرنے کا حاجت مند ہوتا ہے۔ سلطنت کے خدمت گاروں اور بادشاہ کے خاص مصاحبوں سے دوستی پیدا کرتا ہے تاکہ وہ اسے مفید مدد دے سکیں۔ اور بارگاہ میں حضوری کے آداب بتائیں۔ اسے اپنی عرض معروض کا طریقہ سکھائیں اور بتائیں کہ بادشاہ کے خزانہ

ہیں فلاں ہدیے اور تحفے کم یاب ہیں اس لیے بادشاہ کو اس قسم کے تحفوں اور نذرانوں کی زیادہ خواہش ہے۔ تاکہ وہ ان تحفوں کو تیار کرے اور اسے معلوم ہو کہ کون سے دروازہ سے داخل ہونا ہے۔ اور کس دروازے سے داخل ہونے میں ملامت اور اہانت ہے اور فلاں دروازہ سے داخل ہونے سے حضوری حاصل نہیں ہوگی۔ نہ ہی مقصد میں کامیابی حاصل ہوگی۔

اس طرح اس باب میں بھی ہم اس کے محتاج ہیں کہ کوئی راستہ بتانے والا اور خبردار کرنے والا ہو تاکہ وہ ہاتھ پکڑ کر اس مقام پر بٹھا دے جہاں وہ بیٹھنے کے لائق ہو یا اسے وہاں بیٹھنے کا اشارہ ہی کر دے تاکہ درگاہ پر پہنچنے کے وقت اسے ذلت نہ اٹھانی پڑے۔ نہ اس پر الزام رکھا جائے۔ کہ یہ بے ادب اور احمق ہے۔

آدم کی مثال

اس جہان کی یہی عادت ہے کہ ایک پیر ہے اور ایک مرید، ایک تابع ہے اور ایک متبوع، ایک استاد ہے اور ایک شاگرد، ایک آقا ہے اور ایک نوکر، آدم سے لے کر قیامت تک یہی کیفیت ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا تو انہیں سارے نام سکھائے اور کام شروع کر دیا گیا۔ یہ اس طرح ہوا کہ آدم شاگرد بنے اور اللہ تعالیٰ خود ان کا استاد تھا۔ یا یوں کہو کہ آدم مرید بنے اور باری تعالیٰ خود ان کا شیخ بنا۔ پھر آدم کو اس طرح سکھایا کہ یہ گھوڑا ہے، یہ خچر ہے، یہ گدھا ہے، یہ بڑا پیالہ ہے، یہ چھوٹی پیالی ہے۔ غرض سب کچھ بتا دیا۔ جب تعلیم و تہذیب دے کر فارغ ہوا تو خطابات سے پکارا یعنی معلم، استاد، شیخ، حکیم۔ انہیں طرح طرح کے لباس اور زیور پہنائے۔ طرح طرح کے علوم سکھائے آپ کو بہشت میں کرسی پر بٹھایا۔ فرشتوں کو ان کے گرد صف بستہ کھڑا کیا۔ اور جب فرشتوں نے درگاہ الٰہی میں اپنی لاعلمی ظاہر کی اور عاجزی بیان کی یعنی کہا تو پاک ہے ہمیں علم نہیں مگر جو تو نے سکھایا، اس وقت حضرت آدم کو حکم ہوا کہ ان سب چیزوں کے نام بتاؤ چنانچہ

آپ استاد بنے اور سب فرشتے آپ کے شاگرد۔ آپ نے انہیں سب چیزوں کے نام بتائے جیسا کہ قرآنِ پاک میں بیان ہوا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت آدم متبوع ہوئے اور سب فرشتے آپ کے تابع۔

استاد اور شاگرد

اس کے بعد قضا کے مطابق آپ نے ممنوع درخت کا پھل کھایا تو بہشت سے نکال دیئے گئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اب آپ کو معلم، مرشد، استاد، رہنما، خبر دینے والے کی اور ادب سکھانے والے کی ضرورت پڑی۔ اس لیے خدا نے جبریلؑ کو نازل فرمایا۔ انہوں نے اللہ کے حکم کے مطابق آپ سے دوستی کی۔ دشوار باتیں آپ پر ظاہر کر دیں انہیں گندم کا بیج دے کر کہا کہ یہ اس طرح بویا جاتا ہے جب وہ درخت بڑا ہو کر بار آور ہوا تو آپ کو اس کے کاٹنے کا ڈھنگ سکھایا گیا۔ پھر بتایا گیا کہ گیہوں کو خس و خاشاک سے اس طرح صاف کیا جاتا ہے۔ پھر آٹا پیسنا بتایا گیا۔ پھر روٹی پکانا سکھایا گیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس سے ثابت ہوا کہ آدم پھر شاگرد بنے اور جبریل استاد۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر آنحضرتؐ کو حضرت جبرائیل نے تعلیم دی، آپ کو وضو کرنا سکھایا، نماز پڑھنی سکھائی، مسواک کرنے کی وصیت کی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر صحابہ نے آنحضرتؐ سے تعلیم پائی۔ پھر صحابہ کے طالبان نے۔ صحابہ سے ان کے بعد تبع تابعین نے تعلیم پائی۔ اس طرح قرن کے بعد دوسری قرن میں ایک زمانہ کے بعد دوسرے زمانہ میں تعلیم پاتے گئے۔ شیخوں کا بھی یہی حال تھا۔ ایک نے دوسرے سے رہنمائی حاصل کی، اس کے قدم بہ قدم چلا۔ انہوں نے ایک دوسرے کے مذہب کی پیروی کی۔ ایک کے بعد دوسرا اس کا خلیفہ اور قائم مقام مقرر ہوا مثلاً موسیٰ بن عمران اور ان کا غلام حضرت یوشع بن نون کا بھانجا اور حضرت عیسیٰؑ کے حواری، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ آنحضرتؐ سے، حضرت علیؓ، تمام اصحاب، اولیاء اور صدیق اور ابدال اور استادوں اور شاگردوں کا بھی یہی حال ہوتا ہے۔ مثلاً حسن بصریؒ

اور ان کے شاگرد عتبہ بن غلام اور سری سقطی اور ان کا غلام اور بھانجا اور ابوالقاسم جنید وغیرہ وغیرہ۔

پس جو مشائخ ہیں اور اللہ تعالےٰ کا راستہ دکھانے والے ہیں۔ وہ دروازہ ہیں جہاں سے اللہ تعالےٰ کی طرف چلنے کا راستہ ملتا ہے۔ مرید کو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ پیر کو اختیار کرے۔ جیسا کہ مجمل طور پر بیان ہوا .... مرید کو لازم ہے کہ جب تک خدا کی بارگاہ میں اس کی پوری رسائی نہ ہو جائے، اس وقت تک مرشد سے قطع تعلق نہ کرے۔ جب درگاہِ ایزدی میں پہنچ جاتا ہے تب اللہ تعالےٰ اس کی تربیت اور تہذیب اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔ اور سب اسرار سے اسے آگاہ کر دیتا ہے جن سے اس کا پیر بھی آگاہ نہیں ہوتا۔ پھر اللہ تعالےٰ اپنی مرضی کے مطابق اس سے کام لیتا ہے۔

مریدی کے آداب جب مرید اپنے پیر صاحب سے آداب سیکھنے کا ارادہ کرے تو اسے لازم ہے کہ دل میں اس بات کا ایمان، صدق اور اعتقاد ہو کہ اس مقصد کے لیے پیر صاحب سے بہتر اور کوئی آدمی نہیں اور محض خدا کے لیے اسے قبول کرے اور خدائے تعالےٰ کے ساتھ اس کا جو راز ہو اسے دل میں محفوظ رکھے کسی اور پر اس کا اظہار نہ کرے لیکن جو بات مناسب خیال کرے اُسے شیخ پر ظاہر کر دے۔ شیخ کی مخالفت نہ کرے۔ اس سے ڈرے۔ شیخ سے مخالفت رکھے تو اپنے حق میں زہر قاتل بن جائے گی۔

مخالفت کئی طرح کی ہے ہر قسم کی مخالفت سے پرہیز کرے۔ صرف ظاہراً نہیں بلکہ باطن میں بھی کوئی مخالفت نہ رکھے۔ اپنے احوال اور اپنے اسرار کو شیخ سے پوشیدہ نہ رکھے۔ صرف شیخ کو ہی اس سے آگاہ کرے کسی اور پر ظاہر نہ کرے۔ جس بات کے ظاہر کرنے کا شیخ نے حکم دے رکھا ہو اسے ضرور ظاہر کرے۔

غیر ضروری باتوں کے لیے پیر سے اجازت نہ مانگے۔ ایسا کرنا مناسب نہیں۔ جن باتوں کو محض اللہ کے لیے چھوڑ چکا ہو ان کی طرف پھر رجوع نہ کرے۔ پھر رجوع کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ اہل طریق کے نزدیک ارادے کا ٹوٹنا بھی کبیرہ گناہ ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی بخشش کو واپس کرتا ہے وہ اس کتے کی مانند ہے جو قے کر کے پھر اسے نگل لے جس بات سے پیر باز رکھے اس سے باز رہے۔ اور اس کا فرمان بجا لائے۔ فرمان کا بجا لانا واجب ہے۔ اگر پیر کے ارشاد کے خلاف قیام میں کوئی تقصیر ہو جائے تو واجب ہے کہ پیر کو اس کی اطلاع دے۔ تاکہ وہ اس کی تقصیر کا تدارک کرے۔ اور مرید کے لیے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں دعا کرے کہ مرید کو توفیق دی جائے اس کے لیے آسانی پیدا ہو اور نجات کا ذریعہ نکل سکے۔

شیخ کے فرائض

جب مرید اپنے پیر کی خدمت میں پہلے پہل حاضر ہو تو شیخ کو لازم ہے کہ وہ مرید کو اپنے نفس کے لیے نہیں بلکہ اللہ کے لیے قبول کرے۔ لازم ہے کہ مرید کو پند و نصیحت کرے اس پر مہربانی کی نظر رکھے۔ جب دیکھے کہ مرید کسی مشقت یا سختی کو اٹھانے سے معذور ہے تو اس کے لیے آسانی پیدا کرے اور نرمی کا سلوک کرے۔ اس سے اس طرح سلوک کرے جس طرح مہربان ماں یا شفیق باپ اپنے بیٹے یا غلام کے ساتھ سلوک کرتا ہے۔ جو بوجھ وہ نہ اٹھا سکتا ہو وہ اس پر نہ ڈالے۔

پہلے نفس امارہ کی فرمانبرداری چھوڑنے کا حکم دے اور اسے نصیحت کرے کہ شرع کے احکام کی پیروی کرے، پھر اسے فرائض کی طرف متوجہ کرے۔ اگر ابتدائے حکم میں ہی مرید کے مجاہدہ کی سچائی اور اس کی عزیمت کو دیکھ لے اور ان میں خدا کے نور کا مشاہدہ کرے۔ جیسا کہ اپنے مومن بندوں، اولیا، اللہ اور دوستوں کے حق

میں ہوتا ہے تو پھر کسی بات میں اس سے نرمی نہ کرے بلکہ اسے بہت سخت ریاضتیں بتائے اور ان کے شکنجہ میں خوب جکڑے اس سے اس کی آزادی میں کوئی فرق نہ آئے گا اس لیے کہ وہ مرید پیدا ہی اسی کام کے لیے ہوا ہے۔ وہ کام اس کے حال کے موافق ہوگا۔

پیر کو یہ جائز نہیں کہ مرید کی طرف سے کسی قسم کی آسائش پائے، یا اس کے مال سے فائدہ اٹھائے، یا اس کی خدمت سے فائدہ اٹھائے۔ ہاں اگر اللہ تعالٰے حکم دے تو ایسا کر سکتا ہے۔ مرید اپنے مال سے نذرانہ کے طور پر کچھ دے تو قبول کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس میں مرید کی اصلاح اور نجات ہے۔ اس لیے ایسی پیش کی گئی چیز پیر کا حصہ ہوتی ہے اس صورت میں اس نذر سے منہ پھیرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

مرید کی تربیت کے لیے اللہ تعالٰے کی طرف سے پیر کو توفیق عطا کی جاتی ہے اور مقصد یا حاجت جلد پوری ہو جاتی ہے۔ اس لیے پیر کو تکلیف سے ڈرنا نہ چاہیے۔ پیر کا یہ ذمہ ہے کہ اپنی ہمت سے مرید کی تربیت کرے۔ جب مرید میں کوئی خلل یا فتور دیکھے تو اپنے باطن میں اس کی طرف سے توبہ کرے۔ پیر کے ذمہ یہ بھی ہے کہ مرید کے اسرار کی نگہبانی کرتا رہے۔ مرید کے حال سے کسی غیر کو آگاہ نہ کرے۔ کیوں کہ یہ اسرار امانت ہوتے ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ نیک لوگوں کے سینے اسرار اور راز کی قبریں ہوتی ہیں۔

مریدوں کے لیے ان کا پیر راحت کا محل ہوتا ہے۔ ان کے بھیدوں کا گنجینہ ان کا جائے پناہ اور ان کو دلیری اور تقویت دینے والا، ان کی امداد کرنے والا۔ راہ حق میں ان کو ثابت قدم رکھنے والا۔ پیر کو لازم ہے کہ مریدوں کو ہر وقت اس بات پر آمادہ رکھے کہ وہ اللہ تعالٰے کے بھید سے راستے پر متوجہ رہیں۔

مرید سے اگر خلاف شرع کوئی کام ہو تو علیحدگی میں اسے نصیحت کی جائے۔ اور ادب سکھایا جائے اور نصیحت کرے کہ دوبارہ ایسا کام نہ کرے۔ اسے اس بات سے بھی باز رکھے کہ اعتقادی یا عملی مسائل میں کوئی مکروہ بات کرے یا کسی ایسی حالت کا دعوےٰ کرے جو ابھی تک اس میں نہ آئی ہو۔ اسے ہدایت کرے کہ وہ اپنے علم پر مغرور نہ ہو۔ بلکہ بتائے کہ اس علم کے باوجود وہ جاہل ہے۔ غرض ایسی تمام باتوں سے مرید کو بچائے اور جن کاموں پر مرید غرور کرے انہیں حقیر بنا کر اس کے سامنے پیش کرے۔ تاکہ اس کا غرور جاتا رہے۔ کیونکہ غرور آدمی کو اللہ کی نظر سے گرا دیتا ہے سب مریدوں کو اکٹھا کر کے نصیحت کرنی چاہیئے تاکہ نصیحت مشترک ہو کسی خاص آدمی کو مخاطب کر کے نہ کہے۔ ورنہ ہو سکتا ہے وہ متنفر ہو کر چلا جائے اور اسرار کی بات ظاہر کر دے۔ غیبت اور بدگوئی کرے اور دوسروں کے دل میں بھی پیر کے متعلق نفرت پیدا کرنے کا باعث بنے۔

اگر پیر کا یہ حال ہو کہ وہ اپنے آپ کو ضبط نہیں کر سکتا، غصہ سے مغلوب ہو جاتا ہے، غصہ پر اس کا اختیار نہیں رہتا۔ ایسی حالت میں وہ ولایت کے منصب سے معزول ہو جائے مریدوں کو الگ کر دے اور اپنے نفس کی اصلاح کی طرف متوجہ ہو۔ اپنے آپ کو ریاضت میں ڈالے نفس کے ساتھ جہاد کرے۔ خود کسی اور پیر کی تلاش کرے اور اس سے ادب سیکھے یہاں تک کہ اس کا مزاج اعتدال پر آجائے اور اس کا اخلاق درست ہو جائے۔

اگر پیران مذکورہ بلاؤں میں گرفتار ہوگا اور طریقت کے مریدوں سے قطع تعلق نہ کرے گا تو یہ امر صلاحیت سے بعید ہوگا"

باب ۱۲

تعلیمات اور اقوال

ترتیب اشغال غوثِ اعظمؒ کا ارشاد ہے کہ مومن کو چاہیئے کہ سب سے پہلے فرائض ادا کرے۔ فرائض سے فارغ ہونے کے بعد سنن کی ادائیگی میں مصروف ہو سنن سے فراغت مل جائے تب نوافل اور مستحبات کی طرف متوجہ ہو جب تک فرائض ادا نہ ہو جائیں، سنن میں مشغول ہونا حماقت، نادانی، جہالت اور بے وقوفی ہے۔ اگر فرائض سے قبل سنن اور نوافل میں مصروف ہو گا تو اس کی یہ عبادت ہرگز قبول نہ کی جائے گی اور ذلیل و خوار کیا جائے گا۔

ایسے شخص کی مثال اسی طرح ہے جیسے کوئی بادشاہ کسی کو اپنی خدمت کے لیے بلائے۔ وہ شخص بادشاہ کے پاس تو نہ جائے بلکہ اس کے امیر کے پاس جا کر اس کی خدمت انجام دینے لگ جائے۔ حالانکہ وہ بادشاہ کا غلام اور خادم ہے اور اس کے سارے اختیارات بادشاہ ہی کی طرف سے اسے دیئے گئے ہوتے ہیں یعنی دراصل اس امیر پر بادشاہ کا تصرف ہوتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ پہلے فرائض ادا کیے جائیں، پھر سنن، نوافل اور مستحبات کی طرف رجوع کیا جائے۔[۱]

عمل اور نیت اعمال کے لیے پہلے نیت کو درست کرنا چاہیئے اس لیے کہ الاعمال بالنیات "(اعمال کا دارومدار نیت پر ہے) نیت نیک ہو گی تو نیک عمل کا اچھا صلہ ملے گا اگر نیت اچھی نہ ہو گی تو صلہ کبھی اچھا نہیں ہو گا

---

[۱] فتوح الغیب

(خواہ وہ عمل بہ ظاہر نیک ہی ہو۔

تصوف کی تعلیم

دل کو جسم کی تمام کدورتوں سے پاک وصاف کرنے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ صدق اور سچائی اختیار کرنے اور خلق خدا کے ساتھ نیک سلوک کرنے کو تصوف کہا جاتا ہے۔ اور صوفی وہ ہے جو نفس کی جملہ برائیوں سے پاک وصاف ہو۔ اہل دنیا کے ساتھ دل نہ لگائے طبع کی مالوف اشیاء کو ترک کرے

ولی کے خصائل

آپ کا ارشاد ہے کہ جس شخص میں یہ بارہ خصلتیں نہ ہوں اسے ولایت کی مسند پر بیٹھنا ہرگز جائز نہیں۔

دو خصلتیں اللہ تعالیٰ سے سیکھے یعنی عیب پوشی اور رحم دلی، دو خصلتیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھے شفقت اور رفاقت، دو خصلتیں حضرت ابوبکرؓ سے سیکھے، دوستی اور راست گوئی، دو خصلتیں حضرت عمرؓ سے سیکھے، ہر شخص کو نیک بات بتانا اور اسے برائی سے روکنا، دو خصلتیں حضرت عثمانؓ سے سیکھے، مسکین کو کھانا کھلانا اور رات کو جاگ کر عبادت کرنا، دو خصلتیں حضرت علیؓ سے سیکھے، عالم بننا اور شجاعت و جوانمردی اختیار کرنا۔

اہل مجاہدہ کے خصائل

اہل مجاہدہ اور اہل محاسبہ کے بارے میں فرمایا کہ ان میں دس خصلتوں کا ہمیشہ ہونا ضروری ہے۔

پہلی خصلت یہ ہے کہ خدا کی قسم نہ عمداً کھائے اور نہ سہواً، خواہ سچا ہو خواہ جھوٹا یہ اس لیے نہیں کہ قسم کھانا حرام ہے بلکہ اس لیے کہ خدا کی عزت، اس کی شان اور اس کا جلال اس سے کہیں بالا ہے کہ معمولی باتوں کے لیے اس کی قسم کھائی جائے

دوسری خصلت یہ ہے کہ قصداً یا ہنسی مذاق کے طور پر جھوٹ سے ہمیشہ مجتنب رہے

تیسری خصلت یہ ہے۔ کہ کبھی وعدہ خلافی نہ کرے۔ اگر خدشہ ہو کہ وعدہ پورا نہ ہوگا تو ہرگز وعدہ نہ کرے۔

چوتھی خصلت یہ ہے کہ مخلوقات میں سے کسی پر کبھی لعنت نہ کرے پانچویں خصلت یہ ہے کہ مخلوق میں سے کسی کے لیے بد دعا نہ کرے۔ خواہ اس نے اس پر ظلم ہی کیا ہو، ظلم کو برداشت کرے اور صبر سے کام لے۔

چھٹی خصلت یہ ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کو تکفیر نہ کرے ساتویں خصلت یہ ہے کہ ظاہری اور باطنی گناہوں سے اپنے اعضا اور اپنے حواس کو بچائے آٹھویں خصلت یہ ہے کہ لوگوں پر اپنا کسی قسم کا بوجھ نہ ڈالے۔

نویں خصلت یہ ہے کہ کسی بات کی طمع نہ کرے بلکہ بے نیاز رہے، دسویں خصلت یہ ہے کہ سچی تواضع اور انکساری اختیار کرے۔

خطرات قلب آپ کا ارشاد ہے کہ جو چیز دل میں گزرے اسے دل کا خطرہ کہتے ہیں اور دل کے خطرے چھ طرح کے ہیں۔

خطرہ نفس، خطرہ شیطان، خطرہ فرشتہ، خطرہ روح، خطرہ عقل اور خطرہ یقین۔

نفس کا خطرہ یہ ہے کہ نفس آدمی کو نفسانی خواہشات اور شہوت کی طرف مائل کرتا ہے، خواہ وہ حلال ہوں خواہ حرام۔

شیطان کا خطرہ اعتقاد پر اثر ڈالتا ہے یعنی کفر اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے اسے اس بات پر مائل کرتا ہے کہ شرک کرے، اگر کرے اللہ پر وعدہ خلافی کی تہمت لگائے، برا کام کرے، اگلے دن توبہ کرے۔ غرض یہ خطرہ دنیا اور آخرت کی ہلاکت آفریں باتیں بتاتا ہے۔

یہ دونوں خطرے بہت ہی برے ہیں۔ یہ عام مسلمانوں کے دل میں وارد ہوتے ہیں محض برائی کی طرف رغبت دلاتے ہیں، روح اور فرشتہ کے خطرے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اطاعت کی طرف رغبت دلاتے ہیں، دنیا اور آخرت میں سلامتی

ؔ بہجۃ الاسرار

کی باتیں بتاتے ہیں، جو علم شریعت کے موافق ہوں، یہ دونوں خطرے عمدہ اور پسندیدہ ہیں جو خاص لوگوں کے دلوں سے کبھی محو نہیں ہوتے۔

عقل کا خطرہ کبھی انسان کو نفس اور شیطان کی طرح حکم دیتا ہے اور کبھی روح اور فرشتہ کے سے احکام دیتا ہے یعنی کبھی برائیوں کی اور کبھی اچھائیوں کی ترغیب ملتی رہتی ہے۔ اس میں خدا کی حکمت یہ ہے کہ آدمی اپنے کاموں کو ہمت اور عقل کے مطابق درستی سے انجام دے۔ نیک و بد، نفع اور نقصان میں تمیز کرے، خدا نے انسان کے جسم کو اپنے احکام اور بے انتہا ارادوں کے نزول کا محل بنایا ہے۔ عقل اس لیے پیدا کی ہے کہ آدمی نیک کاموں کو جانے اور خدا کی نعمتوں کی طرف توجہ کرے، برائی، عذاب اور گناہ سے بچے۔

یقین کا خطرہ جو روح الایمان اور مزید علم ہے۔ صدیقین، اولیاء، اصفیاء، اتقیاء، شہداء، ابدال، اقطاب اور اغواث کے لیے مخصوص ہے۔ یہ خطاب ہیں جو ضمائر پر وارد ہوتے ہیں۔ یہ خطاب جب فرشتہ کی جانب سے ہو تو الہام ہوتا ہے۔ اور جب شیطان کی طرف سے ہو تو اسے وسواس کہتے ہیں جب نفس کی طرف سے ہو تو ہاجس کہلاتا ہے اور جب اللہ تعالٰے کی طرف سے ہو تو خطرۂ حق کہلاتا ہے

الہام کی علامت یہ ہے کہ وہ کتاب و سنت کے مطابق ہو، وہ الہام جس میں ظاہر شریعت کا مشاہدہ نہ ہو، باطل ہے۔

وسواس کی علامت یہ ہے کہ جب کسی لغزش کی طرف بلایا جائے اور اس کی مخالفت کی جائے تو کوئی دوسری لغزش پیدا ہو جائے کیونکہ اس کے نزدیک تمام مخالفات برابر ہیں۔

ہاجس کی علامت نفس کی خاص صفات میں سے کسی وصف میں اصرار کا پایا جانا ہے۔ یہاں تک کہ وہ شخص اس وصف کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

خطرہ حق کی علامت یہ ہے کہ حیرت کا موجب نہ ہو برائی کی طرف نہ لے جائے بلکہ مزید علم بیان کے ساتھ وارد ہو اور وجدائی کے وقت اپنے وصف سے پہچانا جائے

شریعت آپ کا ارشاد ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو۔ خدا اور رسول کا حکم مانو، ان کے حکم سے باہر نہ نکلو، دین اسلام کی حقانیت کا یقین رکھو۔ اس میں شک وشبہ نہ کرو، مصیبتوں پر صبر سے کام لو، گناہوں سے بچو، اپنے اللہ کی عبادت کرو، اس کی درگاہ سے منہ نہ موڑو، ہر وقت اپنے گناہوں سے توبہ کرتے رہو۔

فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلتے رہو۔ آپ کی پیروی اور مطابعت میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑو، قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے "اے نبی! تم ان سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو میرا (نبی کریم کا) اتباع کرو۔ خدا تم سے محبت کرے گا"

معارف آپ فرماتے ہیں مسلمان کو تین باتیں نہ بھولنا چاہیئے۔ اول یہ کہ نفع اور نقصان کا مالک صرف اللہ تعالےٰ ہے۔ اس نے ازل میں انسان کے لیے جو کچھ مقرر کر دیا ہے، خواہ وہ آرام ہے یا سختی، آسانی ہے یا تنگی، نفع ہے یا نقصان وہ ضرور پہنچے گا۔

دوسرے یہ کہ تو اپنے مولیٰ کا زیر فرمان بندہ ہے، تیرے اندر اسی کا تصرف ہے، جس طرح چاہتا ہے تیری حالت بناتا ہے، وہ تجھ پر تجھ سے اور تیرے باپ سے بھی زیادہ مہربان ہے۔ چنانچہ وہ جو کچھ بھی تیرے ساتھ کرے تجھے اسے ناپسند نہیں کرنا چاہیئے۔

تیسرے یہ کہ دنیا فنا ہونے والی ہے اور آخرت آنے والی ہے جو ہمیشہ رہے گی۔ تو دنیا میں مسافر کی حیثیت سے ہے، آخر کار تیرا سفر ختم ہو جائے گا اور

اور تو اپنی اصلی منزل میں پہنچ جائے گا پس سفر کی مصیبتوں کو برداشت کر اور اپنا گھر آباد کرنے اور اس کی اصلاح اور آراستگی کے لیے کوشش کر۔ اس تھوڑی سی مدت میں یہ کام انجام دے لے کر بعد از اں ہمیشہ کے لیے فائدہ اٹھائے گا۔

طریقت اللہ تعالیٰ کے طالب کو چاہیئے کہ ادائے فرض کے بعد تقرب الی اللہ کی جستجو کرے۔ اور جن اذکار و اشغال کی طاقت رکھتا ہے انہیں اپنے اوپر لازم کرے، اور یہ خیال کرے کہ اس کا ہر قول اور ہر فعل، اس کی ہر حرکت اور ہر سکوت اس کا اٹھنا اور بیٹھنا، اس کا سونا اور جاگنا، اس کا ہنسنا اور رونا سب اللہ کے لیے ہے کیوں کہ اس کا نتیجہ محبت الٰہی ہے اور محبت الٰہی کا نتیجہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے اظہر من الشمس ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بندہ نفلی عبادت کے ذریعہ سے میری قربت کا خواہش مند ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں۔ میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے، میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے، میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے، میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے، میں اس کا دل بن جاتا ہوں جس سے وہ سمجھتا ہے، میں اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ کلام کرتا ہے، اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں اسے عطا کرتا ہوں۔ مجھ سے پناہ طلب کرے تو پناہ دیتا ہوں۔ پس جو شخص اس پر عمل کرنا چاہے، وہ صبح و شام ذکر کیا کرے اور دنیوی امور میں انہماک کے باعث غافلوں سے نہ بنے۔ تمام اذکار سے بہتر اور افضل اللہ ہی کا ذکر ہے، زیادہ تر یہی ذکر ہمیشہ کیا کرے۔

ضرورتِ علم غوثِ اعظم کا ارشاد ہے کہ علم پڑھو اس کے بعد گوشہ نشین ہو جاؤ کیونکہ جو عابد بے علم ہے اس کے تمام کام سدھرنے کی بجائے بگڑتے ہیں۔ لہذا چراغِ شریعت لے کر عبادت الٰہی میں مصروف ہونا

چاہیئے۔

جو شخص علم حاصل کرتا اور اس پر عمل کرتا ہے۔ اللہ تعالٰے اسے علم لدنی عطا کرتا ہے۔ جو کچھ اللہ کے سوا ہے اسے چھوڑ دو، اس بات سے ڈرو کہ تمہارا چراغ شریعت گل نہ ہو جائے۔ اللہ کی یاد میں بیٹھے رہو۔ اگر تم چالیس دن اللہ کی یاد میں بیٹھے رہو تو تمہارے دل سے زبان کے راستہ حکمت کے چشمے پھوٹتے رہیں گے۔ اس وقت تمہارا دل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح محبت الٰہی کی آتش مشاہدہ کرنے لگے گا۔ پھر تمہارے نفس، تمہاری خواہش، تمہارے شیطان، تمہاری طبیعت تمہارے اسباب، اور تمہارے وجود سے کہنے لگے گا کہ ٹھہر جاؤ میں نے آتش مشاہدہ کی ہے۔ پھر اسے مقام سیر سے آواز آئے گی کہ میں تیرا رب ہوں میرے سوا ہر چیز سے اپنا تعلق ختم کر دے۔ میرے ماسوا کو بھول جا مجھے پہچان لے مجھ سے تعلق رکھ۔ میرا ہی طالب بن رہ اور میرا قرب حاصل کر۔

جب ندا تمام ہو جائے گا تو دل کی سب کدورتیں دور ہو جائیں گی اور سرکشی نفس کو بھی سکون حاصل ہو جائیگا۔

ضرورت عمل غوث اعظم کا ارشاد ہے کہ اللہ سے ہمیشہ ڈرتے رہو ہمیشہ اس کی اطاعت کرنے کی کوشش کیے جاؤ، ظاہر شرع کو اختیار کرو حسد و کینہ سے سینہ خالی کر دو۔ فقر و درویشی اختیار کرو۔ ایک لحظ کے لیے بھی اللہ کی یاد سے غافل مت ہو۔

جو شخص اپنے مالک حقیقی سے سچائی اور راستبازی اختیار کر کے تقوی اور پرہیزگاری کو اپنا شیوہ بناتا ہے۔ وہ رات دن میں ماسوا سے بیزار رہتا ہے۔ اے میرے دوستو! جو بات تم میں نہیں اس کا ہرگز دعویٰ نہ کرو، اللہ کو وحدہٗ لاشریک جانو، یاد رکھو اللہ کی راہ میں جس کا کچھ بھی تلف ہوتا ہے۔ اللہ تعالٰے ضرور اسے اسی چیز کا

نعم البدل دیتا ہے۔

توبہ توبہ کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے کہ توبہ کی تین شرطیں ہیں اول یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کیے گئے افعال پر آدمی شرمندہ ہو جیساکہ آنحضرتؐ نے فرمایا پشیمانی بہ ذات خود توبہ ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ آدمی کا دل نرم پڑ جاتا ہے، آنسو نکل آتے ہیں۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے توبہ کرنے والوں کی صحبت اختیار کرو اس لیے کہ ان کے دل نرم ہوتے ہیں۔

توبہ کی دوسری شرط یہ ہے کہ آدمی ہر حالت اور ہر ساعت میں گناہوں سے باز رہے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ سابقہ گناہوں کی طرف دوبارہ رجوع نہ کرے۔

گناہ آپ فرماتے ہیں بعض گناہ ایسے ہیں جنہیں آدمی چھوٹا خیال کرتا ہے مگر خدا کے نزدیک وہ بڑے ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ آدمی انہیں بڑا خیال کرتا ہے مگر اللہ کے نزدیک وہ چھوٹے ہوتے ہیں کیونکہ اس کا ایمان کامل ہوتا ہے اور معرفت زیادہ ہوتی ہے جیساکہ آنحضرتؐ نے فرمایا مومن اپنے گناہوں کو پہاڑ کی مانند جانتا ہے۔ جو اس کے سر پر ہو اور اسے ڈر ہو کہ کہیں سر پہ گر نہ جائے۔ اس کے برعکس منافق اپنے گناہوں کو ایسا جانتا ہے جیسے ناک پر مکھی بیٹھی ہو کہ جب چاہے گا ہاتھ سے اڑا دے گا۔

پرہیزگاری فرماتے ہیں جب کسی شخص کو اطمینان ہو جائے کہ لوگوں پر جو مظالم اس نے کیے ہیں ان کی بازپرس سے اس نے رہائی حاصل کرلی ہے (یعنی کفارہ ادا کر کے، توبہ کر کے یا جیسی بھی صورت تھی) تو گویا اس نے پرہیزگاری کا راستہ اختیار کر لیا ہے۔ یہی خاص حالت اور راستہ ہے، پرہیزگاری ہی دنیا اور آخرت میں اللہ کے عذاب سے نجات پانے کا بڑا ذریعہ ہے۔ قیامت کے دن اس کے طفیل حساب میں تخفیف ہو گی۔ کیوں کہ اس روز خلاف شرع کیے گئے معاملات بڑوں کے حقوق کے بارے میں

حساب کتاب ہوگا۔ اور جو شخص دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہتا ہے، لوگوں سے اپنے حقوق لیتا اور لوگوں کو ان کے حقوق ادا کرتا رہتا ہے یعنی قیامت کے حساب سے دنیا ہی میں ڈرتا رہتا ہے، تو پھر قیامت میں اس سے کیا حساب لیا جا سکتا ہے؟

حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن پرہیز گاروں کا حساب کرنے سے اللہ تعالےٰ شرماتا ہے یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا قبل اس کے کہ تم سے حساب مانگا جائے تم خود اپنی جانوں کا حساب کر لو اور اس سے قبل کہ تمھارے اعمال تولے جائیں تم خود اپنے اعمال کو وزن کر لو۔ آپ نے فرمایا کہ مسلمان کے ایمان کی خوبی یہ ہے کہ غیر ضروری باتوں کو چھوڑ دے۔

اس حدیث میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ہر معاملہ میں صرف ضروری باتیں اختیار کرے۔ غیر ضروری کو ترک کر دے۔ ان کے شرعی احاطہ سے باہر قدم نہ رکھے، شریعت کے بتائے ہوئے راستہ پر چلے، اس کے خلاف کے قریب تک نہ جائے۔

ثواب و عذاب آپ فرماتے ہیں اللہ تعالےٰ نے دنیا کو پیدا کیا، اس میں طرح طرح کی آفتیں اور نعمتیں پیدا کیں تاکہ اہل دنیا کو آزمائے انسان کی خلقت بھی اسی نے پیدا کی۔ بہشت اور دوزخ بھی اسی نے بنائے۔ مگر یہ ابھی تک پوشیدہ ہیں ہی انسان نے انہیں نہیں دیکھا۔ دنیا کی نعمتیں اور زحمتیں آخرت کی نعمتوں اور زحمتوں کا ایک ادنیٰ نمونہ ہیں جنہیں ہر کوئی دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں انسانوں میں بادشاہ پیدا کیے جو دوسرے لوگوں پر حکومت کرتے ہیں۔ یہ سب باتیں اللہ تعالےٰ کی تدبیر، اس کی حکمت اور اس کی بادشاہت کا نمونہ ہیں۔ ان سب باتوں کی خبر قرآن میں دی گئی ہے۔ اور خدا نے دونوں جہانوں کی تعریف بیان کر دی ہے اپنے ملک، اپنی قدرت اپنی تدبیر، احسان اور اپنے کاریگریوں کے اوصاف بیان کر دیئے ہیں، انہیں مثال دے کر سمجھایا ہے۔

ان نعمتوں کے علاوہ بہشت میں ایک اور ایسی چیز ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے۔ نہ کسی کان نے سنا ہے نہ ہی کسی دل میں اس کا خیال آیا ہے۔ اگر اس نعمتِ عظمیٰ کا نام بھی لیا جائے تو کچھ فائدہ نہیں۔ کیونکہ نام لینے سے بھی وہ سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ نہ کسی نے اسے دیکھا ہے۔ نہ اس کی مثال اور نمونہ موجود ہے۔

فقیر فقیر کے بارے میں فرمایا اس لفظ میں چار حرف ہیں "ف" کے معنی ہیں فقیر فنافی اللہ ہو کر اپنی ذات وصفات کو اپنی ہستی کو بالکل ہی فراموش کردے "ق" سے مراد یہ ہے کہ فقیر اپنے قلب کو اللہ تعالےٰ کے ذکر سے قوت دے اور اللہ ہی کی رضامندی پر ہمیشہ قائم رہے۔

"ی" سے مراد یادِ الٰہی یعنی اللہ کی رحمت کی امیدواری اور اس کے عذاب سے ڈر کر پرہیزگاری کا راستہ اختیار کرے اور اس کا حق ادا کرے۔ "ر" سے مراد رقتِ قلب ہے یعنی اپنی تمام خواہشات کو ترک کر کے اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کرے

آپ نے فرمایا فقیر میں ان صفات کا ہونا ضروری ہے ہمیشہ اللہ تعالےٰ کے ذکر میں لگا رہے کسی سے جھگڑا نہ کرے۔ حق معلوم ہو جائے تو اس طرف جھک جائے اپنا سینہ کشادہ رکھے، اپنے نفس کو سب سے زیادہ ذلیل جانے، زیادہ نہ ہنسے صرف مسکرائے، جو بات غیر ضروری ہو اس کے بارے میں نہ پوچھے، غافل کو نصیحت کرے جاہل کو علم سکھلائے، نیکی اور بدی دونوں کے عوض نیکی کرے۔ اگر بدی کے عوض نیکی نہ کرے تو کم از کم بدی بھی نہ کرے۔ فضول باتوں میں نہ پڑے محرمات سے بچے مشتبہات میں توقف کرے۔ شریعت پر عمل کرے۔ غریبوں اور بے کسوں کی مدد کرے، راز دل کو پردہ میں رکھے، کسی کی بے عزتی نہ کرے، خلقِ خدا کی بہتری میں کوشش کرے، ہر ایک سے مروت کے ساتھ پیش آئے۔ بدخلق کے ساتھ بھی بردباری سے پیش آئے۔ حق بات کہنے سے نہ ڈرے، ناحق بات سن کر خاموش ہو جائے کسی سے

بغض اور کینہ نہ رکھے۔ بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر مہربانی کرے، امانت میں خیانت نہ کرے نہ کسی کو برا کہے، کم سخن عامل شریعت، غریبوں کا مددگار ہو، پڑوسیوں کو آرام پہنچائے، کسی کی غیبت نہ کرے، نہ کسی پر بہتان لگائے۔

زہد زہد یہ ہے کہ دنیا سے دل نہ لگایا جائے۔ بلکہ اس کی طرف سے منہ موڑ لیا جائے[1] دنیا کی تمام فانی نعمتوں کی رغبت چھوڑ کر آخرت کی دائمی نعمتوں کے لیے کوشش کی جائے۔ مگر اس کے باوجود زہد اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک زاہد ان دس باتوں پر عمل نہ کرے۔ زبان کو قابو میں رکھے کسی کی غیبت نہ کرے، کسی کی تحقیر نہ کرے نہ کسی کو حقیر خیال کرے، نامحرم پر نظر بد نہ ڈالے، راستی اور راست بازی اختیار کرے، ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے انعامات اور اس کے احسانات کا شکریہ ادا کرے، تاکہ دل میں تکبر، غرور پیدا نہ ہو، خواہشات نفسانی سے پرہیز کر کے اپنا مال و زر راہ خدا میں خرچ کرے۔ اپنی ذات کے لیے بہتری اور بھلائی نہ چاہے یعنی خود غرضی چھوڑ کر دوسرے کے فائدے کو مد نظر رکھے، پنجگانہ نماز اور دیگر فرائض دینی کا اہتمام رکھے سنت نبوی، اجماع امت اور اخلاق حسنہ کو اختیار کرے۔

توکل توکل یہ ہے کہ اہل دنیا کو چھوڑ کر صرف اللہ سے لو لگائی جائے، اور اس کے ظاہری اسباب کو دل سے بھلا دیا جائے۔ صرف اللہ ہی کی ذات پر بھروسا کر کے اس کے ماسوا سے بے پرواہ ہو جائے۔ یہی حقیقی توکل ہے، اور یہ مقام فنا سے بھی بڑھ کر ہے۔ توکل کی حقیقت بعینہٖ اخلاص کی سی ہے اور اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ اعمال کا بدلہ نہ طلب کیا جائے۔

صبر صبر تین حالتوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اول اس پر جس کے کرنے سے انسان منع

---

[1] مراد یہ نہیں کہ راہبوں کی طرح دنیا سے الگ تھلگ ہو کر اس سے کوئی سروکار نہ رکھا جائے بلکہ جائز حدود کے اندر رہ کر دنیا سے تعلق قائم رکھا جائے۔

کیا گیا ہے، دوسرے اس پر جس کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے، تیسرے اللہ کے حکم سے اس چیز سے دستبردار ہو جانا جس سے محبت ہو یا ایسے غم کا سامنا کرنا جس کی طاقت نہ ہو۔

ان تمام حالتوں میں مستقل مزاج رہنا، اللہ اور اُس کے رسول کے احکام پر خوش خوش اور دل جمعی سے قائم رہنا، صبر کہلاتا ہے۔

صبر کی قسمیں تین ہیں، صبر اللہ، صبر معہ اللہ، صبر مع اللہ۔ صبر اللہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے اوامر کو بجا لائے اور نواہی سے پرہیز کرے، صبر معہ اللہ یہ ہے کہ کسی قسم کی ترش روئی کے بغیر غنا کا اظہار کرتا رہے، صبر مع اللہ یہ ہے کہ ہر بات میں وعیدِ الٰہی کے وعدہ کو ملحوظ رکھ کر ہمیشہ اس پر ثابت قدم رہے۔ دنیا سے آخرت کی طرف رجوع کرنا آساں ہے مگر مجاز سے حقیقت کی طرف رجوع کرنا مشکل ہے۔ پھر خلق کو چھوڑ کر خالقِ حقیقی سے محبت کرنا اس سے بھی زیادہ مشکل ہے۔

خوف ورجا

خوف کی کئی قسمیں ہیں مثلاً گناہگاروں کو عذاب کا خوف ہوتا ہے۔ عابدوں کو طاعتِ الٰہی یا عبادت کا ثواب کم ملنے کا خوف ہوتا ہے۔ یا یہ ڈر ہوتا ہے کہ شاید ثواب ہی نہ ملے۔ عاشقانِ الٰہی کو بقائے الٰہی حاصل نہ ہونے کا خوف ہوتا ہے۔

غرض ان سب خوفوں میں بڑا خوف وہ ہے جو عارفوں کو اللہ تعالےٰ کی عظمت اور ہیبت کے باعث لاحق ہوتا ہے۔ یہ خوف کم نہیں ہوتا بلکہ روز بروز بڑھتا ہی جاتا ہے۔

رجا یہ ہے کہ آدمی کو خدا سے حسن ظن ہو لیکن یہ حسنِ ظن نہ کسی طمع رحمت کے باعث ہو نہ کسی عذر یا نفع کے باعث کیونکہ جو اہل اللہ ہیں انھیں یقینِ کامل ہے کہ انھیں ان کی تمام ضروریات سے فارغ کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے اس علم کی وجہ سے بے

نیاز رہتے ہیں ان کا یہ حسنِ ظن یا استغنا سب سے افضل ہوتا ہے لیکن رضا کے لیے خوف ضروری ہے کیونکہ جسے اس بات کی امید ہو گی شاید وہ ایک چیز خدائے تعالیٰ سے حاصل کر لے تو ساتھ ہی اسے یہ خوف بھی ہوتا ہے کہ حاصل ہونے والی شے کبھی اس سے واپس نہ لے لی جائے۔ ایسا عارف معرفت صفات اللہ کو مدنظر رکھتے ہوئے خالقِ حقیقی سے حسنِ ظن بھی رکھتا ہے۔ اور اس سے ڈرتا بھی ہے۔ حالانکہ جانتا ہے کہ خدائے تعالےٰ رحیم المحسن اور کریم ہے۔ تاہم اس کی عظمت اور جلال وشان بے نیازی کو بھی وہ نظر انداز نہیں کرتا۔

حسنِ خلق حسنِ خلق کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ صحیح معنوں میں حسنِ خلق یہ ہے کہ لوگ اگر تم پر جفا بھی کریں تو تم پر اس کا کچھ اثر نہ ہو، خواہ کوئی تم سے کتنی ہی برائی کرے، تم اس کے ساتھ برائی نہ کرو۔ نہ ہی تمھاری زبان اس بارے میں شکوہ سنج ہو۔

چنانچہ جب تم حق سے باخبر ہو چکے ہو تو ہر عیب کو نفس سے وابستہ جانتے ہوئے نفس کو ذلیل سمجھو، خدائے تعالےٰ نے اشرف المخلوقات کے دلوں کو ایمان سے روشن کر کے اس میں اپنے جس قدر احکام ودیعت فرماتے ہیں ان کی عزت کرتے ہوئے ان پر عمل کرو یہی دراصل جوہرِ انسانی ہے اور اسی حسنِ خلق سے لوگوں کو آزمایا جاسکتا ہے

حیاء حیا یہ ہے کہ انسان تمام گناہوں کو خوف کی وجہ سے نہیں بلکہ محض اللہ سے حیا کر کے انہیں چھوڑ دے۔ انسان اللہ تعالےٰ کو ہر جگہ حاضر وناظر جان کر افعالِ بد کے کرنے سے شرماتا ہے جس طرح قلب اور ہیبت کے درمیان پردہ اٹھ جاتا ہے تب حیا پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر گناہوں سے دل سیاہ ہو جائے تو اس میں حیاء کا احساس مطلق پیدا ہی نہیں ہوتا۔

وفاء فرماتے ہیں اللہ تعالےٰ کے حقوق کو قولاً و فعلاً، ظاہراً و باطناً پیشِ نظر رکھنا

اور اللہ کی رضا مندی کو ہر حال میں مقدم جان کر اس کی طرف رجوع کرنے کا نام دفا رہے۔

شوق فرمایا خدائے تعالیٰ کا سب سے اعلیٰ شوق وہ ہے جو مشاہدہ حق سے پیدا ہو ایسے شوق میں محبت ہمیشہ قائم رہتی ہے اور ہمیشگی کے بغیر اس شوق میں قرار نصیب نہیں ہوتا۔ نہ ہی تسکین ملتی ہے۔ بلکہ جیسے جیسے بقا حاصل ہوتی ہے۔ شوق بڑھتا جاتا ہے۔ شوق کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ موافقت روح کے اسباب پیروی ہمت اور حفاظتِ نفس سے خالی ہو تاکہ دائمی مشاہدہ حاصل ہو۔

فنا و بقا فنا یہ ہے کہ ولی کا سر اوپر تجلی سے مشاہدہ حق کرے۔ بقا کے بارے میں فرمایا کہ یہ اسی بقا سے حاصل ہو سکتی ہے جس میں فنا نہ ہو۔ اہل بقا کے وصف بقا میں کوئی فانی شے ان کے ساتھ نہیں رہ سکتی کیونکہ فنا اور بقا ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

انابت انابت کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا درجات کو ترک کر کے مقامات کی طرف رجوع کرنا، مقامات اعلیٰ میں ترقی کرنا، مجالسِ حضرت القدس میں جا کر ٹھہرنا اور مشاہدہ کے بعد حق کی طرف رجوع کرنا انابت کہلاتا ہے۔

شکر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف نہایت عاجزی اور انکساری سے کرنا شکر کہلاتا ہے۔ اور اس کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک شکرِ احسان ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ زبان سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کیا جائے، دوسرا شکر بالا ہے یعنی خدمت و وقار سے موصوف رہے۔ شکر بالقلب یہ ہے کہ بساطِ شہود پر معتکف ہو کر عزت و حرمت کا نگہبان رہے اور نعمت کا مشاہدہ کر کے دینے والے کے دیدار کی طرف ترقی کرے۔

شاکر وہ ہے جو موجود پر شکر گزاری کرے لیکن شکور وہ ہے جو مفقود پر شکر کرے، حامد وہ ہے جو منع کو عطا اور ضرر کو نفع جانے اور ان دونوں کو یکساں تصور کرے۔

حسد کے بارے میں فرمایا کہ بساطِ قرب پر پہنچ کر معرفت کی آنکھوں سے محامد اور اوصافِ جمالی کا مشاہدہ کر کے صدق دل سے اس کا اعتراف کرے یہی محمود ہے

محبت فرماتے ہیں دل کی تشویش اور فکر کا نام محبت ہے جو محبوب کے فراق میں حاصل ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں محبت کرنے والے کو دنیا نہایت حقیر اور ماتم کی جگہ نظر آتی ہے۔ محبت ایک تیز شراب ہے جس کا نشہ کبھی اتر سکتا ہی نہیں۔ فرمایا محبت کے معنی یہ ہیں کہ محبوب سے ظاہر و باطن اور ہر حالت میں خصوصی محبت سے کام لیا جائے۔ محبوب کے ماسوا سے ظاہری اور باطنی آنکھوں کو بند کر لیا جائے۔

فرماتے ہیں محب اپنے محبوب کی شراب محبت کے نشہ سے ایسا بے خود ہوتا ہے کہ محبوب کے مشاہدہ کے بغیر اسے ہوش آسکتا ہی نہیں محبت کے مریض دیدار محبوب کے سوا شفا پا سکتے ہی نہیں۔ محبوب کے سوا باقی ساری کائنات سے انھیں حد درجہ وحشت ہو جاتی ہے۔ اور محبوب کے سوا کسی اور سے انہیں محبت یا انس ہو سکتا ہی نہیں۔

ہمت فرمایا ہمت یہ ہے کہ اپنے نفس کو حُبّ دنیا سے اور روح کو آخرت کے تعلق سے آزاد رکھا جائے۔ آخرت کے ارادے کو اپنے اللہ کے ارادے سے بدل لیا جائے۔ فرمایا مقام سیر کو اشارہ کون سے (خواہ ایک لمحہ ہی کے لیے ہو) خالی کرنے کا نام ہمت ہے۔

متفرق اقوال اگر تم اللہ کے حکم کو مدنظر رکھ کر مخلوقات اور خواہش نفس سے الگ رہ سکتے ہو اور اللہ کے ارادے کو پیش نظر رکھ کر اس کے فعل سے در گزر کرو تو علم الٰہی کے لائق ہو سکتے ہو۔

"جو شخص مالک حقیقی سے ڈر کر تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرتا ہے وہ اللہ کے سوا ہر شئے سے ہر وقت بیزار رہتا ہے۔"

"تم نفس کی خواہش پوری کرنے میں لگے ہو اور وہ تمھیں برباد کرنے میں مصروف ہے۔"

"انسان کا برا جلیس اس کا بدترین دشمن ہے۔"

"نہ کسی کے ساتھ محبت کرنے میں جلدی کرو نہ عداوت کرنے میں عجلت سے کام لو۔"

"اپنا مال آخرت کے لیئے آگے بھیج دے اور موت کے انتظار میں لگ جا"

"مخلوق کے ساتھ محبت کرنا یہ ہے کہ تو ان کی خیر خواہی کرے۔"

"کوشش یہی کرنی چاہیئے کہ اپنی بات جواباً ہو یعنی اپنی طرف سے کلام کی ابتدا نہ ہو۔"

"جس طرح تمہارا نفس اللہ کا حکم ماننے سے انکار کرتا ہے اسیطرح تم اپنے نفس کا کہنا ماننے سے انکار کرو۔"

"مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو لوگوں کی عیب جوئی میں مصروف اور اپنے عیوب سے غافل ہے۔"

"تنگدستی اور بیماری صبر کے بغیر عذاب ہیں اور صبر ہو تو عزت۔"

"حسن خلق یہ ہے کہ تو عرفان حق میں اتنا مستغرق ہو جائے کہ کسی کے ظلم یا سختی سے اپنے دل کو رنجیدہ نہ کرے۔"

"جس شخص میں کوئی خوبی نہ ہو اسے ایذا بھی کم پہنچتی ہے۔"

"اپنی خوشی کو گھٹاؤ اور رنج و محن کو بڑھاؤ کہ نبی کریم کی زندگی ایسی ہی تھی۔"

"لوگوں کی نظر میں اپنا وقار قائم رہنے دو ورنہ افلاس کو ظاہر کرنے سے لوگوں کی نظر میں گر جاؤ گے۔"

"دنیا نے تجھ جیسے ہزاروں کو پالا اور موٹا تازہ کیا پھر خود ہی اپنی خوراک بنا لیا۔"

"مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو یہ جانتا ہے کہ خدا اس کے حال سے واقف ہے مگر پھر بھی گناہ کرتا ہے۔"

"تعجب ہے اس پر جو یہ جانتا ہے کہ دنیا فنا کی جگہ ہے پھر بھی اس سے محبت کرتا ہے۔"

"لوگ متواضع ہی کو بڑا سمجھتے ہیں تکبر کرنے والے کو نہیں۔"

"اگر ہمارا گناہ صرف یہی ہو کہ ہم دنیا سے محبت رکھتے ہیں تب بھی ہم دوزخ کے حق دار ہیں۔"

"رحمت نہ مانگ بلکہ رحیم کو مانگ۔"

"مومن اپنے اہل و عیال کو اللہ کے سپرد کرتا ہے اور منافق اپنے مال کے سپرد۔"

"دنیا سراسر آفتوں اور مصیبتوں کا مجموعہ ہے لہذا صبر اختیار کر۔"

"جس کا انجام موت ہے اس کے لیے خوشی کا کونسا مقام ہے"

"مومن کے لیے سونا مناسب نہیں جب تک اپنا وصیت نامہ سرہانے نہ رکھ لے۔"

"دنیا کو دل سے نکال کر ہاتھ میں پکڑ لو یعنی دولت کماؤ مگر اسے ہاتھ ہی میں رکھو۔ اسے دل پر قبضہ نہ کرنے دو۔"

"ہنسنے والوں کے ساتھ مت ہنسو مگر رونے والوں کے ساتھ روؤ۔

"اپنے لقمے کی اصلاح کر کیونکہ نیک اعمال کی اصل بنیاد یہی ہے۔"

"اگر تو اونچی آواز سے "اللہ" بھی کہے تو حساب لیا جائے گا کہ تو نے یہ خلوص کے ساتھ کیا تھا یا محض لوگوں کو سنانے کے لیے۔"

"اخلاص اس کا نام ہے کہ لوگوں کی تعریف یا مذمت کا کچھ خیال نہ کیا جائے۔"

"جس نے مخلوق کی طرف منہ کیا اس نے خالق کی طرف پیٹھ پھیری۔"

"آخرت کو دنیا پر مقدم رکھنے والے کے لیے دنیا اور آخرت دونوں میں فائدہ ہی فائدہ ہے اور دنیا کو آخرت پر مقدم کرنے والے کے لیے دونوں میں خرابی۔"

"دولت مندوں کے ساتھ وقار اور غلبہ سے ملو اور درویشوں کے ساتھ عجز و انکسار سے پیش آؤ۔"

"جو بادشاہ کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے اس کا دل سخت اور وہ مغرور ہو جاتا ہے، جو لڑکوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے اس میں ہنسی مذاق کی عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو عورتوں کے پاس اٹھتا بیٹھتا ہے اس میں جہالت اور بری خواہش بڑھ جاتی ہے۔ جو فاسقوں کے ساتھ نشست و برخاست رکھتا ہے وہ گناہ کرنے میں دلیر ہو جاتا ہے اور توبہ کرنے کی توفیق نہیں رہتی۔ جو عالموں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے وہ پرہیزگار بن جاتا ہے اور علم حاصل کرتا ہے۔ اور جو نیک لوگوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے اس میں اطاعت الٰہی کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔"

"عمل عقائد کی دلیل ہوتا ہے اور ظاہر و باطن کی علامت۔"

"جو مخلوق کا ادب نہیں کرتا وہ خالق کا ادب کرنے کا دعوےٰ نہ کرے۔ جو اپنے نفس کو تعلیم نہیں دے سکتا وہ دوسروں کو تعلیم دینے کی سعی نہ کرے۔"

"خدا کا تقویٰ اور اطاعت اختیار کرو، ظاہری شریعت کے پابند

رہو۔ سینے کو خواہشات سے محفوظ کر لو، نفس میں جوانمردی رکھو، خلقِ خدا کو آزار نہ دو، آدابِ درویشی ملحوظ رکھو، اور چھوٹوں کو نصیحت کرو۔"

باب ۱۳

غوث اعظم کے وظائف

دعائیں اور نصیحتیں

اوراد و وظائف کی تاثیر حضرت شیخ وجیہہ الدین یوسف بغداویؒ نے اپنی کتاب مناقب طیب میں لکھا ہے کہ میں نے سیدنا امیر محمد محی الدین عبد القادر جیلانیؒ سے اوراد و وظائف اور ان کی تاثیر کے بارے میں گفتگو کی تو آپ نے فرمایا کہ اوراد و وظائف کی تاثیرات برحق ہیں لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ پڑھنے والے کی قوتِ ایمانی اعلیٰ درجہ کی ہو۔ اس سلسلے میں تنزّہ عن الشرک نہایت ضروری ہے، ایمان بالرسالت ضروری ہے، ایمان بالقدر ضروری ہے - اور لطافت طبع، رقتِ قلب اور اثر پذیری نہایت ضروری ہے۔ عبادت کا خاص خیال رکھنا بھی اشد ضروری ہے - اکثر باوضو رہنا بھی فائدہ مند ہے۔ پانچ وقت نماز پڑھنے کی پابندی بھی ضروری ہے - تہجد کی نماز کا اہتمام بھی ضروری ہے، اوقاتِ نماز کے علاوہ جماعت کی پابندی بھی ضروری ہے۔ اوراد و وظائف پڑھتے وقت خشوع و خضوع کا ہونا بھی ضروری ہے۔ عمل شروع کرنے سے پہلے صدقہ و خیرات کرنا بھی ضروری ہے - حرام کے کھانے پینے سے اجتناب بہت ضروری ہے۔ پڑھنے والے کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب محبت اور ان کی اطاعت کا ہونا ضروری ہے۔ اگر پڑھنے والے میں مسکین نوازی، ایثار، صبر و ثبات، صداقت اور دیانت موجود ہو تو وہ رحمت حق سے زیادہ قریب ہوگا۔

اوراد و وظائف جعفر بن سعید بغدادی "برکات الاولیا" میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں ربیع الاول ۱۱۵۵ھ کو سریر آرائے مسند ارشاد، تاجدار بغداد، محبوب سبحانی، قطب ربانی، سلطان الاولیا، غوث الثقلین سیدنا حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ وہ وقت تھا کہ حضرت شیخ محترم اپنی ہمت، اپنے استقلال اور اپنے دل کی نورانیت کے ساتھ خدمتِ خلق میں مشغول تھے حضرت کی ذاتِ والا کو آسمانِ عظمت کے ستاروں میں مہرِ درخشاں کی حیثیت حاصل تھی قطبیت کبریٰ کا مرتبہ آپ کو حاصل ہو چکا تھا۔ آپ بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہِ ہدایت پر لا رہے تھے میں نے عرض کیا۔

"حضرت آپ مجھے ایسا عمل تلقین کیجئے جو میرے دینی اور دنیاوی مقاصد کے لیے مفید ہو حضرت نے فرمایا، صاحبزادہ! تحمل اور شدائد کا عادی ہو جا۔ توحید سے محبت کر، ہمیشہ پاک و طاہر رہ، نماز تہجد سے غافل نہ ہو، عبادت میں خشوع خضوع پیدا کر، صدقہ و خیرات میں تاخیر نہ کر، عمل بالقرآن اور اتباع سنت کا خیال رکھ، مالِ حرام سے اجتناب کر، ذکر الٰہی سے محبت کر، ادب رسول اللہ اور محبتِ رسول کا سرمایہ حاصل کر، صداقت و ریاضت کو سامنے رکھ، اس کے بعد عمل کی تاثیر تیرے لیے ہو گی۔

اس کے بعد فرمایا۔

پہلا عمل جب تیرے دل میں کوئی آرزو پیدا ہو بعد نماز مغرب دو رکعت نماز نفل پڑھ سلام کے بعد حق تبارک و تعالےٰ کی حمد و ثنا بیان کر، تینتیس بار سبحان اللہ تینتیس بار الحمد للہ پڑھ اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر گیارہ بار درود شریف پڑھ پھر یہ سلام عرض کر:-

السلام علیك یا رسول اللّٰہ، السلام علیك یا خیر خلق اللّٰہ، السلام علیك

یا شفیع المذنبین :-

پھر یہ دعا پڑھے۔

"اللھم انی اسئلک العفو والعافیۃ فی الدنیا والاخرۃ یا واجد یا ماجد لا تزل عنی نعمۃ انعمتہا علیّ :-

اس کے بعد حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے بارگاہ باری تعالےٰ کی جناب میں اپنی التجا پیش کرے۔

دوسرا عمل شیخ نجیب الدین بغدادی نے "تذکرۃ الکرام" میں لکھا ہے کہ شیخ عفیف الدین سے مجھے ایک خاص عمل پہنچا ہے۔ یہ عمل وسعتِ رزق، وسعتِ علم، دفع سحر، حفاظتِ حمل اور تزکیہ قلب کے لیے فائدہ بخش ہے۔

اس عمل کی ترکیب یہ ہے کہ نماز تہجد کے بعد دو رکعت نفل پڑھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گیارہ مرتبہ درود پڑھ کر یہ کلمات کہے جائیں۔

اللھم انی اسئلک علماً نافعاً ورزقاً واسعاً وعملاً متقبلاً وشفاءً من کل داءٍ :-

یہ پڑھنے کے بعد سربسجدہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کی جائے۔

تیسرا عمل شیخ عفیف الدین اپنی کتاب "کشف الاسرار" میں تحریر فرماتے ہیں کہ "۱۱ ربیع الاول ۱۱۰۵ھ کو میں نے سیدنا حضرت ابو محمد محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ سے درخواست کی کہ حضور آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو ہر آرزو اور ہر مقصد کے لیے مفید ہو۔

آپ نے فرمایا نماز مغرب کے بعد سنتیں پڑھ کر دو رکعت نماز نفل ادا کرو، ہر رکعت میں الحمد کے بعد گیارہ مرتبہ "قل ہو اللہ" پڑھو پھر سلام کے بعد ایک سو بار یہ کلمات کہو :-

سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہِ العظیم۔

اس کے بعد حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر گیارہ بار درود شریف پڑھو پھر گیارہ بار یہ سلام پڑھا جائے۔

السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

السلام علیک یا رسول اللہ۔

السلام علیک یا خیر خلق اللہ۔

السلام علیک یا شفیع المذنبین۔

السلام علیک وعلی آلک واصحابک اجمعین۔

چوتھا عمل (عمل غوثیہ)

حضرت یعقوب بن اسحاق بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "انوار السالکین" میں لکھا ہے کہ "سلطانِ طریقت، سریرآرائے مسند معرفت غوث الثقلین قطب الاقطاب محبوب سبحانی سیدنا حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کے اوراد و وظائف میں یہ عمل فقیر کے علم و یقین میں نہایت مجرب ہے، ادائیگی قرض، وسعتِ رزق اور پرہیز گاری کے لیے، سحر کا اثر دور کرنے کے لیے، برق کے طوفان سے محفوظ رہنے کے لیے، ترقی علم اور دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے نہایت مفید ہے۔

ترکیب یہ ہے کہ بعد نماز مغرب سنتیں پڑھ کر دو رکعت نفل پڑھے، بہتر یہ ہے کہ ہر رکعت میں الحمد کے بعد گیارہ گیارہ مرتبہ "قل ہو اللہ" پڑھیں۔ پھر سلام کے بعد گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھیں پھر سربسجدہ ہو کر نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ یہ کلمات ادا کیے جائیں۔

اللھم انت ربی وانا عبدک یا ربی رحمتک والتمس رضوانک

اللھم نجنی من عذابک وافتح لی ابواب رحمتک یا ارحم الراحمین

اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے باری تعالیٰ کی جناب میں التجا پیش کی جائے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ بغدادی، شیخ وجیہہ الدین یوسف اور شیخ نجیب الدین عبد القاہر رح نے اس عمل کی بہت تعریف بیان کی ہے "بحر المعانی" میں اس عمل کا نام "عمل غوثیہ" لکھا ہے۔ فقیر کے نزدیک یہ عمل ہر آرزو اور ہر مقصد کے لیے مفید ہے۔ فقیر نے اس عمل کو جتنی بار پڑھا تیر بہدف پایا۔"

پانچواں عمل کسی شخص کے دریافت کرنے پر غوث اعظم نے فرمایا اگر پریشانیوں کا ہجوم ہو تو یہ طریق عمل اختیار کرو۔ پہلے سورہ فاتحہ "سات مرتبہ" پھر سورہ الم نشرح "سات مرتبہ" پھر سورہ اخلاص "سات مرتبہ" پھر درود شریف گیارہ مرتبہ پڑھو پھر سر بسجدہ ہو کر یہ الفاظ کہو:۔

یا قاضی الحاجات ویا کافی المہمات ویا دافع البلیات ویا حلّال المشکلات ویا رافع الدرجات ویا شافی الامراض ویا مجیب الدعوات ویا ارحم الراحمین۔

پھر یہ الفاظ کہو۔

یا عالم صافی الصدور اخرجنی من الظلمات الی النور

اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے درگاہ الٰہی میں اپنی حاجت خشوع وخضوع کے ساتھ پیش کی جائے۔

چھٹا عمل کسی شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو سکتی ہے، چونکہ پوچھنے والا صالح اور دیندار شخص تھا، اکثر باوضو رہتا تھا۔ نماز کا پابند تھا اور تہجد کا عادی تھا۔ اس کی عبادت میں خشوع وخضوع کی جھلک موجود تھی اور دل میں محبت رسول کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ غوث

پاک کو اس کے ان اوصاف کا علم تھا اس لیے آپ نے اسے مشورہ دیا کہ۔

دوشنبہ کی رات کو نماز عشا کے بعد کامل طہارت اختیار کرو، نیا لباس پہنو، خوشبو استعمال کرو، مدینہ منورہ کی طرف توجہ کرو اور اللہ تعالےٰ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی التجا کرو۔ خشوع وخضوع کے ساتھ یہ درود شریف پڑھو۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

اللھم صلی علی محمد تجب و ترضاہ۔

اس کے بعد سو جاؤ، انشاءاللہ تعالےٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوگی۔

ساتواں عمل ایک سائل کے دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا اگر آسودہ زندگی بسر کرنا چاہتے ہو تو فجر کے وقت سنت اور فرض کے درمیان یہ کلمات روزانہ ایک سو مرتبہ پڑھو۔

سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العلی العظیم وبحمدہ استغفر اللہ۔

آٹھواں عمل عزت وحیات کے لیے کوئی خطرہ محسوس ہو تو اس صورت میں آپ نے ذیل کے کلمات سو بار پڑھنے کی ہدایت فرمائی ہے:۔

بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شئی فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم۔

نواں عمل رزق کی زیادتی کے لیے آپ نے یہ دعا فرمائی ہے۔

اللھم اعطنی رزقاً کثیراً۔ یا مجیب الدعوات ویا ارحم الراحمین

استخارے "مفتاح الکرامات" میں "استخارہ غوثیہ" نام سے ایک استخارہ درج ہے۔ شیخ نجیب الدین لکھتے ہیں، اگر کسی کام کے سلسلہ میں آپ صحیح طور پر نتیجہ معلوم کرنا چاہیں تو استخارہ غوثیہ پڑھیں، اس کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نماز بہ

نیت ادا کریں ہر رکعت میں الحمد کے بعد گیارہ گیارہ مرتبہ "قل ہو اللہ" پڑھیں۔ پھر سلام کے بعد یہ دعا پڑھی جائے۔

اللھم انی استخیرک بعلمک و اسئلک من فضلک العظیم فانک تقدر ولا اقدر و تعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب۔ اللھم ان کنت تعلم ان ھذا الامر خیر لی فاقدرہ لی ویسرہ لی وان کنت تعلم ان ھذا الامر شر لی فاصرفہ عنی یا ارحم الراحمین

یہ دعا پڑھنے کے بعد سو جائیں کام کا انجام معلوم ہو جائیگا۔

استخارہ کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ بعد نماز عشاء دو رکعت نفل استخارہ کی نیت سے پڑھیں ہر رکعت میں الحمد کے بعد گیارہ گیارہ مرتبہ قل ہو اللہ پڑھیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر گیارہ بار درود شریف پڑھیں۔ مندرجہ ذیل درود شریف کا پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا خیر خلق اللہ السلام علیک یا شفیع المذنبین، السلام علیک و علی آلک و اصحابک اجمعین، اللھم صلی علی محمد کما تحب و ترضاہ

اس کے بعد ذیل کے کلمات ایک ایک سو بار پڑھے جائیں۔

یا علیم علمنی، یا بشیر بشرنی، یا خبیر اخبرنی، یا مبین بین لی۔

اس کے بعد سو جائیں اور کسی سے بات چیت نہ کریں انشاءاللہ کام کے نتیجہ سے خبر مل جائے گی۔

متفرق اوراد

ایک شخص کے دریافت کرنے پر غوث اعظم نے فرمایا منازل طریقت طے کرنے کے لیے تلاوت عن الشہرت نہایت ضروری ہے۔ اس کے لیے بہترین راہ عمل یہ ہے کہ نماز تہجد کے بعد دو رکعت نفل پڑھے ہر رکعت میں

الحمد کے بعد گیارہ گیارہ مرتبہ "قل ہو اللہ" پڑھے۔ پھر سلام کے بعد سو بار یہ کلمات پڑھے

لا معبود الا اللہ ، لا مقصود الا اللہ، لا موجود الا اللہ

ان کلمات کے پڑھنے کا اثر یہ ہوگا کہ ماسوا سے بے تعلقی پیدا ہو جائے گی۔ اور ذکر الٰہی سے دل کو لذت حاصل ہوگی۔

بعض اہل معرفت نے اس عمل کو مراقبہ توحید بھی لکھا ہے۔ اس عمل کے پڑھنے والوں کو عزم راسخ اور استقامت محکم کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ دل پر کسی کا رعب نہیں بیٹھتا۔

یعقوب بن اسحاق بغدادی اس عمل کی تعریف میں لکھتے ہیں۔

اس سلسلہ میں فقیر کا مشاہدہ یہ ہے کہ اس عمل کی برکت سے کبھی کبھی شرح صدر بھی ہو جاتا ہے۔ معرفت کے لیے اس درویش کا سینہ کھل جاتا ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جس کا سینہ اللہ تعالیٰ معرفت کے لیے کھول دے اس کے خوش نصیب ہونے میں کیا شبہ ہے؟ فہو علی نور من ربہ (وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے)

اگر اس عمل کا سلسلہ جاری رہتا ہے تو ہدایتِ الٰہی، توفیق راہ اور رفیق سالک ہو جاتی ہے۔ اور سینہ میں معرفت کا شوق جوش زن ہوتا ہے۔ دل میں صداقت وحقانیت کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اعلانِ حق کے لیے ہمت عالی مل جاتی ہے۔ ریاضت ومجاہدہ کے لیے عزم راسخ مل جاتا ہے تنہائی، بے کسی اور بے سروسامانی کا خیال دل سے نکل جاتا ہے۔

ایک سائل کے جواب میں غوثِ اعظم نے فرمایا کہ انشراح قلب ایک نعمت ہے اس کے لیے طریقہ یہ ہے کہ بعد نماز تہجد دو رکعت نماز نفل پڑھے۔ یہ دو رکعت بہ نیت انقطاع از ماسوا اللہ ورجوع الی اللہ پڑھے جائیں پھر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں، پھر گیارہ بار الم نشرح پڑھیں۔

اس کے بعد غوثِ اعظم نے فرمایا۔

انشراحِ قلب کے لیے ایک راہِ عمل یہ بھی ہے۔ رمضان کے آخری عشرہ میں اکیسویں رات تیئیسویں رات، پچیسویں رات، ستائیسویں رات، اور انیسویں رات کو ذکرِ الٰہی کریں تاکہ شب کو خدا کی برکتیں حاصل ہوں، تہجد کی نماز بھی روزانہ پڑھیں، ہر وقت باوضو رہنے کی کوشش کریں، کھانا کم کھائیں کہ اس سے رقتِ قلب حاصل ہوتی ہے جہاں تک ممکن ہو گفتگو کم کریں، اس سے دل کو راحت محسوس ہوتی ہے۔

ایک بزرگ کا ارشاد ہے۔

خواہی کہ شود دل تو چوں آئینہ ده چیز برول کن از درونِ سینہ
حرص و امل و غضب، دروغ و غیبت بخل و حسد و ریا و کبر و کینہ

(اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا دل آئینہ کی طرح روشن ہو جائے تو دس چیزوں کو اپنے دل سے نکال دے۔ حرص و ہوس، غضب، جھوٹ غیبت، کنجوسی، حسد، ریاکاری، تکبر اور کینہ)

ایک بزرگ نے لکھا ہے کہ بعد نمازِ عشاء مندرجہ بالا دعا بھی پڑھنی مناسب ہے،

مندرجہ ذیل دعا پڑھنے سے بھی دل منور ہوتا ہے۔

اللھم طھر قلبی عن غیرک ونور قلبی بنور معرفتک :- اس کے بعد یہ کلمات پڑھیں۔

ھو الاول ھو الاخر ھو الظاھر ھو الباطن وھو بکل شیٍٔ علیم

یعقوب بن اسحاق بغدادی نے "انوار السالکین" میں لکھا ہے۔

ایک سائل کے جواب میں حضرت غوثِ پاک نے فرمایا زندگی کے تفکرات سے نجات پانے کے لیے یہ عمل مفید ہے۔

بعد نمازِ مغرب سنتیں پڑھنے کے بعد دو رکعت نفل پڑھیں اس کے بعد گیارہ بار یہ پڑھیں۔

لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت و

ھو علی کل شیئٍ قدیر۔

پھر تین بار یہ پڑھے :- یسبح لہ ما فی السمٰوات والارض وھو العزیز الحکیم

پھر گیارہ مرتبہ یہ پڑھیں۔

اللھم افتح لی ابواب رحمتک یا ارحم الراحمین، اللھم استجب ھذا دعائی

بجاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

شیخ وجیہہ الدین بغدادیؒ لکھتے ہیں "فقیر کے تجربہ میں رنج اور اضطراب سے نجات حاصل کرنے کے لیے یہ عمل بہت مجرب ہے۔

شیخ نجیب الدین عبد القاہر سہروردی "مناقب الحبیب" میں لکھتے ہیں۔

سیدنا ابو محمد محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ نے ایک طالب معرفت سے فرمایا سالک کے لیے ضروری ہے کہ سوائے فرائض وواجبات وسنن کے کچھ اوراد وظائف جو تزکیہ نفس کے لیے بے حد مفید ہیں ضرور پڑھے۔ خاص طور پر نماز تہجد اور نماز اشراق لازم ہے۔ اور بوقت فجر سنت و فرض کے درمیان اکتالیس بار سورہ فاتحہ پڑھے۔ اور سو بار سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم، وبحمدہٖ استغفر اللہ۔ ضرور پڑھے اس عمل سے بے نظیر روحانی قوت نصیب ہوتی ہے۔

شیخ عفیف الدین "کشف الاسرار" میں لکھتے ہیں کہ "سیدنا ابو محمد محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ نے بہت سے اعمال و وظائف اس فقیر کو مرحمت فرمائے۔ یہ عمل فقیر کے تجربہ میں نہایت زود اثر ہے۔ اگر آپ کا دل بے حد پریشان ہے اور آپ سکونِ دل کے آرزومند ہیں تو سب سے پہلے تین بار لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھیں پھر دو رکعت نماز نفل پڑھیں۔ پھر سلام کے بعد اللھم طھر قلبی عن غیرک ونوِر قلبی بنور معرفتک ابداً یا اللہ، یا اللہ، یا اللہ، گیارہ بار پڑھیں۔

اس کے بعد یہ کلمات پڑھیں۔

لا فاعل الا اللہ ولا موجود الا اللہ یا اللہ یا فعال یا فتاح یا باسط

آپ کی دعائیں

آپ کی دو دعائیں بہت مشہور ہیں جو آپ بعض مجالس میں پڑھا کرتے تھے۔ ذیل میں وہ دعائیں اور ان کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔

اللھم انا نعوذ بوصلك من صدك وبقربك من طردك وبقبولك من ردك واجعلنا من اھل طاعتك وودك واھلنا لشكرك وحمدك یا ارحم الراحمین۔

اے اللہ! ہم تیرے وصال کے بعد دور کر دیئے جانے، تیرے مقرب بن کر نکال دیئے جانے، اور تیرے مقبول بننے کے بعد مردود بننے سے پناہ مانگتے ہیں۔ اے اللہ تو ہمیں اپنی طاعت و عبادت کرنے والوں میں سے کر دے اور ہمیں توفیق دے کہ تیرا شکر اور تیری حمد کرتے رہیں۔

آپ کی دوسری دعا یہ ہے۔

اللھم انا نسئلك ایمانا یصلح للعرض علیك یقینا به فی القیامة بین یدیك وعصمة تنقذنا بھا من ورطات الذنوب ورحمة تطھرنا بھا من دنس العیوب وعلما نفقه به اوامرك ونواھیك وفھما نعلم به كیف نناجیك وجعلنا فی الدنیا والآخرة من اھل

اے اللہ! ہم تجھ سے ایسے ایمان کے طلب گار ہیں جو تیری جناب میں پیش کرنے کے قابل ہو اور ایسا یقین چاہتے ہیں جس کے ذریعہ سے ہم قیامت کے دن تیرے جناب میں بے خوف کھڑا ہو سکیں۔ ایسی عصمت کے خواہش مند ہیں جس کے ذریعہ سے تو ہمیں گرداب معاصی سے نکال دے۔ ایسی رحمت چاہتے ہیں جس کے ذریعہ سے تو ہمیں عیبوں کی زندگی سے

---

[1] "سیرۃ غوثِ اعظم" از مولانا زاہد القادری سے ملخصاً لیے گئے ہیں۔

ولا يهتك واملأ قلوبنا بنور
معرفتك واكحل عيون عقولنا
بالهدى اليك واحرس اقدام
افكارنا من مزالق مواطى
الشبهات وامنع طيور نفوسنا
من الوقوع فى شباك موبقات
الشهوات واعنا على اقامة
الصلوٰة على ترك
الشهوات وامح
سطور سياتنا من
جرائد اعمالنا بايدى
الحسنات كن لنا
حيث ينقطع الرجاء
منا اذا عرض اهل
الجود بوجوههم عنا حين
تحصيل فى ظلم اللحود
رهائن افعالنا الى يوم
المشهود واجز عنك الضيف
على ما الف واعلمه من
الزلل وقفه والاخرين
لصالحه القول والعمل

پاک وصاف کر دے۔ ایسا علم چاہتے ہیں جس
کے ذریعہ سے تیرے اوامر و نواہی کو سمجھ سکیں
اے آقا! ہمیں ایسا فہم عطا کر جس سے
ہم تیری جناب میں دعا کرنا سیکھیں۔ اے اللہ!
تو ہمیں دنیا و آخرت میں اہل اللہ میں سے بنا،
ہمارے دلوں کو نورِ معرفت سے پُر کر دے
ہماری آنکھوں کو اپنی ہدایت کے سرمہ سے
سرگیں کر دے۔ ہمارے افکار کے قدم
شبہات کے موقع پر پھسلنے سے اور ہماری
نفسانیت کے پردوں کو خواہشات کے
آشیانے میں جانے سے روک لے۔ ہماری
شہوات سے ہمیں نکال کر نمازیں پڑھنے روزے
رکھنے میں ہماری مدد فرما۔ ہمارے گناہوں
کے نقوش کو ہمارے اعمال نامہ سے نیکیوں
کے ساتھ مٹا دے۔ اے اللہ! جب کہ
ہمارے افعال مرہونہ ظلم کی قبروں میں مدفون
ہونے کے قریب ہوں اور تمام اہل جود و سخا
ہم سے منہ موڑنے لگیں، اور ہماری امیدیں ان
سے منقطع ہو جائیں تو اس وقت قیامت میں
تو ہمارا والی اور مددگار بن۔ اپنے ناچیز بندہ
کو جو کچھ وہ کر رہا ہے اس کا اجر دے اور لغزشوں

واجر علی لسانه ما ینفع به السامع و تذرف المدامع و یلین القلب الخاشع واغفر له وللحاضرین ولجمیع المسلمین

اے اسے بچا۔ کل حاضرین کو نیک بات اور نیک کام کی توفیق عطا کر اور اس کی زبان سے وہ بات نکلوا جس سے سننے والوں کو فائدہ پہنچے جس کے سننے سے آنسو بہنے لگ جائیں اور سخت سے سخت دل بھی موم ہو جائیں۔

اے اللہ! اسے اور تمام حاضرین اور کل مسلمانوں کو بخش دے۔

بصیرت و عبرت

غنیۃ الطالبین میں حضرت سلیمان اور بلقیس کے واقعہ کے بعد اس سے نتیجہ نکالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس باب میں حضرت سلیمان کا قصہ اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ عقلمند مسلمان گذشتہ وقتوں کے نیک نہاد بزرگوں اور بدکار آدمیوں کے حالات سے عبرت حاصل کریں۔ بداعمالوں کے انجام سے نصیحت اخذ کریں، نیک لوگوں کو ان کے اچھے کاموں اور اطاعت الٰہی کے عوض میں جو اجر اور بزرگی ملی، بدبختوں اور ظالموں کو ان کے برے فعلوں کی جو سزا ملی اور انہیں ذلت و خواری نصیب ہوئی اس میں غور و فکر کریں کیونکہ اس میں عبرت و بصیرت کے پہلو ہیں۔ اس داستان میں اللہ تعالےٰ کی قدرت کے کرشمے ہیں اور بتایا گیا ہے کہ کس طرح اللہ تعالےٰ نے اپنے دوستوں کو کافروں کے ملک وغیرہ پر قابض کر دیا۔

حضرت سلیمانؑ نے اپنے مالک حقیقی کی سچے دل سے اطاعت کی اور اس کے فرمانبردار رہے جس کے بدلے میں اللہ تعالےٰ نے انہیں جنوں اور انسانوں پر بادشاہ بنایا۔ اور بلقیس کا ملک ان کے قبضہ میں دے دیا بلقیس کے ماتحت، بارہ ہزار دلیر اور بہادر افسر تھے۔ ہر افسر کے ماتحت ایک لاکھ جنگی جوان تھے۔ اس کے مقابلہ میں حضرت سلیمان کے لشکر میں صرف دو لاکھ جنگی آدمی اور دو لاکھ جن تھے۔ دونوں لشکروں

کا فرق بخوبی ظاہر ہے۔ مگر حضرت سلیمانؑ اپنی طاعت گذاری کے سبب کامیاب ہوئے اور بلقیس اپنے کفر اور نافرمانی کے باعث ان کی مطیع بنی۔

نصیحت تحسین

اے لوگو! خوب یاد رکھو کہ اسلام غالب آتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔ اللہ تعالےٰ کافروں کو مسلمانوں پر کبھی غلبہ نہیں دیتا۔ اسی طرح جب تو بھی اللہ کے فضل و کرم سے ایمان لائے گا تو دنیا میں اپنے دشمنوں سے محفوظ رہے گا آخرت میں جلتی آگ سے نجات پائے گا۔ جس طرح کوئی سیدھا راستہ بناتا ہوا آگے آگے چلتا ہے۔ اسی طرح آگ تیرے آگے آگے چلے گی اور خادم کی طرح تیری تعظیم کرے گی۔ تجھ سے مخاطب ہو کر کہے گی میں تیرے مالک کی فرمانبردار ہوں۔ اس کا حکم بجالاتی ہوں۔ آپ کے ایمان کے نور نے میری بھڑک کو ٹھنڈا کر دیا۔ نرم الفاظ میں کہے گی اے مومن! تو بہت بزرگ اور صاحب عزت ہے۔ تیرے بادشاہ کی طرف سے تجھے عمدہ خلعت پہنایا جاتا ہے۔ جو تیرے لیے عزت کا باعث ہے۔ سو آپ بڑے آرام سے ٹھنڈے اور سیدھے راستہ پر چلے جائیں گے۔ تمام باقی بندے بھی آپ کی عزت و تکریم کرنا اپنے اوپر لازم قرار دیں گے۔

جو لوگ کافر ہونگے یہ آگ ان کے بدن کے ساتھ ایسی ہی غضب ناکی سے پیش آئے گی جس طرح دشمن کے ساتھ پیش آتے ہیں اور اسے قبضہ میں کر کے اس سے بدلہ لیتے ہیں جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے۔ دوزخ کی آگ دور سے کافروں کو دیکھ کر جوش میں آئے گی۔ کافر لوگ اس کی غضب ناک آواز سنیں گے۔ سو اگر تم دنیا اور آخرت کی عزت چاہتے ہو تو خدا کی عبادت کرو۔ اس کی نافرمانی نہ کرو۔ خدا کے فضل و کرم سے تمہیں عزت حاصل ہو گی۔ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے اگر کوئی عزت چاہتا ہے تو عزت خدا کے لیے ہے۔ فرمایا عزت خدا، اس کے پیغمبروں اور مومنوں کے لیے ہے۔ مگر منافق اس بات کو نہیں جانتے۔

اے اخلاص اور ایمان کا دعوئے کرنے والے، مگر دل میں منافقت رکھنے والے!
تیرا شرک اور تیرا نفاق آنکھوں کا پردہ ہے جس کے باعث تجھے خدا کی شان دکھائی نہیں
دیتی۔ نہ ہی اس کے برگزیدہ نبی کے کمالات اور مومنوں کی صفات نظر آتی ہیں۔ اگر تو سچے
دل سے شرعی احکام بجالائے اور سچے دل سے اللہ اور رسول کی عظمت اور ان کے
جلال کا یقین کرے۔ تو ہر موذی کی ایذا سے بچے گا شیطان کے مکر اور جنوں اور انسانوں
کے آزار سے محفوظ رہے گا۔ آخرت میں دوزخ کے عذاب سے بھی نجات پائے گا
تو کامیاب ہوگا اور تیرے دشمن ذلیل ہونگے۔

خدا فرماتا ہے اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ بھی تمھاری مدد کرے گا
اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا پھر فرمایا اگر تم سست نہ پڑ جاؤ اور صلح کی طرف بلاتے رہو
تو تم غالب رہو گے۔ اللہ تعالےٰ تمھارے ساتھ ہو گا۔ مگر تمھارے دل پر غفلت کی
تاریکی چڑھی ہوئی ہے۔ اس پر زنگ آگیا ہے۔ ایسے لوگوں کو افسوس اور پشیمانی کے سوا
کچھ حاصل نہ ہو گا۔ قیامت کے دن دلوں کی سب پوشیدہ باتیں ظاہر ہو جائیں گی۔ اس روز
بہت ہنگامہ اور شور ہو گا۔ وہ دن یقیناً آئے گا اور تم سب خدا کے سامنے حاضر
کئے جاؤ گے۔ تم میں سے کوئی نہ چھپ سکے گا سب لوگ گروہ در گروہ ہونگے ان
کے اعمال نامے ان کے ہاتھوں میں دے دیئے جائیں گے جس نے ذرہ برابر نیکی
یا بدی کی ہوگی وہ اس اعمال نامے میں لکھی ہو گی .... سو جس دن تیرے
اعمال تولے جائیں گے اس دن تیرا کیا حال ہو گا۔ اس روز اس وزن (ذرہ) کے برابر بھی
وزن میں کمی بیشی نہ کی جائے گی جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے جس دن حشر برپا ہو گا
اس دن پرہیز گار لوگ اپنے رحمان کے پاس بلائے جائیں گے۔ اور گروہ در گروہ بن کر
جائیں گے۔ گناہ گار لوگ پیاسے ہی جہنم میں دھکیلے جائیں گے۔ اس دن ہر شخص کا
پوشیدہ راز ظاہر کیا جائے گا۔ اور پتہ چل جائے گا کہ یہ مومن ہیں اور یہ کافر۔ یہ صدیق ہیں

اور یہ منافق۔ موحد مشرکوں سے اور دوست دشمن سے پہچانے جائیں گے حق پر چلنے والے اور جھوٹا دعویٰ کرنے والے میں فرق ہو جائے گا۔

پس تجھے اس دن کے خوف اور اس دن کی دہشت سے ڈرنا چاہئے۔ کیونکہ تجھے کچھ علم نہیں تو ان دونوں فرقوں میں سے کس فرقے میں ہوگا۔ اگر تو نے خدا کی فرمانبرداری اختیار کی اور اپنے کاموں میں خدا سے ڈرتا رہا۔ تجھے یہ خوف رہا کہ وہ دلوں کے حال جانتا ہے اور ظاہر اور پوشیدہ جو کچھ میں کرتا ہوں اسے دیکھتا ہے۔ اور تو نے برے اعمال سے اجتناب کیا تو ان پرہیزگار لوگوں کے گروہ میں اُٹھے گا جو قیامت کے دن اپنے پروردگار کے پاس حاضر ہوں گے۔ تجھے بھی ان جیسی بزرگی نصیب ہوگی سلامتی اور خوشی کی بشارت ملے گی۔ اگر تو اس کے خلاف کرتا رہا تو پھر دوسرے گروہ میں سے ہوگا۔ یعنی جو آگ میں جلنے والے اور ہلاک ہونے والے لوگوں کا گروہ ہے تو فرعون۔ ہامان اور قارون کے ہمراہ دوزخ کی آگ میں جلے گا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جو شخص اپنے پروردگار سے ملاقات کرنے کی امید رکھتا ہو اسے کہہ دو کہ نیک عمل کرے اور خدا کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ قیامت کے ان نیک اعمال کے سوا کوئی شئے نجات کا باعث نہیں ہوگی۔"

ایک مقام پر پرہیزگاری کے بیان میں فرماتے ہیں "جو شخص پرہیزگاری کا راستہ اختیار کرنا چاہے اسے لازم ہے کہ پہلے اپنے آپ کو بندوں پر ظلم کرنے سے بچائے۔ بندوں کے حقوق ادا کرے، صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے بچے پھر دل کے گناہوں کو چھوڑنے کی کوشش میں لگ جائے۔ کیونکہ یہی امور سب گناہوں کی اصل اور جڑ ہیں۔ اعضا سے تعلق رکھنے والے گناہ اسی (دل کے گناہ اور گندے خیالات) سے پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے ریا، نفاق، خود پسندی، برائی، حرص، طمع، لوگوں سے ڈھنا

لوگوں سے امید رکھنا، مرتبہ اور سرداری کی خواہش کرنا، اپنے ہم جنسوں پر زیادتی کرنا وغیرہ جن کا بیان بہت طویل ہے۔ جب تک نفس امارہ کی مخالفت نہ کی جائے۔ ان برائیوں پر غلبہ نہیں پایا جا سکتا۔ اور جب تک آدمی اپنے (برے) کرداروں کو ترک نہ کرے خدا کے ساتھ کسی چیز کو اختیار نہ کرے، اس کے سوا کسی کو پسند نہ کرے، خدا کی مشیت میں اپنی تدبیر کو دخل نہ دے۔ کسی جہت یا سبب کو اپنا ذریعہ خیال نہ کرے خدا کی تخلیق میں کوئی اعتراض نہ کرے۔ بلکہ اپنے تمام کام اللہ کے سپرد کر دے تسلیم و رضا اختیار کرے۔ اپنے آپ کو عاجز اور حقیر خیال کرے۔ قدرت کے ہاتھوں میں اپنی ہستی کو اسطرح جانے جیسے شیر خوار بچہ ماں یا دایہ کی گود میں ہوتا ہے یا جس طرح مردہ غسّال کے اختیار میں مردہ ہوتا ہے، مردہ کو کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ اس کے سب اختیارات چھن چکے ہوتے ہیں۔ وہ اپنا کوئی بھی ارادہ پورا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

نجات کی راہ

غرض آدمی کی نجات اسی طرح ہو سکتی ہے جس طرح اوپر بیان کیا گیا۔ اگر یہ پوچھا جائے کہ اس کا راستہ کونسا ہے تو جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سچے دل سے پناہ چاہے، اس سے محبت کرے۔ اس کی فرمانبرداری کرے جن چیزوں سے اس کو منع کیا گیا ہے ان سے باز رہے، اپنے آپ کو اس کی قضا کے سپرد کرے۔ اللہ تعالیٰ کے حدود کو نگاہ میں رکھے ہمیشہ اپنی حقیقت کو مد نظر رکھے

نجات کے بارے میں بزرگوں نے مختلف اقوال بیان کیے ہیں جنید فرماتے ہیں کہ جب تک آدمی خلوص ارادے اور نیک نیتی سے اللہ کے ہاں پناہ نہ چاہے اور التجا نہ کرے اسے نجات نہیں مل سکتی۔۔۔۔۔۔

ابراہیم ادھمؒ فرماتے ہیں کہ سچائی اور پرہیزگاری کے سوا نجات نہیں مل سکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن لوگوں نے اپنی نجات کے لیے پرہیزگاری اختیار کی خدا انہیں نجات عطا فرمائے گا۔ حریری کا کہنا ہے کہ جس نے نجات حاصل کی اس نے

اپنے ارادے کو پورا کرنے سے ہی حاصل کی۔ اللہ تعالے فرماتا ہے "جو لوگ خدا سے اپنا وعدہ وفا کرتے ہیں اور اسے نہیں توڑتے ۔ ۔ ۔ ۔

عطار فرماتے ہیں کہ جس نے بھی نجات پائی حیا اختیار کرنے سے پائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے" یعنی بزرگوں کا کہنا ہے کہ جس نے نجات پائی اس نے خدا ہی کے حکم سے پائی اور اس سابقہ قضاؤ قدر سے جس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اللہ تعالے فرماتا ہے "یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے پہلے ہی سے نیکی لکھ رکھی ہے"۔

حسن بصری فرماتے ہیں کہ کسی نے نجات نہیں پائی مگر اس شخص نے جس نے دنیا اور اہل دنیا سے منہ موڑ لیا۔ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ "دنیا کی زندگی کچھ نہیں مگر کھیل اور بازی" آنحضرتؐ نے فرمایا دنیا کی محبت سب گناہوں کی جڑ ہے۔ جو لوگ اللہ تعالے کے مقرب ہیں انہیں قرب کا یہ شرف ان فرائض کی ادائیگی سے حاصل ہوا جو اللہ تعالے نے ان پر فرض کیے۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ جب سے اللہ تعالے نے دنیا کو آباد کیا ہے اس کی جانب نہیں دیکھا۔

حسن بصری فرماتے ہیں کہ نہ دیکھنے کا یہ مطلب ہے کہ چونکہ اللہ تعالے دنیا کو برا جانتا ہے اس لیے اس کی طرف رحمت کی نظر سے نہیں دیکھا۔ سو یہ دنیا خدا اور بندے کے درمیان ایک ایسا پردہ ہے جس سے کھرے اور کھوٹے میں تمیز کی جاتی ہے۔ جن لوگوں پر دنیا کا ذرا بھی اثر باقی ہو، یہ ناممکن ہے کہ اللہ کی مناجات میں انہیں ذرا بھی لذت حاصل ہو۔ اس لیے کہ یہ دنیا اللہ تعالے کی ضد ہے۔ یعنی جسے خدا دوست رکھتا ہے دنیا اس کی دشمن ہے"۔

تاریخِ عالم اور شخصیاتِ اسلام

تاریخِ فرشتہ

تصنیف: محمد قاسم فرشتہ

ترجمہ: عبدالحی خواجہ

ہندوستان میں مسلم عہد کی عظیم [illegible] داستان [illegible] "تاریخ گلشن ابراہیمی" کا مکمل سلیس اور بامحاورہ اردو ترجمہ، ایک معرکۃ الآرا تصنیف اہم دستاویز غیر معروف اور مشہور مقامات کی مکمل تشریح جو مصنف نے ۱۶۰۶ء میں لکھنا شروع کی اور ۱۶۱۱ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

دو جلد [illegible] مکمل قیمت [illegible] روپے

تاریخ [illegible] ان (باتصویر)

تصنیف [illegible] کے جتی

ترجمہ [illegible] مہر

عہدِ قدیم سے دور حاضر [illegible] کے جغرافیائی تاریخی، تمدنی، معاشیاتی اور سیاسی حالات [illegible] مکمل جائزہ، نادر [illegible] نقشہ جات اور مستند تصاویر سے مزین

قیمت ۱۵ روپے

قسطنطنیہ (باتصویر)

[illegible] ابراہیم

غلام رسول مہر

پانچویں صدی قبل مسیح سے اب تک شہرۂ آفاق شہر کی مکمل داستان کا گراں بہا مرقع، جسے ہرلڈ لیم کے سحر بیان نے اور علامہ رسول مہر کے ترجمے اور حواشی نے ناول سے زیادہ دلچسپ بنا دیا۔

قیمت ۸ روپے

تاریخِ اشاعتِ اسلام

الشیخ محمد اسماعیل [illegible]

زمانۂ نبوی، دور صحابہ [illegible] عہد سلاطین سے تا عہد حاضر اشاعتِ اسلام کی مفصل اور مستند تاریخ

قیمت ۱۲/۵۰

تاریخِ شام (باتصویر)

تصنیف: فلپ کے حِتّی

ترجمہ: غلام رسول مہر

عہد قدیم سے دور حاضر تک اہل شام کے نشوونما ارتقاء کی مکمل و جامع سرگزشت، نادر تصاویر اور نقشہ جات سے مزین۔ قیمت ۲۱ روپے

سیرت ائمہ اربعہ

سید رئیس احمد جعفری (ندوی)

حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی مکمل و جامع احوال و سوانح، ان کی تعلیمات اور افکار و آراء کا بیش بہا مجموعہ۔ قیمت دس روپے۔

امام مالکؒ

مصنف: محمد ابوزہرہ (مصر)

ترجمہ: [illegible] عبداللہ ندوی

امام دار الہجرت حضرت امام مالکؒ کے سوانح حیات پر جامع اور مستند تصنیف [illegible] افکار اور قانون [illegible] میں مالکی فقہ کی امتیازی عظمت کی مستند تاریخ۔

قیمت [illegible] روپے

امام ابوحنیفہؒ

تصنیف: محمد ابوزہرہ (مصر)

ترجمہ: سید رئیس احمد جعفری ندوی

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے فقہی سرمایہ کا مکمل جائزہ [illegible] اصولوں پر تنقید و تبصرہ [illegible] اور [illegible] کے عہد کے حالات [illegible] اور [illegible]

قیمت پندرہ روپے

آثار امام شافعیؒ

تصنیف: محمد ابوزہرہ (مصر)

ترجمہ: [illegible] جعفری (ندوی)

فقہ اسلامی کے [illegible] امام شافعیؒ کے فضائل، حالات اور مجتہدانہ [illegible] تحقیقی اور تنقیدی [illegible] سوانح، افکار، آراء اور تعلیمات کا نادر مجموعہ۔ قیمت [illegible] روپے۔

آثار امام محمدؒ و امام ابویوسفؒ

تصنیف: محمد ابوزہرہ (مصر)

ترجمہ: سید رئیس احمد جعفری

فقہ حنفی کے امام کبیر اور مجتہد اعظم امام ابویوسف اور امام محمدؒ کے آثار و اخبار، حالات و سوانح، مجتہدات و فتاویٰ [illegible] گراں بہا مجموعہ۔ قیمت ۱۲/۵۰۔

حیاتِ حافظ ابنِ قیم

تصنیف: علامہ عبدالعظیم عبدالسلام (مصر)

ترجمہ: پروفیسر غلام احمد حریری ایم۔ اے

حافظ ابن قیمؒ کے مکمل حالاتِ زندگی، ان کے افکار اور تعلیمات کا گرانقدر مجموعہ جسے [illegible] کے جید عالم نے سالہا سال کی کاوش کے بعد ترتیب دیا ہے۔ سلیس اردو میں ترجمہ۔ عمدہ طباعت۔ قیمت ۱۲ روپے

حضرت امام جعفر صادقؒ

[illegible]: ابوزہرہ (مصر)

ترجمہ: سید رئیس احمد جعفری

[illegible] حضرت امام جعفر صادقؒ کے مکمل حالات و سوانح پر جامع اور مکمل تصنیف۔ آپ کے افکار و آراء، آپ کی تعلیمات اور آپ کے عہد کی تاریخ کا گراں بہا مجموعہ۔

قیمت ۱۵ روپے

حضرت علیؓ ابن ابی طالب

امان اللہ خاں ارمان سرحدی

حضرت علی ابن ابی طالب کی عظیم المرتبت شخصیت کے جامع و مکمل حالات و سوانح کا بیش بہا مجموعہ۔ آپ کے علوم و معارف اور تعلیمات کا نادر ذخیرہ۔

قیمت ۱۰ روپے

حکمائے عالم

تصنیف: القفطی

ترجمہ: ڈاکٹر غلام جیلانی برق

۴۱۱ اسلامی و یونانی فلسفی حکماء کے مفصل و جامع سوانح کا انسائیکلوپیڈیا۔ قیمت دس روپے۔

شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز: لاہور - پشاور - حیدرآباد - کراچی